ساری دنیا کو حکومت سکھانے والی مصری قوم کے

پانچ ہزار برس کے پرانے تاریخی حالات

شمس العلما خواجہ حسن نظامی دہلوی نے سنہ ۱۹۱۱ء میں خود

مصر جاکر مندروں لاشوں کتبوں پرانی عمارتوں کو دیکھ کر

اور کتابوں کو پڑھ کر یہ کتاب

تاریخ فرعون

کئی سال پہلے شائع کی تھی اب اکتوبر سنہ ۱۹۵۰ء میں

دوسرا ایڈیشن شائع کیا جاتا ہے

ناشر امیر خسرو ہر دیوار دو کمپنی دہلی

صفحات ۳۲۰ قیمت بحساب ایک پیسہ صفحہ پانچ روپے

مطبوعہ محبوب المطابع پریس دہلی

آزاد بھارت کے

چیف کمشنر دہلی

شنکر پرشاد صاحب کی علم دوستی کی داد دینے

کے لئے تاریخ فرعون کا یہ دوسرا ایڈیشن ان کے

نام منسوب کیا جاتا ہے جس طرح کہ پہلا ایڈیشن

انگریز علم دوست مسٹر السیکوئتھ چیف کمشنر دہلی کے

نام منسوب کیا گیا تھا۔ (حسن نظامی دہلوی)

اکتوبر ۱۹۵۰ء

اُردو انسائکلوپیڈیا دہلی یعنے اردو علوم عالم کی ایک لاکھ کتابوں کے نشر کا تاریخی سلسلہ
شمس العلما خواجہ حسن نظامی دہلوی کی لکھی ہوئی

تاریخ فرعون

یہ تاریخ ۱۹۴۱ء میں لکھی گئی تھی اور پہلا ایڈیشن ۱۹۴۶ء میں ختم ہو گیا تھا اور جب سے آج تک دوسرے ایڈیشن کی اشاعت کا انتظام نہ ہو سکا تھا۔ اب جنوری ۱۹۴۹ء میں جب ایک لاکھ اُردو کتابیں شائع کرنے کا انتظام کیا گیا تو میں نے اس کو بھی اس سلسلہ میں شریک کر دیا۔ جنوری ۱۹۴۹ء مقام حیدر آباد دکن
خواجہ حسن نظامی

تاریخ فرعون

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بعد حمد و صلات کے حسن نظامی دہلوی عرض کرتا ہے کہ سنہ ۱۳۶۰ھ مطابق ۱۹۴۱ء میں جبکہ یورپ میں دوسری بڑی لڑائی ہو رہی تھی اور ہندوستان میں اُردو زبان کو مٹانے کی بعض قوتیں کوشش کر رہی تھیں میں نے اُردو انسائکلوپیڈیا تیار کرنے کا انتظام کیا۔ اور تجویز کی کہ ایک ہزار جلدیں اس کتاب کی شائع کی جائیں۔ ہر جلد میں چار سو صفحات ہوں اور مضامین منتخب کر کے ہندوستان کے ان اشخاص میں تصنیف و تالیف کے لئے تقسیم کر دیئے جائیں جو اُس فن اور علم اور مضمون کی مہارت رکھتے ہوں۔

جس زمانہ میں یہ ارادہ کیا گیا میں آنکھوں سے معذور ہو چکا تھا اور دو سال سے نہ خود پڑھ سکتا تھا نہ لکھ سکتا تھا۔ لیکن

بفضل خدا کام اسی طرح جاری تھا جس طرح ہوش سنبھالتے ہی شروع کیا تھا۔ اب میری عمر پینسٹھ برس کی ہے اور اس عرصے میں دو سو کے قریب چھوٹی بڑی کتابیں میں نے لکھ کر شائع کیں ہیں اور بہت سے روزانہ اور دو وقت اور پندرہ روزہ اور ماہوار اخبار و رسالے بھی جاری کئے تھے لیکن جب آنکھوں میں موتیا کا پانی آگیا تو زبانی بول کر کتابیں تصنیف کرتا تھا۔ چنانچہ اسی حالت میں قرآن مجید کا ترتیلی ترجمہ بھی کیا اور دوسری کتابیں بھی تصنیف کیں۔ پس جب اُردو انسائیکلوپیڈیا تیار کرنے کا ارادہ کیا گیا تو میں نے اپنی ذات کے لئے اور اپنے بڑے لڑکے حسین نظامی کے لئے فن تاریخ کو نامزد کیا۔ اور اس سلسلے کا کام شروع کر دیا گیا۔ لیکن چونکہ جنگ ہونے کے سبب کاغذ اور چھپائی کا سامان دس گنا مہنگا ہو گیا تھا اس واسطے جو کتابیں تیار کی تھیں ان کو شائع نہیں کیا۔ صرف دو تین کتابیں شائع کیں ایک اے ڈی سی کی ڈائری جس میں ہندوستان کے سیاسی حالات میں دوسری آثار اولیاء نظامی تیسری جس میں میرے حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کے حالات ہیں اور تیسری یہ کتاب جس کا نام تاریخ فرعون ہے۔

چونکہ ہندوستان میں دنیا کی سب پرانی قوموں کی نسلیں آباد ہیں۔ خاصکر مصری نسل اور بابلی نسل۔ اور ایرانی نسل۔ اور ترکی نسل اور افغان نسل اور عرب نسل اور مغل نسل کے لوگ زیادہ ہیں۔ اس واسطے میں نے پہلے مصر کی تاریخ شائع کرنی مناسب جانی کیونکہ کہا جاتا ہے کہ ہندوستان میں جب آریہ داخل ہوئے تو وہ وسط ایشیاء سے آئے تھے۔ اسی زمانے میں مصر کے باشندے بھی یہاں آئے ہونگے یا ممکن ہے کہ جن کو آریہ کہا جاتا ہے ان کی پہلی قوم برہمن مصر سے آئی ہو۔ کیونکہ اب بھی برہمنوں کو مصر جی کہا جاتا ہے۔ اور اس کا تلفظ۔ میم۔ صاد۔ رے سے ہی ہوتا ہے اور مذہبی رسموں

اور رواجوں سے بھی یہ ظاہر ہوتا ہے کہ برہمن جب ہندوستان میں آئے تو انہوں نے مصر کی رسموں کی بنیاد پر ہندوستان میں ہندو مذہب جاری کیا۔ چنانچہ مصریوں میں بھی گائے کی پوجا ہوتی تھی جس کا ذکر قرآن مجید میں بھی ہے۔ اس لئے برہمنوں نے ہندوستانیوں کو بھی گائے کی پوجا سکھائی۔ یا مصری چاند سورج اور ستاروں کو پوجتے تھے۔ برہمنوں نے اس کو بھی قائم رکھا یا مصریوں میں ذات پات کی اونچ نیچ تھی برہمنوں نے وہ بھی یہاں جاری کی۔

قرآن مجید سے معلوم ہوتا ہے کہ جب حضرت موسیٰؑ طور پہاڑ پر خدا سے کتاب توریت لینے گئے تو وہاں چالیس دن کا چلہ کیا تھا۔ اور اس زمانے میں اپنی قوم بنی اسرائیل کو اپنے بھائی حضرت ہارونؑ کے سپرد کر گئے تھے اور اس زمانے میں جبکہ موسیٰؑ کوہ طور پر تھے۔ سامری قوم کے ایک مصری کاہن برہمن آدمی نے موسیٰ کی یہودی قوم بنی اسرائیل کے سامنے سونے کا ایک بچھڑا بنا کر پیش کیا جس کے اندر سے آوازیں آتی تھیں۔ بنی اسرائیل نے یہ عجیب بات دیکھی تو وہ اس بچھڑے کے بت پوجنے لگے حضرت موسیٰ کوہ طور سے واپس آئے اور انہوں نے یہ حال سنا تو اپنے بھائی ہارونؑ کی لمبی داڑھی پکڑ کر کھینچی اور کہا تجھ کو میں نے بنی اسرائیل کی حفاظت کے لئے مقرر کیا تھا تو نے یہ بت پرستی کیوں ہونے دی ہارون نے جواب دیا یہ کام سامری کا ہے۔ میں بے خطا ہوں۔

سورۂ طٰہٰ کے پانچویں رکوع پارہ ۱۶ میں ارشاد ہے:۔ قَالَ فَمَا خَطْبُكَ يَا سَامِرِيُّ قَالَ بَصُرْتُ بِمَا لَمْ يَبْصُرُوا بِهِ فَقَبَضْتُ قَبْضَةً مِّنْ أَثَرِ الرَّسُولِ فَنَبَذْتُهَا وَكَذَٰلِكَ سَوَّلَتْ لِي نَفْسِي۔ قَالَ فَاذْهَبْ فَإِنَّ لَكَ فِي الْحَيَاةِ أَن تَقُولَ لَا مِسَاسَ وَإِنَّ لَكَ مَوْعِدًا لَّن تُخْلَفَهُ وَانظُرْ إِلَىٰ إِلَٰهِكَ الَّذِي ظَلْتَ عَلَيْهِ عَاكِفًا لَّنُحَرِّقَنَّهُ ثُمَّ لَنَنسِفَنَّهُ فِي الْيَمِّ نَسْفًا۔

موسیٰ نے سامری سے پوچھا (ہارون نے بچھڑا بچوانے کا مجھ پر الزام لگایا ہے) تیرا اس الزام کی نسبت کیا جواب ہے؟

سامری نے جواب دیا میں نے وہ چیز دیکھی تھی جو تیری قوم بنی اسرائیل نے نہیں دیکھی تھی۔ پس میں نے ایک مٹھی بھر رسول کے نشان قدم سے۔ پھر میں نے اس مٹی کو بچھڑے کے بُت میں ڈال دیا (جس کی کرامت سے بچھڑے کا بت بولنے لگا) اور یہ حرکت میں نے اپنے نفس کے اغوا سے کی موسیٰ نے سامری کا یہ جواب سن کر کہا تیرے اس جرم کی سزا یہ ہے کہ تو ساری زندگی کہتا رہے گا مجھے نہ چھونا۔ اور یہ تیرے لئے ایک ایسا وعدہ ہے۔ جس کے خلاف نہیں ہوگا۔ اب دیکھ اپنے اُس بچھڑے کے بُت کو جس کو تو نے خدا بنا کر پوجا تھا کہ ہم اُس کو آگ میں جلائیں گے۔ اور اُس کی جلی ہوئی راکھ دریا میں بہائیں گے۔

بہرحال ناظرین جب اس تاریخ کو پڑھیں گے تو ان کو جگہ جگہ ایسے واقعات ملیں گے جن سے ظاہر ہوگا کہ مصری قوم اور ہندو قوم کے رسم و رواج میں بہت زیادہ مشابہت تھی اور چونکہ میں ہندوستان کی تاریخ میں وہ سب کچھ بیان کرنے چاہتا ہوں جن کا تعلق ہندوستانی باشندوں سے ہے۔ اس واسطے میں نے مصر کی تاریخ کو مقدم رکھا ہے۔

جس وقت میں نے یہ تاریخ لکھوانی شروع کی اس وقت میری آنکھوں کا آپریشن ۱۱ر فروری ۱۹۴۱ء کو ہوا تھا۔ اور جب اس میں خرابی رہ گئی تو دوسرا آپریشن ۲ر مارچ کو ہوا۔ اور جب اس سے بھی خرابی دور نہ ہوئی تو تیسرا آپریشن شملہ پہاڑ پر ۹ر مئی کو ہوا اور میں چھ مہینے لگاتار آنکھوں کی سخت تکلیف میں مبتلا رہا۔ لیکن میرے تحریری کام میں کوئی فرق نہیں پڑا۔ اور یہ تاریخ میں نے اسی زمانے میں لکھوائی۔ اس کام میں جن اصحاب نے امداد دی ہے وہ نہیں چاہتے کہ ان کا نام ظاہر کیا جائے۔ تاہم میں نے ان کا حق محنت ادا کر دیا ہے اور جو واقعات عربی تاریخوں سے ترجمہ کر کے مجھے دیئے گئے تھے ان کی ترتیب میں نے اور میرے لڑکے حسین نظامی نے درست کی ہے

نام۔ اس کا نام تاریخ مصر تجویز کیا گیا

تھا مگر مجھے اپنے خدا کی پیروی ضروری معلوم ہوتی ہے جس کو فرعون نام سے ایسا لگاؤ ہے کہ قرآن مجید میں جگہ جگہ اس نے فرعون کا ذکر کیا ہے لفظ مصر کا ذکر قرآن میں بہت کم ہے اور عربی میں ایک کہاوت ہے کہ مَنْ اَحَبَّ شَیْئًا اَکْثَرَ ذِکْرَہٗ جو جس چیز سے محبت رکھتا ہے اس کا ذکر بار بار کرتا ہے اور چونکہ قرآن مجید میں حضرت موسیٰ اور ان کے دشمن فرعون کا ذکر بار بار آیا ہے اس واسطے میں نے سمجھا کہ خدا کو حضرت موسیٰ سے بھی محبت اور فرعون کا بھی بہت خیال تھا۔ لہٰذا اس تاریخ کا نام "تاریخ فرعون" ہونا چاہیئے۔ اور یہی نام اس کا رکھ دیا۔

اگرچہ اس کتاب میں مصر کے بہت سے بادشاہوں کا ذکر ہے۔ اور مصر کے سب بادشاہوں کو فرعون ہی کہا جاتا تھا۔ اور فرعون کی جمع فراعنہ ہے۔ اور اس کتاب میں ایک فرعون کا نہیں بہت سے فرعونوں کا ذکر ہے۔ تاہم میں نے بول چال کی آسانی کے لئے کتاب کا نام تاریخ فراعنہ نہیں رکھا بلکہ تاریخ فرعون رکھا ہے۔

اب فرعونوں کی تاریخ پڑھیئے شروع میں جہاں ق۔ م حروف لکھے گئے ہیں ان سے مراد قبل مسیح ہے یعنی مصری بادشاہ حضرت عیسیٰ سے کتنے سال پہلے تھے

۲ سال کے بعد

اور یہ کاپی جو ۱۳ شعبان ۱۳۶۰ھ مطابق ۶ ستمبر ۱۹۴۱ء میں لکھا گیا تھا اور کاپی بھی تیار ہو گئی تھی مگر کاغذ ناپید ہو گیا ہر چند کوشش کی گئی انہیں سے کاغذ دستیاب نہ ہوا۔ اس لئے پوری کتاب کی کاپیاں صندوق میں بند کر کے رکھدی گئیں۔ اب پورے دو سال کے بعد شوال ۱۳۶۲ھ مطابق اکتوبر ۱۹۴۳ء میں مسٹر لابیلی ڈپٹی کمشنر دہلی کی مہربانی سے تھوڑا سا کاغذ میسر آیا تو یہ کتاب چھپوائی گئی۔

تصویریں

اس کتاب کی تصویروں کے بلاک بنوانے میں بھی لڑائی کی گرانی کے سبب بہت زیادہ خرچ برداشت کرنا پڑا ہے۔ اور بعض بلاک اخبار منادی میں بھی کتاب کے تعارف

کے لئے شائع کئے گئے تھے مگر کاغذ نہ کتاب کے لئے ملا نہ تصویروں کے لئے میسر آیا۔ اب دونوں کے لئے کاغذ مل گیا ہے۔ اور یہ کتاب مسٹر لائبلی کے شکریہ کے ساتھ شائع کی جاتی ہے

حسن نظامی

دہلی ۱۴ شوال ۱۳۶۲ھ

۱۴۔ اکتوبر ۱۹۴۳ء

مصر کی پرانی تاریخ

مصر کا تمدن بہت پرانا ہے۔ بہت شاندار بھی تھا۔ اس کی عظمت اُن عمارتوں سے ظاہر ہے جو مصر کی پرانی سلطنتیں اپنی یادگار میں چھوڑ گئی ہیں اور بے شمار چیزوں سے بھی ثبوت ملتا ہے جو ہزاروں برس زمین میں دفن رہنے کے بعد موجودہ زمانے میں نکلی ہیں۔ اور برابر نکالی جارہی ہیں

مصر میں تمدن۔ بابل۔ نینوا۔ اور اطراف کے سب ملکوں سے کہیں پہلے ظاہر ہوا تھا مصر کی حکومت بھی سب حکومتوں سے پہلے قائم ہوئی تھی بعض مورخوں کے خیال میں حضرت مسیحؑ کی پیدائش سے پانچ ہزار برس پہلے بھی مصر میں باقاعدہ حکومت قائم تھی۔ یہ خیال صحیح ہو یا نہ ہو، مگر اس میں شک نہیں کہ ۳۰۰۰ ق۔م میں مصر ایک مہذب ملک تھا۔ اور یہاں منظم حکومت بھی قائم تھی۔ یہ واقعہ پرانی مصری تحریروں سے ثابت ہے۔ جن میں سے بہت سی پڑھ لی گئی ہیں۔

یہ کتاب جو پیش کی جارہی ہے محض ملک مصر کی تاریخ نہیں ہے بلکہ مصر کے تمدن و تہذیب کی تاریخ بھی ہے لیکن کتاب مکمل نہیں ہوسکتی جب تک کہ اس ملک کی کچھ پرانی تاریخ بھی پڑھنے والوں کے سامنے نہ آجائے۔ اس لئے پہلے مصر کی پرانی تاریخ بیان کی جاتی ہے۔

یہ کتاب پرانی اور نئی مستند کتابوں کی مدد سے تیار کی گئی ہے جن کی فہرست کسی دوسری جگہ آپ ملاحظہ کریں گے۔

میں اطمینان دلاتا ہوں کہ اس کتاب میں زیادہ سے زیادہ مستند معلومات

جمع کی گئی ہیں۔

نمرود کی تاریخ - یہ گذارش بھی ضروری ہے کہ ذخون کی اس تاریخ کی تیاری کے بعد نمرود کی تاریخ کا کام شروع کر دیا گیا ہے جو خدا نے چاہا بہت جلد شائع ہو جائیگی

اگرچہ نمرود کا نام قرآن مجید میں نہیں ہے لیکن حضرت ابراہیم ع کے تذکرے میں نمرود اور اُس کی قوم کا بہت ذکر آیا ہے اور ہندوستان سے بابل اور نینوا کے تمدن کا بہت کچھ تعلق ہے۔

حسن نظامی دہلوی

پہلا باب

مصر کی بادشاہیاں

مصر میں جو سلطنتیں قائم ہوئیں انہیں شاہی خاندانوں کے لحاظ سے تیس خاندانوں پر بانٹ دیا گیا ہے ان خاندانوں نے کس سنہ سے کس سنہ تک حکومت کی؟ جواب دینا مشکل ہے۔ کیونکہ اس بارے میں مورخوں کا اختلاف ہے مصر کی سلطنتیں اتنی پرانی ہیں کہ انسانی تاریخ ان سب کا ساتھ ٹھیک نہیں دیسکتی یہی وجہ ہے کہ پرانی عمارتوں مصری کتبوں وغیرہ سے زمانے مقرر کئے گئے ہیں۔ ایسی حالت میں اختلاف پیدا ہونا جانا لازمی تھا۔ یہاں مقبروں کے شاہی خاندانوں کی ایک فہرست اُن مورخوں کے مقرر کئے ہوئے زمانوں کے ساتھ پیش کی جاتی ہے جنہوں نے زیادہ سے زیادہ دور کے سنہ لکھے ہیں لیکن ان خاندانوں کے حالات بیان کرتے ہوئے وہ سنہ دیے جائیں گے جو زیادہ معتبر مورخوں نے بیان کئے ہیں۔

مصر کے شاہی خاندان

شاہی خاندان　　اور حکومت کرنیکی مدت

پہلا خاندان ۵۰۰۰ پانچ ہزار سے ۴۷۵۰ چار ہزار سات سو پچاس تک

دوسرا خاندان ۴۷۵۰ چار ہزار سات سو پچاس سے ۴۴۲۵ چار ہزار چار سو پچیس تک

تیسرا خاندان ۴۴۲۵ چار ہزار چار سو پچیس سے ۴۲۱۵ چار ہزار دو سو پندرہ تک

چوتھا خاندان ۴۲۱۵ چار ہزار دو سو پندرہ سے ۳۹۵۰ تین ہزار نو سو پچاس تک

پانچواں خاندان ۳۹۵۰ تین ہزار نو سو پچاس سے ۳۷۵۰ تین ہزار سات سو تک

چھٹا خاندان ۳۷۵۰ تین ہزار سات سو سے ۳۵۰۰ تین ہزار پانچ سو تک

ساتواں خاندان۔ ۳۵۰۰ تین ہزار پانچسو سے ..... ختم کا زمانہ معلوم نہیں ہوا ق م
آٹھواں خاندان۔ ۳۵۰۰ تین ہزار پانچ سو سے ۳۲۰۰ تین ہزار دو سو ق م
نواں خاندان۔ ۳۲۰۰ تین ہزار دو سو سے ۳۱۵۰ تین ہزار ایک سو پچاس ق م
دسواں خاندان۔ ۳۱۵۰ تین ہزار ایکسو پچاس سے ۳۱۰۰ تین ہزار ایک سو ق م
گیارہواں خاندان۔ ۳۱۰۰ تین ہزار ایکسو سے ۳۰۵۰ تین ہزار پچاس ق م
بارہواں خاندان۔ ۳۰۵۰ تین ہزار پچاس سے ۲۸۴۰ دو ہزار آٹھ سو چالیس ق م
تیرہواں خاندان۔ ۲۸۴۰ دو ہزار آٹھ سو چالیس سے ۲۴۰۰ دو ہزار چار سو ق م
چودہواں خاندان۔ ۲۴۰۰ دو ہزار چار سو سے ۲۲۰۰ دو ہزار دو سو ق م
پندرہواں خاندان۔ ۲۲۰۰ دو ہزار دو سو سے ۲۰۰۰ دو ہزار ق م
سولہواں خاندان۔ ۲۰۰۰ دو ہزار سے ۱۷۵۰ سترہ سو پچاس ق م
سترہواں خاندان۔ ۱۷۵۰ سترہ سو پچاس سے ۱۶۰۰ ایک ہزار چھ سو ق م
اٹھارہواں خاندان۔ ۱۶۰۰ ایک ہزار چھ سو سے ۱۳۶۸ تیرہ سو اڑسٹھ ق م
انیسواں خاندان۔ ۱۳۶۸ تیرہ سو اڑسٹھ سے ۱۲۲۰ بارہ سو بیس ق م
بیسواں خاندان ۱۲۲۰ بارہ سو بیس سے ۱۸۰۰ ایک ہزار آٹھ سو ق م
اکیسواں خاندان۔ ۱۸۰۰ ایک ہزار آٹھ سو سے ۹۵۰ نو سو پچاس ق م
بائیسواں خاندان۔ ۹۵۰ نو سو پچاس سے ۸۰۰ آٹھ سو ق م
تیئیسواں خاندان۔ ۸۰۰ آٹھ سو سے ۷۲۱ سات سو اکیس ق م
چوبیسواں خاندان۔ ۷۲۱ سات سو اکیس سے ۷۱۵ سات سو پندرہ ق م
پچیسواں خاندان۔ ۷۱۵ سات سو پندرہ سے ۶۶۶ چھ سو چھیاسٹھ ق م
چھبیسواں خاندان ۶۶۶ چھ سو چھیاسٹھ سے ۵۲۵ پانچ سو پچیس ق م
ستائیسواں خاندان۔ ۵۲۵ پانچ سو پچیس سے ۴۰۸ چار سو آٹھ ق م

انتیسواں خاندان ۔ ۳۹۹ سنہ تین سو ننانوے سے ۲۷۸ سنہ تین سو اٹھتر ق م
تیسواں خاندان ۔ ۳۷۸ سنہ تین سو اٹھتر سے ۳۴۰ سنہ تین سو چالیس ق م

مصری سلطنت کا بانی

بہت ہی پرانے زمانے میں جس کی تاریخ نہیں ملتی مصر میں دو بادشاہیاں تھیں ۔ ایک جنوبی مصر میں ۔ دوسری شمالی مصر میں ۔ ایتھیوپیا (موجودہ حبش) سمالی لینڈ سے ایک فاتح گروہ آیا جسے ہوارس کہتے ہیں اور اس نے مصر کی دونوں حکومتیں ملا کر ایک بادشاہی بنا دی ۔

مدتوں یقین کیا جاتا رہا کہ پورے مصر کا بادشاہ مینس تھا مگر ۱۹۳۸ء میں سقان (مصر) کے پرانے شاہی قبرستان کی کھدائی ہوئی تو ایک ایسی قبر نکل آئی جس نے مینس کے بارے میں مورخوں کے خیال کی تردید کر دی ۔ اس قبر نے ثابت کر دیا ہے کہ کوئی مصر کا بادشاہ مینس نہیں ہوا ہا تھا ۔ اور یہ کہ مینس ہوا ہا سے کہیں پہلے گذرا ہے ۔ مقبرے میں اس بادشاہ کے استعمال کی تقریباً نو سو چیزیں بھی موجود ہیں ۔ ان سب پر بادشاہ کا نام لکھا ہے ۔ ساتھ ہی ایسی تختیاں ملی ہیں جن پر شمالی مصر اور جنوبی مصر کی خیالی تصویریں بنا کر دکھایا گیا ہے کہ دونوں مصر بادشاہ کے قدموں کی طرف دوڑ رہے ہیں ۔

بہرحال مینس سے یا ہوا ہا سے مصر کے بادشاہوں کا پہلا خاندان حضرت مسیح سے تقریباً ساڑھے تین ہزار برس یا اس سے بھی پہلے سے شروع ہوا مینس نے یا اُس کے کسی قریبی رشتہ دار نے شمالی اور جنوبی مصر کی سرحد پر اپنے زمانے سے بھی پہلے کے ایک پرانے شہر کو دوبارہ آباد کیا ۔ یہ "سفید دیواروں" کا شہر کہلاتا تھا ۔ اس کی تعمیر سے غرض یہ تھی کہ دونوں مصروں پر آسانی سے حکومت کی جا سکے مگر تیسرے خاندان سے پہلے یہ شہر رائج دہانی نہیں بنا اور چھٹے خاندان سے پہلے اس کا نام "ممفس" نہیں ہوا ۔ اس لفظ کے معنی بھی سفید دیواروں کے

شہر کے ہیں۔

پہلے دو خاندانوں نے چار سو برس کے لگ بھگ حکومت کی۔ دوسرے خاندان کا خاتمہ ایک اور فاتح کے ہاتھ سے ہوا۔ یہ مصر کے دکھن کے کسی ملک سے آیا تھا۔ اس کا مصری نام خای خانموئی تھا اسی فرعون سے تیسرا خاندان شروع ہوتا ہے اس کا اسٹیچو بھی مل گیا ہے۔ اسی زمانے سے فرعونوں کو خاص اہتمام سے دفن کرنے کا رواج شروع ہوا۔ اور یہی رواج اہرام مصری کی تعمیر کا سبب بنا۔ تیسرے خاندان کی بادشاہی غالباً ۲۹۸۰ ق م سے شروع ہوئی۔

اس زمانے میں مصر خوب آباد تھا خوب ترقی پر تھا۔ بردی کاغذوں پر لکھنے کا رواج ہو گیا تھا۔ حکومت بہت منظم تھی۔ ملک کو ضلعوں میں بانٹ دیا گیا تھا اور حکومت کے تمام اختیارات خود فرعون کے ہاتھ میں تھے۔

فرعون کو اپنے پورے راج کی دیکھ بھال کرنی پڑتی تھی بچپن ہی سے آنے بادشاہی کے لئے تیار کیا جاتا تھا وہ اپنے باپ کی حکومت میں بھی بڑا حصہ لیتا تھا۔ شاید اس کا وزیر اعظم بھی ہوتا تھا۔ اس کی تخت نشینی دھوم دھام سے ہوتی تھی۔ اور تیس برس حکومت کر چکنے کے بعد وہ اپنی جوبلی بھی مناتا تھا

خای خانموئی کا بیٹا بھی بڑا بہادر اور حوصلہ مند تھا۔ اس کا نام ازیریس تھا اس نے نوبیا کا علاقہ فتح کر کے مصر میں شہنشاہی کی داغ بیل ڈال دی تھی۔

تیسرے خاندان کا خاتمہ فرعون اسنیفرو پر ہوا۔ مگر یہ فرعون بھی معمولی بادشاہ نہ تھا۔ اس نے جزیرہ نما سینا کو فتح کر کے مصر کی سرحدیں شمال میں بہت آگے بڑھا دی تھیں۔ اس نے سمندری بیڑا بھی بنایا تھا۔ جو لبنان سے قیمتی لکڑی لاتا تھا۔ اس کے زمانے میں امیروں کے مقبرے اینٹ سے نہیں بلکہ پتھر سے بنائے جانے لگے تھے۔

غالباً اس فرعون کے کوئی لڑکا نہیں تھا۔ لڑکی ہی تھی اور وہی تخت مصر کی وارث قرار پائی تھی اس کی شادی خوفو سے ہوئی تھی اور شادی ہی کی وجہ سے خوفو فرعون بنا تھا۔

خونو، جو تھے خاندان کا بانی تھا۔ اس کا زمانہ دو سبب سے اہم سمجھا جاتا تھا پہلا سبب یہ ہے کہ خونو نے مذہبی پیشواؤں سے جھگڑا کیا اور انکے اختیارات اور جائدادوں پر دست درازی کی۔ دوسرا سبب یہ ہے کہ خونو نے جیزہ (مصر) میں بھی بڑا ہرم بنایا، جو دنیا کے سات عجائبات میں گنا جاتا ہے اور جس کا حال آگے بیان کیا جائیگا۔ خونو کا زمانہ ۲۸۹۸ سنہ سے ۲۸۷۵ ق م تک ہے۔

خونو کا بیٹا خفرا، اور پوتا منقرع، یہ دونوں بھی اپنے اپنے وقت پر فرعون ہوئے اور انہوں نے بھی خونو کے ہرم کے پاس اپنے اپنے ہرم بنائے، مگر ان کے ہرم پہلے ہرم سے بہت چھوٹے ہیں ان اہراموں کے پاس ہی ابوالہول کا بت ہے۔ نہیں معلوم تینوں فرعونوں میں سے کس نے بنایا ہے۔

ایک انقلاب

معلوم ہوتا ہے شاہی خاندان اور مذہبی پیشواؤں میں جو جھگڑا پیدا ہوا تھا اس نے شاہی کو مٹا ڈالا۔ اور پانچواں خاندان جب شروع ہوا تو مذہبی پیشوا غالب تھے۔ اس خاندان کے زمانے میں جنوبی مصر کے دیوتا، را کے بڑے مہنت کو یہ رتبہ مل گیا

اسی خاندان کے زمانے میں سلطنت کے عہدے بھی شاہی خاندان کے ہاتھ سے نکل گئے، اور درباری نوابوں کے خاندانوں میں موروثی بن گئے تھے اس واقعے کو صدیوں بعد آنے والی جاگیرداری کا سنگ بنیاد سمجھنا چاہیئے۔

اسی خاندان کے دور میں مصر کے پاس بحر روم اور بحر احمر میں جنگی بیڑے تھے پڑوسی ملکوں سے تجارت ہوتی تھی نوبیا میں بھی جنگی مہمیں بھیجی گئی تھیں۔ اسی شاہی خاندان نے سب سے پہلے تجارت کے ذریعہ دولت حاصل کرنے کا دستور جاری کیا تھا لیکن اس دور میں درباری امیروں کی طاقت بہت بڑھ گئی تھی جس نے آخر کار بادشاہی ہضم کرلی

چھٹا خاندان سیتی اول سے شروع ہوتا ہے۔ یہ شاہی نسل سے نہ تھا۔ بلکہ فرعونوں کے محلات کا شاید داروغہ تھا کسی نہ کسی طرح خود فرعون بن بیٹھا تھا اس نے ۵۱ برس حکومت کی۔ اس کے بیٹے سیتی دوم کے بارے میں خیال کیا جاتا ہے کہ چورانوے برس فرعون رہا۔ مگر اس کے مرتے ہی خانہ جنگی اور طوائف الملوکی شروع ہوگئی۔ بہت سے نواب خود مختار بن گئے اور اپنے اپنے علاقوں میں بادشاہی کرنے لگے اس زمانے میں مصر کا پایہ تخت ممفس نہیں۔ بلکہ وسطی مصر کا ایک شہر ہرکلوپولیس تھا۔

ایک نیا دور

ساتویں آٹھویں نویں دسویں خاندانوں کے فرعون کوئی بڑا کام نہ کرسکے۔ ملک میں ابتری پھیلی رہی یہاں تک کہ خیبس کے ایک نوابی گھرانے نے کروٹ لی۔ اور گیارھویں خاندان کی حکومت قائم کردی خیبس ایک معمولی شہر تھا۔ ایک چھوٹے سے راجہ کا پایہ تخت تھا مگر اب اس کا ستارہ چمکا اور ایک ہزار سال تک مصر پر حکومت کرتا رہا بارھواں خاندان ۲۰۰۰ سے ۱۸۸۰ ق م تک شان و شوکت سے حکومت کرتا رہا۔

اس خاندان کے بانی امنیہیت اوّل نے فرعون کی پرانی مطلق العنانی اور تاج کی برتری پھر سے قائم کردی مصر دو سو برس تک اس خاندان کی بدولت خوشحال رہا۔ اسی زمانے میں مصری فوجوں نے شام پر چڑھائی کی تھی۔ اس کے فرعونوں نے صرف جنگی میدانوں میں اپنے سورما ہونے کا ثبوت نہیں دیا۔ بلکہ ملک کو بھی ترقی دینے کی کوشش کرتے رہے۔ جنوبی مصر میں دریائے نیل کا پانی پھیلا کر بڑی بڑی زمینوں کے سیراب کرنے کا بندوبست کیا اور فیوم کی جھیل میں پانی کا بہت بڑا خزانہ بنا کر ایک نیا ہرا بھرا صوبہ پیدا کردیا۔ اس خاندان نے نوابوں کی قوت بھی ختم کردی اور تمام اختیارات کا تنہا مالک فرعون کو بنا دیا۔

مگر یہ زبردست خاندان جس نے

مصر کا سراد نچا کر دیا تھا ایک ملکہ پر آکر ختم ہوگیا۔ ساتھ ہی ملک میں خانہ جنگی پھیل گئی اس تباہی کی تکمیل ہیکسوس حملے نے کر دی

مصر پر ایک نیا حملہ

مصر پر پہلے دو دفعہ باہر کے ملکوں سے وحشی لوگوں نے حملے کئے اور اپنی حکومتیں قائم کیں۔ مگر مصر تمدن و تہذیب کا مالک تھا، اس لئے دونوں حملہ آور بادشاہ اور اُن کے خاندان مصری رنگ میں رنگ گئے۔ بلکہ یہ کہنا چاہیئے کہ مصری بن گئے ان کے بعد مصر پھر آزاد ہوگیا۔ اور مدتوں اُس کے اپنے فرعون بادشاہی کرتے رہے۔

لیکن حضرت عیسیٰ کے پیدا ہونے سے اٹھارہ سو برس پہلے مصر پر ایک وحشی قوم ٹوٹ پڑی، اس قوم کے سامنے مصری ٹھہر نہ سکے۔ کیونکہ اوّل تو آپس میں پھوٹ پڑی ہوئی تھی۔ بہت سے نواب تھے اور ہر نواب اپنی بادشاہی جمانے کی فکر میں تھا پھر حملہ آور قوم ایسے حربوں اور سامانوں سے لیس ہو کر آئی تھی کہ مصری مقابلہ نہیں کر سکتے تھے۔

حملہ کرنے والے اپنے ساتھ گھوڑے اور رتھ لائے تھے۔ مصر کے باشندوں کے لئے یہ دونوں چیزیں بالکل نئی تھیں مصری اب تک نہ گھوڑوں سے کام لینا جانتے تھے اور نہ رتھوں سے پھر دشمن سے لڑتے کیونکر؟ انہیں ہتیار رکھ دینے پڑے۔ اور مصر غلامی کا شکار ہوگیا۔

اس فاتح قوم کو ہیکسوس کہا جاتا ہے۔ یہ شاہی نسل سے تھی اور اکثر مورخوں کے بقول یہ لوگ عرب کے بدوی تھے جو قحط سالی کی وجہ سے مصر کے تر و تازہ ملک میں گھس آئے تھے۔ ان کے سردار کا نام سالاتیس تھا۔ فتح کے بعد یہی شخص، مصر کا فرعون بنا۔

ہیکسوس کا حملہ بے پناہ تھا۔ انہوں نے بڑے بڑے شہروں اور عبادت خانوں کی اینٹ سے اینٹ بجادی قتل عام کیا۔ اور مفتوح عورتوں اور بچوں کو غلام بنا ڈالا۔ لیکن جلد ہی فاتحوں کا غصہ

ٹھنڈا پڑ گیا۔ جنگلی پن سے بھی انہیں شرم آنے لگی۔ مصری تہذیب انہوں نے اختیار کرلی۔ مصریوں کے لئے مندر بھی بنائے۔ اور ملکی آدمیوں کی طرح حکومت کرنے لگے۔

معلوم ہوتا ہے ہیکسوس مصریوں کو ہر طرح خوش کرنا اور اپنے پہلے ظلموں کی یاد ان کے دلوں سے مٹا دینی چاہتے تھے یہی وجہ ہے کہ فاتح ہونے پر بھی ہیکسوس اپنے رہن سہن اور شاید دین و مذہب میں بھی مصری بن گئے تھے مصر کی پرانی راج دھانی ممفس کو جسے پہلے ڈھا چکے تھے۔ انہوں نے اپنا پایہ تخت بنالیا۔ اسی قدر نہیں۔ انہوں نے کئی مصری نوابوں کو اپنے اپنے علاقوں میں حکومت کرنے کا حق بھی دیدیا تھا۔ یہ مصری نواب، فاتحوں کو خراج دیا کرتے تھے۔

حضرت یوسفؑ اور فرعون

قرآن شریف کے بیان۔ اور اسلامی شاعری اور توریت و انجیل کے بیانات اور مصری آثار قدیم کی تصویروں اور کتبوں اور مصر کی نئی تحقیقات کے مجموعے کو سامنے رکھنے سے حسب ذیل نتائج پیدا ہوتے ہیں۔

(۱) حضرت یوسفؑ کے جد اعلیٰ حضرت ابراہیمؑ پہلے نمرود کی حکومت بابل سے تعلق رکھتے تھے اور پھر بابل سے ہجرت کر کے ملک شام میں آگئے تھے۔ اُن کے ایک بیٹے حضرت اسحاقؑ شام میں تھے۔ اور دوسرے بیٹے حضرت اسمٰعیلؑ حجاز میں تھے اور حضرت ابراہیمؑ دونوں ملکوں میں آتے جاتے رہتے تھے۔

(۲) حجاز میں رہنے والی عرب قوم جو ہیکسوس کہلاتی تھی اور جس کے سردار کا نام سالاتیس تھا۔ حضرت اسمٰعیلؑ کی نسل میں تھی اور اُس نے گھوڑوں اور رتھوں کی فوج لے جا کر مصر فتح کر لیا تھا اور مصلحت ملکی کے سبب مصریوں کا مذہب اور تمدن بھی اختیار کر لیا تھا اور ہیکسوس خاندان کے فرعون کہے جاتے تھے۔ گویا حضرت ابراہیمؑ کے بیٹے

حضرت اسمٰعیلؑ کی اولاد مصر پر حکومت کرتی تھی۔ اور حضرت اسحاقؑ کی اولاد شام میں حکومت کرتی تھی۔

(۳) حضرت یعقوبؑ ملک شام کے شہر کنعان میں رہتے تھے اور وہ حضرت اسحاقؑ کی نسل میں تھے اور ملک شام کبھی اسحاقؑ کی اولاد کے قبضے میں رہتا تھا اور کبھی فرعون مصر کے قبضے میں چلا جاتا تھا۔

(۴) حضرت یعقوبؑ کا نام اسرائیل تھا۔ اور اُن کی اولاد بنی اسرائیل اور یہودی کہلاتی ہے حضرت یعقوبؑ کے بارہ بیٹے تھے۔ اور حضرت یوسفؑ اور بن یامین ایک ماں سے سگے بھائی تھے۔ اور باپ چھوٹی بیوی کے چھوٹے لڑکوں سے زیادہ محبت کرتے تھے۔ جس پر بڑے بھائیوں کو حسد ہوا اور انہوں نے حضرت یوسفؑ کو شکار کا بہانہ کر کے جنگل کے ایک کنوئیں میں ڈال دیا۔ اور کنوئیں سے نکال کر ایک قافلہ اُن کو مصر میں لے گیا اور غلام بنا کر بیچ ڈالا۔ اور فرعون کے وزیر عزیز مصر نے اُن کو خرید لیا عزیز مصر کی بیوی زلیخا یوسفؑ پر عاشق ہوگئی اور جب یوسفؑ نے زلیخا کی محبت کا حسب منشا جواب نہ دیا تو زلیخا نے یوسفؑ پر بہتان لگا کر اپنے خاوند سے یوسفؑ کی شکایت کی۔ اور عزیز مصر نے اُن کو جیل میں ڈال دیا۔

(۵) فرعون نے ایک خواب دیکھا۔ جس کی تعبیر کوئی نہ بتا سکا اور یوسفؑ نے تعبیر بتا دی جس سے خوش ہو کر فرعون نے یوسفؑ کو وزارت دیدی اور زلیخا کے شوہر کی جگہ یوسفؑ کو مل گئی۔ اور یوسف پورے مصر کے وزیر اعظم ہو گئے۔

(۶) قحط کے سبب ملک شام سے حضرت یعقوبؑ نے اپنے بیٹوں کو غلہ لانے کے لئے مصر بھیجا اور یوسفؑ نے اپنے بھائیوں کو پہچان لیا۔ اور سیاسی حکمت کے ساتھ اپنے چھوٹے بھائی کو بھی مصر میں بلا لیا۔ اور آخر فرعون کی اجازت سے یوسفؑ نے اپنے والد حضرت یعقوبؑ کو بھی مصر میں بلا لیا اور ان کا پورا خاندان اور۔ ان کی قوم کے اکثر افراد مصر میں آگئے اور اُن کو مصر کا ایک اچھا علاقہ رہنے کیلئے

دیا گیا۔

(۷) حضرت یوسفؑ کے کام سے فرعون اس قدر خوش تھا کہ فرعون نے اپنے مورث اعلےٰ سالاتیس کا نام بطور خطاب کے اُن کو دیا تھا۔

(۸) جب حضرت یعقوبؑ مصر میں آئے تو حضرت یوسفؑ نے ان کو فرعون سے بھی ملایا۔ فرعون نے یعقوبؑ کی عمر پوچھی تو یعقوب نے اپنی عمر ایک سو تیس برس کی بتائی

(۹) مصر کے قدیمی حکمراں خاندان نے ہیکسوس (اسمٰعیلی عرب) خاندان کی حکومت سے بغاوت کی۔ اور طویل خوں ریزی کے بعد ہیکسوس خاندان کی حکومت جاتی رہی اور قدیمی خاندان پھر برسر اقتدار ہو گیا۔

(۱۰) حضرت یعقوبؑ کی اولاد چونکہ ہیکسوس (اسمٰعیلی عرب) نسل سے تعلق رکھتی تھی اور ہیکسوس نے ان کو مصر میں لاکر آباد کیا تھا اس لئے نئی حکومت نے یہودیوں کو غلام بنا لیا۔ اور ان کو اپنے وطن ملک شام میں واپس جانے سے روک دیا۔

(۱۱) فرعون منفتاح کے باپ رام سیس دوم کے زمانے میں حضرت موسیٰؑ پیدا ہوئے۔ اس وقت بنی اسرائیل کی تعداد چھ لاکھ تھی۔ اور فرعون ڈرتا تھا کہ یہ قوم بغاوت نہ کر دے۔ اس لئے اس نے حکم دیدیا تھا کہ بنی اسرائیل کے ہاں جو لڑکا پیدا ہو قتل کر دیا جائے۔ حضرت موسیٰؑ پیدا ہوئے تو ان کی ماں نے قتل کے خوف سے ان کو صندوق میں ڈال کر نیل دریا میں بہا دیا۔ صندوق کو فرعون کی بیوی نے نکال لیا۔ اور بچے کو بیٹا بنا کر پالا۔ اور جب موسیٰ جوان ہوئے تو انہوں نے اپنی برادری کے ایک یہودی کی حمایت میں ایک مصری کو مار ڈالا جو فرعون کی نسل میں تھا۔ قصاص کے ڈر سے موسیٰ مصر سے بھاگ گئے اور حضرت شعیبؑ کے ہاں پناہ لی۔ شعیب نے اپنی بیٹی کی شادی موسیٰؑ سے کر دی اور جب موسیٰؑ نے سُنا کہ فرعون مر گیا ہے اور اور اس کا بیٹا منفتاح فرعون ہوا ہے تو وہ مدین سے رخصت ہو کر اپنی بیوی اور بھائی ہارون کیساتھ مصر میں آئے۔

راستے میں طور پہاڑ ملا۔ جہاں خدا نے ان کو پیغمبری دی اور معجزات دیئے۔

(۱۲۱) موسیٰ نے فرعون کو بنی اسرائیل کا عقیدہ قبول کرنے کی دعوت دی اور یہ بھی درخواست کی کہ وہ اپنی قوم کو مصر سے شام میں لے جائیں۔ فرعون نے کوئی بات نہ مانی تو موسیٰ نے مصر سے تین کوس دور جاکر گائے کی قربانی کی اجازت چاہی۔ تاکہ مصریوں کی دل آزاری نہو جو گائے کی پوجا کرتے تھے۔

یہ سن کے فرعون نے بہت سے جھگڑوں کے بعد مجبور ہو کر اجازت دے دی اور موسیٰ قربانی کرنے کے بعد اپنی قوم کو شام کی طرف لے چلے۔ فرعون نے یہ خبر سنی تو وہ فوج لیکر تعاقب میں آیا۔ موسیٰ اپنی قوم کے ساتھ دریا عبور کر کے نکل گئے۔ اور فرعون دریا عبور کرتے وقت ڈوب کر مر گیا۔

آگے جاکر حضرت یوسف اور فرعون کے مفصل حالات بیان کئے جائیں گے اور حضرت موسیٰؑ اور ان کی قوم اور فرعون منفتاح کے حالات بھی وضاحت اور تفصیل کے ساتھ لکھے جائیں گے۔ کچھ مصری تاریخوں سے اور کچھ توریت اور قرآن مجید سے یہاں تو صرف خلاصہ لکھا گیا ہے۔

سامری

اس سلسلے میں یہ بات بھی لکھنی ضروری ہے کہ سامری ایک قوم کا نام تھا اور جس سامری نے حضرت موسیٰ کی قوم کو بچھڑے کے بت کی پوجا کرائی تھی وہ سامری قوم کا کوئی آدمی تھا اور غالباً سامری قوم مصری ہندوؤں کے بجاریوں یا فہیتوں سے تعلق رکھتی تھی اور یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ یہ قوم کسی فرعون کے دور میں کسی خودسری یا بغاوت کے سبب معتوب ہو گئی تھی اور اس قوم کو بھی بنی اسرائیل کی طرح فرعون نے غلام بنا لیا تھا اور یہ قوم بھی بنی اسرائیل کے ساتھ مصر سے حضرت موسیٰ کی ہمراہی میں بھاگی تھی۔ اور جب فرعون اور اس کے خاندان والے ڈوب گئے اور بنی اسرائیل اپنے ملک شام کے علاقے میں آ گئے تب حضرت موسیٰؑ طور پہاڑ پر توریت لینے گئے اور وہاں جاکر حضرت موسیٰؑ نے

چلہ کیا اور اپنی نیابت میں اپنے بھائی ہارون کو چھوڑ گئے تھے۔ سامری قوم کے لیڈر نے حضرت موسیٰؑ کی عدم موجودگی میں بنی اسرائیل کو اپنا تابعدار بنانے کے لئے مصری عقائد کی موافق بچھڑے کے بت کی پوجا کرادی اور اس کے بعد وہ قصہ پیش آیا جس کا تذکرہ قرآن مجید کے حوالے سے اوپر کیا گیا ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ کی بددعا کے بعد سامری اپنی قوم کو لے کر ملک شام سے وسط ایشیا میں آیا اور یہاں اس نے ایک شہر آباد کیا جس کا نام ہری رکھا جو بعد میں ہرات کے نام سے مشہور ہوا۔ اور ہرات سے سامری اپنی قوم کو لے کر ہندوستان میں آیا اور یہاں اس نے گوند اور بھیل وغیرہ قدیمی باشندوں کو مار مار کر جنگلوں اور پہاڑوں میں بھگا دیا اور ہندوستان میں اپنی قومی حکومت قائم کرلی اور مصر کے قدیمی فرعون کے نام سے ایک کتاب شریعت منوسمرتی تیار کی اور چار ذاتیں قائم کردیں جس کا تفصیلی بیان کتاب کے آخری صفحات میں کیا جائیگا۔

مصر کی سرحدیں فرات تک

امنہوتپ کے بعد تھوتھمیس فرعون ہوا یہ امنہوتپ کا داماد تھا۔ اس کی تخت نشینی مصر کی آزادی کے چالیس برس بعد ہوئی تھی تھوتھمیس زبردست فرعون ثابت ہوا اور فتوحات کے لئے اٹھا اور قوموں اور ملکوں کو روندتا ہوا دریائے فرات تک پہونچ گیا یہ پہلا فرعون تھا جس نے اپنا جھنڈا فرات پر جاکر گاڑا۔ مگر تھوتھمیس کی یہ یلغار ایک آندھی تھی کہ آئی اور نکل گئی اس نے مفتوح علاقوں کا نہ کوئی انتظام کیا، نہ حفاظت ہی ضروری سمجھی۔ معلوم ہوتا ہے فرعون نے یہ عظیم الشان مہم صرف اس لئے سر کی تھی کہ اپنا نام سب فرعونوں سے اونچا کردے۔ چنانچہ اس نے اپنی اس فتح کے یادگاری کتبے میں یہ لکھا کہ میں نے مصر کی سرحدیں سورنج سے جاکر فرات تک بڑھا دیں۔ مصر میں واپس آکر تھوتھمیس نے ملک کا انتظام بہت اچھا کیا۔ ہر طرف امن وامان پھیل گیا۔ اور رعایا خوشحالی سے زندگی بسر

کرنے لگی۔ مگر تھوتھمیس نے آنکھ بند کرتے ہی کچھ اور ہی ظاہر ہوئی۔ وجہ یہ تھی کہ فرعون کی معمولی بیویوں سے تو دو لڑکے یا ایک لڑکا اور ایک پوتا تھا، مگر اصلی ملکہ سے ایک لڑکی ہی تھی۔ دونوں لڑکوں کے نام بھی تھوتھمیس ہی تھے۔ اور لڑکی کا نام "ہت شی پشت" تھا۔ فرعون نے تخت کا وارث اسی لڑکی کو قرار دیا تھا اور اس کی شادی چھوٹے تھوتھمیس سے کر دی تھی معلوم ہوتا ہے فرعون اپنے بڑے بیٹے سے ناخوش تھا اور چاہتا تھا کہ چھوٹے بیٹے یا پوتے کو جو اس کا داماد بھی تھا، حکومت ملے۔

لیکن یہ عجیب بات ہوئی کہ فرعون کی خواہش کے خلاف اس کا بڑا لڑکا تھوتھمیس دوم کے نام سے تخت پر بیٹھ گیا۔ مگر اسکی قسمت میں دو تین برس سے زیادہ حکومت کرنی نہ تھی اس کے مرتے ہی تھوتھمیس اوّل کی بیٹی ہت شی پشت فرعون بن گئی یہ واقعہ ۱۵۰۱ ق م کے لگ بھگ کا ہے۔

مصر کی زبردست ملکہ

ہت شی پشت عورت ضرور تھی، مگر کسی بات میں بھی زبردست مردوں سے کم نہ تھی۔ وہ بیوہ ضرور تھی، مگر اُس نے جیتے جی اپنے شوہر کو نہ ابھرنے دیا۔ نہ حکومت ہی میں اس کا ساجھا منظور کیا۔ مصر کی تاریخ میں اس ملکہ کی شان بڑی عجیب ہے۔ مصر میں کسی عورت کا فرعون بنا جانا بالکل نئی اور انوکھی بات تھی۔ پہلے کبھی ایسا نہیں ہوا تھا۔ فرعون ہمیشہ مرد ہی ہوتے تھے فرعون کے نام کے ساتھ عورت کا خیال بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ مرد فرعون کا خیال اس قدر دلوں میں بیٹھ گیا تھا کہ خود ہت شی پشت کی یادگاروں اور اسٹیچوؤں میں اُسے مصنوعی ڈاڑھی کے ساتھ دکھایا گیا ہے۔ دیکھئے اس ملکہ کی تصویر۔

ہت شی پشت نے بیس برس حکومت کی۔ اس کے زمانے میں کوئی لڑائی نہیں ہوئی۔ کیونکہ مصر کی تمام سرحدیں محفوظ تھیں اور دور دور تک مصر کا رعب چھایا ہوا تھا۔ ملکہ کی حکومت نے رعایا کو امن چین دیا تھا۔ دولت کی بہتات ہو گئی تھی۔ ملک بھر میں خوشحالی پھیلی ہوئی تھی

ملکہ کا ایک کارنامہ یہ بھی ہے کہ اس نے ایریٹیریا اور سومالی لینڈ میں دو مہمیں بھیجیں ایک خشکی سے دوسری سمندر سے یہ دونوں مہمیں سراسر دوستانہ اور تاجرانہ تھیں۔ لڑائی کی دھمکی کی ان میں ذرا جھلک تک نہ تھی اگلے وقتوں میں ایریٹیریا اور سولی لینڈ حتیٰ کہ یمن تک سے مصر کا تجارتی تعلق تھا۔ مگر مدتوں سے یہ رشتہ ٹوٹ چکا تھا۔ اور ان ملکوں میں کوئی مصری بھی نہیں گیا تھا۔ ملکہ کی دونوں مہمیں بہت زیادہ کامیاب ہوئیں۔ اور ان ملکوں کی بہت سی قیمتی پیداوار اور مال اپنے ساتھ لائیں۔ ملکہ نے ان مہموں کی تصویریں تھیبس کے سامنے دیر البحری میں اپنے شاندار مندر کی دیواروں پر بنوا دیں جو آج تک موجود ہیں

مصر کا نپولین!

ملکہ غالباً ۱۴۷۹ ق م میں دنیا سے رخصت ہوئی۔ اور اس کا شوہر تھوتھمیس سوم فرعون بنا اس بادشاہ کو ہی مصر کا نپولین کہہ سکتے ہیں۔ کیونکہ اس کے کارنامے نپولین سے بہت ملتے جلتے ہیں۔

تھوتھمیس سوم بہت ہی زبردست بادشاہ تھا۔ اس کی عظمت سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ ملکہ ہت شی پشت کس پائے کی عورت تھی۔ ملکہ اگر اپنے اولوالعزم شوہر سے بھی بڑی شخصیت کی مالک نہ ہوتی تو اسے بیس برس اپنی کڑی قید میں نہ رکھ سکتی۔ یہ بات نہیں ہے کہ تھوتھمیس سوم اپنی بیوی کا عاشق تھا۔ اور محبت نے اسے غلام بنا دیا تھا۔ تھوتھمیس کو اپنی بیوی سے محبت نہیں۔ نفرت تھی ثبوت یہ ہے کہ اس کے مرتے ہی تھوتھمیس نے اس کی یادگاریں مٹانی شروع کر دیں تھوتھمیس چاہتا تھا کہ ملکہ کا نام تمام دلوں سے اس طرح دور ہو جائے جیسے ملکہ کبھی تھی ہی نہیں۔

تھوتھمیس سوم کو اپنی ملکہ سے جلن کتنی ہی زیادہ ہو۔ مگر اس میں شک نہیں کہ یہ فرعون مصر کے تمام اگلے پچھلے فرعونوں سے کہیں زبردست کہیں مدبر کہیں اونچا تھا۔ اس فرعون میں جتنی عقل تھی اتنی ہی عمل کی طاقت بھی تھی۔ اس کی نگاہ بہت دور پہنچتی تھی اور وہ اپنے ارادوں اور

فیصلوں میں اٹل تھا یہ واقعہ ہے کہ اس فرعون نے مصر کو اس بلندی پر پہونچا دیا تھا کہ نہ پہلے کبھی اُسے نصیب ہوئی تھی نہ بعد میں کبھی نصیب ہوئی۔

ملکہ کے مرتے ہی ۱۴۷۹ ق م میں تھوتھمیس کی فوجیں، مصر کی سرحد پر پہنچ گئیں اور اس کے بعد فلسطین کے شہر غزہ پر قبضہ کر لیا۔ یہ دن فرعون کی تاج پوشی کی بائیسویں سالگرہ کا تھا۔ مگر فرعون نے کوئی جشن نہیں کیا۔ اور یلغار جاری رکھی۔

دراصل شام میں رہنے والی سامی قوموں نے ایک بڑا جتھا بنا لیا تھا۔ اور مصر پر حملہ کرنا چاہتی تھیں۔ فرعون کو خبر مل چکی تھی، اور وہ ان قوموں کی پوری طاقت کو چکنا چور کر ڈالنا چاہتا تھا۔

سامی (شامی) قوموں کی فوجیں مگدو میں جمع تھیں۔ یہ پہاڑی علاقہ تھا اور اسے سر کرنا بہت مشکل تھا۔ یہاں پہونچنے کے دو ہی راستے تھے۔ ایک بڑا راستہ جو فوجوں کے چلنے کے لئے قدرتی راستہ تھا اور دوسرا تنگ راستہ جو ایک ایسے درّے سے گذرتا تھا جس سے ایک ساتھ دو چار ہی آدمی پار ہو سکتے تھے۔ شامی سپہ سالار کو یقین تھا کہ دشمن چھوٹے راستے سے آ ہی نہیں سکتا اسی لئے سپہ سالار نے بڑا راستہ روکنے کے لئے سب فوج بڑے راستے پر جمع کر دی تھی۔

مگر تھوتھمیس سوم نے نپولین کی طرح دو زبانی کا ثبوت دیا۔ اس نے تنگ درّے ہی سے حملہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ کیونکہ اچھی طرح جانتا تھا کہ شامیوں کی طاقت اس راستے پر نہ ہوگی۔ تھوتھمیس نے اپنی جنگی کونسل کے سامنے یہ نقشہ پیش کیا تو اس کے سپہ سالاروں نے بڑی مخالفت کی۔ اور کہا اس درّے میں جانا موت کے منھ میں جانا ہے اس پر تھوتھمیس کو جوش آگیا، اس نے نیام سے تلوار نکال لی اور قسم کھا کر کہا میں اسی درّے سے جاؤں گا۔ جسے مرنا ہو وہ پیچھے آئے جسے جان پیاری ہو واپس چلا جائے۔ بڑے راستے سے حملہ کرے۔

اس بہادرانہ اعلان نے فوج میں آگ لگا دی۔ اور وہ اپنے سورما بادشاہ کے ساتھ

روانہ ہو گئی۔

دشمن کو خبر بھی نہ ہوئی اور پوری مصری فوج دُرّے سے گذر کر مگدّو کے سامنے آگئی۔ دشمن نے یہ دیکھا تو ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے جلدی جلدی فوج جمع کی گئی۔ مگر آپ کیا ہو سکتا تھا۔ اس پر بھی شامی جان توڑ کر لڑے۔ لیکن ہار گئے۔ تھوتھمیس کو بیشمار مال غنیمت ملا۔ اور دور دور کے سرداروں نے اطاعت قبول کر لی۔

تھوتھمیس کو بڑی بھاری فتح ہوئی تھی۔ مگر اس نے کافی نہ سمجھی اور یلغار کرتا ہوا لبنان کی ترائی تک پہنچ گیا۔ یہاں بھی ہر طرف کے سرداروں نے آکر وفاداری کی قسم کھائی۔

اب تھوتھمیس نے یہ کیا کہ جو سردار لڑے تھے یا جن سے آیندہ شرارت کا اندیشہ تھا۔ انہیں برطرف کر دیا اور اپنی پسند کے نئے سردار مقرر کر دیئے۔ اسی قدر نہیں بلکہ فرعون نے حکم دیا کہ تمام سردار اپنے لڑکوں کو تھیبس کے شاہی کالج میں تعلیم حاصل کرنے کے لئے بھیجا کریں۔ فرعون چاہتا تھا کہ اس کی شہنشاہی میں جتنے بھی ماتحت حاکم ہوں سب کے مصر کے رنگ میں رنگ جائیں اور مصر کے طرفدار بن جائیں اور مصر کے ماتحت ہونے پر فخر کریں۔ اور اپنی اپنی قوموں کو بھی ایسا ہی بنا دیں۔ یورپین شہنشاہی کا بھی یہی اصول ہے کہ مفتوحوں کو اپنے رنگ میں رنگ دینے کی کوشش کی جاتی ہے۔ مگر آج سے ساڑھے تین ہزار برس پہلے مصری فرعون یہ اصول سمجھ چکے تھے۔

چھ مہینے بعد فاتح تھوتھمیس اپنے پایۂ تخت تھیبس میں واپس آیا۔ اس کے ساتھ بڑی دولت بھی آئی۔ اور ہزاروں غلام بھی آئے۔

اس عظیم الشان فتح کے بعد بھی شام میں بعض مخالف ریاستیں باقی رہ گئیں۔ تھوتھمیس نے انہیں مغلوب کرنے کی یہ صورت نکالی کہ ایک زبردست بیڑا بنایا۔ اور مصری فوجیں سمندر کے راستے سے لے جا کر شام میں اتار دیں۔ یہ حملہ پوری طرح کامیاب ہوا۔ اور سارے شام و فلسطین پر مصر کی حکومت قائم ہو گئی۔

تھوتھمیس کی آخری مہم آٹھویں مہم تھی۔ اس طرح وہ طوفان کی طرح اٹھا۔ اور دیکھتے دیکھتے

دریائے فرات کے اُس پار پہونچ گیا۔ تھوتھمیس اول بھی دریائے فرات تک پہونچا تھا۔ مگر تھوتھمیس سوم نے اس سے بھی بڑا کام کیا۔ یہ فرعون دریا کو بھی عبور کر گیا۔ لیکن اس کارروائی میں تھوتھمیس سوم کی غرض بھی محض اپنی شہرت اور بڑائی تھی، ورنہ فرات کے اس پار بڑھنے کا وہ ارادہ نہ رکھتا تھا۔

یہ عجیب بات ہے کہ تھوتھمیس سوم نے اپنی پھیلی ہوئی سلطنت کا انتظام تقریباً اسی طرح کیا تھا جس طرح ہندوستان میں برطانیہ نے کیا تھا۔ مصری سلطنت میں بھی دیسی ہی ریاستیں اور جوڑے تھے جن سے فرعون خراج وصول کرتا تھا۔ بہت سی ریاستوں میں مصری ریزیڈنٹ رہتے تھے اور ان کے فرائض وہی تھے جو ہندوستانی ریاستوں میں انگریز ریزیڈنٹوں کے ہوتے تھے۔ سرحد کے اہم مقامات پر مصری فوجیں رہتی تھیں، اور بعض علاقے براہ راست فوجی گورنروں کے انتظام میں تھے۔ تھوتھمیس سوم نے مصر کی شہنشاہی، دریائے فرات سے نوبیا کی آخر حدوں تک پہنچادی تھی جس کی عظمت کا اندازہ اس واقعہ سے بھی ہو سکتا ہے کہ اسیریا کے بادشاہ نے اس کے دربار میں سفارتیں بھیجی تھیں اور اپنے احترام و محبت کا پیغام دیا تھا۔

تھوتھمیس نے کل چون برس حکومت کی۔ بیس برس تک وہ برائے نام فرعون تھا۔ کیونکہ اس کی ملکہ ہت شپ سُت حکومت پر قابض تھی۔ فرعون کی اصلی حکومت تینتیس برس رہی۔ یہ مدت بھی کم نہیں ہے بشرطیکہ تمام میں اس کا انتقال ہو گیا۔

خونخوار فرعون

اُسکے بعد اب تھوتھمیس کا بیٹا امن ہوتپ دوم تخت نشین ہوا۔ بوڑھے فرعون کی موت کا حال سنتے ہی شام کے سرداروں نے بغاوت کر دی، مگر نیا فرعون اپنے باپ کا سپوت نکلا۔ باپ کی موت پر تیس دن بھی نہیں گزرے تھے کہ امنہوتپ نے باغیوں کو کچل ڈالنے کے لئے دھاوا بول دیا

اور چند ہی ہفتوں میں انہیں ہرا کر تیبس میں واپس آگیا۔ مگر بہت جلالی شان کے ساتھ کہ اُس کی شاہی کشتی دیواروں پر ساٹھ زندہ باغی رئیس اُلٹے لٹکے ہوئے تھے فرعون نے ان میں سے چھ کو امن کے مندر میں دیوتا پر بھینٹ چڑھا دیا! واقعی بڑی بے رحمی کا کام تھا، مگر ملک گیری اور بے رحمی کا ہمیشہ ساتھ رہا ہے۔

امنہوتپ بھی اپنے باپ کی طرح زبردست فرعون تھا۔ اس کی پہلی ہی جنگی مہم اس طرح پر ہوئی کہ تمام مخالف تھرا اُٹھے اور پھر کبھی کسی کو سر اٹھانے کی ہمت نہ ہوئی۔ یہ زمانہ مصر کا سنہری زمانہ تھا۔ ہر طرف امن و امان پھیلا ہوا تھا اور ملک بڑی تیزی سے ترقی کر رہا تھا۔

امنہوتپ مرا تو اس کا لڑکا تھوتھمیس چہارم فرعون بنا۔ اپنے بادشاہ کو اپنے پورے زمانے میں صرف ایک دفعہ فوج کشی کرنی پڑی، کیونکہ پچھلے فرعون مصر کو بہت طاقتور بنا گئے تھے، اور دنیا بھر میں کوئی طاقت بھی ایسی نہ تھی جو مصر پر چڑھائی کرنے کا خواب بھی نہ دیکھ سکتی۔

تھوتھمیس چہارم کے زمانے میں ایک ایسا واقعہ بھی پیش آیا۔ جیسا نہ پہلے کبھی مصر میں ہوا تھا اور نہ دنیا کے کسی اور ملک میں یہ واقعہ سیاسی شادی کا تھا۔ فرعون نے صرف سیاسی مصلحتوں سے بادشاہ میتان کی لڑکی سے شادی کا پیام دیا۔ اور شادی ہو بھی گئی۔ دنیا میں یہ پہلی سیاسی شادی تھی۔

تھوتھمیس چہارم کے بعد اس کا بیٹا امنہوتپ سوم بادشاہ ہوا۔ اس بارے میں اختلاف ہے کہ نئے فرعون کی ماں کون تھی؟ بادشاہ میتان کی لڑکی یا کوئی اور عورت؟ بہرحال یہ شخص ۱۴۱۱ ق م میں مصر کے تخت پر بیٹھا۔ اور بڑے اطمینان و شان سے حکومت کرتا رہا۔

امنہوتپ سوم کے زمانے میں مصر کا شاہی خزانہ اس قدر مالا مال تھا کہ کبھی پہلے نہ ہوا تھا کسی سے لڑائی بھی نہیں ہوئی۔ فرعون تمام جنگی اور انتظامی فکروں سے آزاد تھا۔ اسی لئے اسے موقع مل گیا کہ

علوم و فنون اور آرٹ کو ترقی دے اس کے اور اس کے بیٹے کے زمانے کی بہت سی اہم دستاویزیں مل چکی ہیں۔ اور ان کا ترجمہ بھی ہو چکا ہے۔ یہ دستاویزیں تل العمران میں دفن تھیں اور اسی مقام کے نام سے مشہور ہیں۔

امنہوتپ سوم کے زمانے بھی سیاسی شادیاں ہوئیں۔ فرعون نے شاہ میتان نی کی ایک اور شاہزادی سے شادی کی۔ شاہ بابل کے بادشاہ کی لڑکی سے بھی نکاح کیا اور اپنی لڑکی بھی شاہ بابل کے ولی عہد سے بیاہ دی۔ میتان نی بابل اور مصر کے بادشاہ آپس کی خط و کتابت میں ایک دوسرے کو میرا بھائی لکھتے تھے مگر یہ واقعہ ہے کہ مصری بھائی بہت بڑا اور خطرناک تھا!

امنہوتپ سوم کی شان و شوکت اس کی یادگاروں سے ظاہر ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ فرعون ملک کے انتظام اور سیاسی جوڑ توڑ میں ویسا مستعد نہ تھا جیسے مستعد اس کے بزرگ تھے۔ اس کی زندگی تو عیش سے گذر گئی۔ مگر مطمئن کو اس کے بیٹے کے زمانے میں ناحق سزا بھگتنی پڑی۔

انقلابی فرعون

امنہوتپ کا یہ بیٹا ۱۳۷۵ ق م میں تخت نشین ہوا اور ۱۳۵۸ ق م تک حکومت کرتا رہا۔ اس کا نام امنہوتپ چہارم تھا۔ مگر اس نے اپنا نام بدل کر اخناتون قرار دیا۔ اسی نام سے وہ آج بھی مشہور ہے۔

اخناتون نے ایک بڑا مذہبی انقلاب مصر میں برپا کیا تھا، جس کا حال آگے کے ایک باب میں بیان کیا جائیگا۔ اسی لئے سلطنت سنبھال نہ سکا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ شام و فلسطین پر بیرونی حملہ آور ٹوٹ پڑے اور خود مصر میں بڑی ابتری پھیل گئی۔

اخناتون موت کے وقت تیس برس سے زیادہ عمر کا نہ تھا۔ اس کے بعد اس کے دو داماد باری باری تخت پر بیٹھے۔

دوسرے داماد کا نام توتاخ، آتون تھا۔ مگر فرعون بنتے ہی اس نے اپنا نام بدل لیا۔ اور توتاخ امن رکھا۔ یعنی اس نے اپنے خسر کے مذہبی انقلاب کا خاتمہ کر دیا اور پرانا مصری مذہب

دوبارہ قائم کر دیا۔ اخناتون نے اپنے دیوتا "اتون" کی پرستش ضروری ٹھہرائی تھی۔ "توتانخ" امن نے مصر کے قدیم دیوتا امن کی پرستش بحال کر دی، ساتھ ہی امن کے مندر کے مہنتوں کے وہ تمام اختیارات و امتیازات بھی انہیں واپس دیدیے جو اس کا خسر ضبط کر چکا تھا۔

"توتانخ" امن نے یہ بھی کوشش کی کہ مصر کی پرانی شہنشاہی پھر زندہ ہو جائے۔ مگر حالت اس قدر بگڑ چکی تھی کہ فرعون کچھ نہ کر سکا۔

"توتانخ" امن کے بعد ایک اور فرعون ہوا۔ اس کا نام "آئی" تھا مگر یہ فرعون جب ۱۳۵۰ ق م میں مرا تو اٹھارواں شاہی خاندان بھی ختم ہو گیا۔ وہ خاندان جس نے مصر کو دنیا کا سب سے زیادہ بڑا، سب سے زیادہ مہذب، سب سے زیادہ جنگی، سب سے زیادہ فاتح، سب سے زیادہ خوشحال ملک بنایا تھا۔ مصر کی پرانی تاریخ میں یہ اٹھارواں خاندان ہمیشہ یادگار رہیگا۔ اور اس کے کارناموں کا آخر دنیا تک چرچا باقی رہے گا۔ فرعون "آئی" کے مرنے پر تخت کا کوئی وارث موجود نہ تھا اس لئے ہوریم ہب فرعون بن گیا۔ یہ شخص شاہی خاندان سے نہیں تھا محض ایک عہدہ دار تھا اس نے اخناتون کا نیا مذہب بھی قبول نہیں کیا تھا اور پرانے مذہب ہی کا پابند تھا۔ اس پر اخناتون اور اس کے بعد کے دونوں فرعون اس عہدہ دار کو مانتے اور چاہتے رہے کیونکہ اس کی قابلیت اور سوجھ بوجھ کا کوئی اور آدمی مصر میں موجود نہ تھا۔ پھر فوج بھی اس شخص کی طرفدار تھی۔ اور مذہبی پیشوا بھی ان حالات میں اس کا بادشاہ بنجانا تعجب کی بات نہیں ہے۔

ہوریم ہب نے تخت پر قدم رکھتے ہی بڑی محنت سے مصر کی سیاسی و انتظامی حالت درست کرنی شروع کر دی۔ فساد عام ہو چکا تھا۔ حکومت کی چولیں ڈھیلی ہو چکی تھیں۔ ہوریم ہب نے سب کچھ ٹھیک کر دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ اس شخص نے مصر کو یقینی تباہی سے بچا لیا۔

۱۳۱۸ ق م میں ہوریم ہب چل بسا۔ اور اس کی وصیت کے مطابق رامسیس اول فرعون بنایا گیا جو مصر کے شاہی خاندان

سے تھا۔ مگر اس کی قسمت میں بھی بادشاہی نہ تھی۔ ایک دو سال حکومت کر کے مر گیا۔ لیکن عقلمند تھا۔ ڈرا کہیں تخت، خاندان کے ہاتھ سے نکل نہ جائے۔ اس لئے اپنے جیتے جی ہی اپنے بیٹے سیتی کو بادشاہی میں شریک بنا لیا تھا۔ اس کارروائی کا نتیجہ یہ ہوا کہ ۱۳۲۱ ق م میں سیتی اول کی گزر بسر کے فرعون مان لیا گیا۔

سیتی نے اپنے آپ کو لائق فرعون ثابت کیا۔ ولی عہدی کے زمانہ ہی میں وہ ایک جنگی مہم لے کر نوبیا گیا تھا اور کامیاب واپس آیا تھا۔ فرعون بننے پر اس نے فلسطین کا رُخ کیا اور میدان پر میدان مارتا ہوا لبنان کے پہاڑ کی ترائی میں پہونچ گیا۔ ایک دفعہ پھر مصر کی قسمت جاگ اٹھی، اس کا رعب ہر طرف پھیل گیا۔ بہت سے بادشاہوں نے اطاعت قبول کر لی۔ پڑوس کی بعض طاقتور حکومتوں سے دوستانہ معاہدے ہو گئے۔

ایک اور بڑا فرعون

سیتی نے بیس برس سلطنت کی اور درصرف دو دفعہ ایشیا پر چڑھائی کی۔ اس کی توجہ زیادہ تر ملک کو ترقی دینے میں صرف ہوئی۔ ۱۳۰۱ ق م میں مرنے سے پہلے اپنے بڑے بیٹے کو ولی عہد بنا دیا تھا مگر منجھلے بیٹے نے تخت پر قبضہ کر لیا فرعون رام سیس دوم کے نام سے مشہور ہے اس رام سیس کا مزاج عجیب و غریب تھا۔ بلند حوصلہ تھا۔ بڑے بڑے کام کرنے چاہتا تھا اپنی بڑائی پر مرتا تھا۔ کسی اور کی بڑائی دیکھ نہ سکتا تھا۔ بادشاہ بنتے ہی اس نے اپنے بڑے بھائی کے تمام اسٹیچو تڑوا ڈالے، یا انہیں اپنی صورت کا بنوا دیا۔ اب تک بعض ایسی یادگاریں موجود ہیں، جن سے اس واقعے کا ثبوت ملتا ہے۔ اس طبیعت کا آدمی نچلا نہیں بیٹھ سکتا۔ فرعون ہوتے ہی رام سیس نے فیصلہ کر لیا کہ مصر کی پرانی سلطنت پھر سے زندہ کر کے رہیگا۔ اور لڑائیوں پر لڑائیاں شروع کر دیں۔

اس وقت مصر کا سب سے بڑا حریف حیثیوں کا بادشاہ تھا۔ رام سیس نے اس

سے بہت لمبی اور خوفناک لڑائی لڑی۔ مگر اسے زیر نہ کر سکا۔ گو رام سیس کا دعویٰ یہی رہا کہ دشمن کو ہرا چکا ہے حیثیون کے بادشاہ کے نہ ہارنے کا سب سے بڑا ثبوت خود وہ معاہدہ ہے جو اس بادشاہ اور رام سیس میں جنگ ختم ہونے پر ہوا تھا۔ مصر کے فرعون پہلے بھی ایک دو معاہدے کر چکے تھے مگر یہ معاہدہ یہ صحیح معنی میں پہلا معاہدہ ہے جو دنیا کی دو حکومتوں میں ایک طرح سے سوا تین ہزار برس پہلے ہوا تھا۔ یہ معاہدہ اب تک محفوظ ہے۔ اور بہت بڑی تاریخی اہمیت رکھتا ہے ذیل میں اس کا لفظی ترجمہ پیش کیا جاتا ہے۔

میں ختاسار حیثیون کا بادشاہ آج مصر کے شاہ اکبر رام سیس کے ساتھ عہد کرتا ہوں کہ ہم دونوں میں میل ملاپ ہمیشہ ہمیش جاری رہے گا اور یہ کہ مجھ سے معاہدہ کرنے والا بادشاہ بھی ہمیشہ ہمیش کے لئے آپس میں امن اور میل ملاپ باقی رکھنے میں میرا ساتھ دیگا۔ جیسا کہ میرے بھائی مورو، حیثیون کے بڑے بادشاہ کے زمانے میں تھا جس کی موت کے بعد میں بادشاہ ہوا ہوں اور اپنے باپ کے تخت پر بیٹھا ہوں

"ہمارے اس معاہدہ کی رو سے مصر کا ملک اور حیثیون کا ملک یہ دونوں ملک ہمیشہ ہمیش کے لئے ایک دوسرے کے ساتھ امن و اتحاد سے رہیں گے۔

"اس لئے حیثیون کا بادشاہ مصر پر کبھی کوئی حملہ نہیں کریگا اور مصر کا بڑا بادشاہ رام سیس، حیثیون کے ملک پر کبھی کوئی حملہ نہیں کریگا۔ اور میں اس منصفانہ سمجھوتے کی پیروی کروں گا۔ جو حیثیون کے سب سے بڑے سردار سابلل کے زمانے میں ہوا تھا اور اس عادلانہ سمجھوتے کی پیروی کروں گا جو میرے باپ مورا سار کے زمانے میں ہوا تھا اور یہ کہ مصر کا شاہ اکبر رام سیس بھی اسی طرح پیروی کرے گا۔

"ہم دونوں اقرار کرتے ہیں کہ اس معاہدے کی پابندی کرینگے اور اس وقت سے عدل و انصاف کے کاموں پر چلیں گے اور جب رام سیس کے ملک پر دشمن حملہ کرینگے تو رام سیس پر لازم ہوگا کہ حیثیون کے بادشاہ

کو خبر بھیجے، تاکہ حیثیون کا بادشاہ پہنچ جائے اور مصر کے بادشاہ کی قوت میں شامل ہو جائے۔

حیثیون کے بادشاہ پر لازم ہے کہ مصر کے شاہ اکبر کے بلاوے پر دوڑ پڑے، اور اگر حیثیون کا بادشاہ خود جانا نہ چاہے، تو اپنی پیدل فوج اور رتھ سوار فوج بھیجدے تاکہ شاہ مصر کے دشمنوں سے لڑے۔

اور جب رام سیس اپنی رعایا کے کچھ لوگوں پر غصہ ہو تو حیثیون کے بادشاہ پر اس کی مدد کرنی لازم ہوگی۔

"اور اگر کسی دشمن نے حیثیون کے ملک پر حملہ کیا تو بادشاہ پر لازم ہوگا کہ شاہ مصر کو خبر بھیجدے کہ وہ اپنی فوج لاکر حیثیون کے بادشاہ کے دشمنوں سے لڑے اگر رام سیس خود آسکے کا ارادہ کرے تو ختاسار کے دشمنوں سے لڑے گا۔ اور اگر خود نہ آئے تو اس پر لازم ہوگا کہ اپنی پیدل اور رتھ سوار فوجیں بھیجے جو اس کے اتحادی بادشاہ کے دشمنوں سے لڑیں گی۔

اور اگر حیثیون کے بادشاہ کے چاکروں میں سے کوئی گروہ اس سے شرارت کرے تو رام سیس پر لازم ہوگا کہ ان شریروں کی سرکوبی میں حیثیون کے بادشاہ کی مدد کرے

اور جب ملک مصر کے بادشاہ کے کچھ باشندے ہجرت کریں، تو حیثیون کے بادشاہ پر لازم ہوگا کہ انہیں اپنے ملک میں بسنے نہ دے بلکہ مصر کے شاہ اکبر رام سیس کے پاس انہیں واپس کردے اور جب ختاسار کی زمین سے بعض استاد کاریگر، ملک مصر میں کسی کام سے چلے بھی جائیں تو رام سیس پر لازم ہوگا کہ انہیں مصر میں بسنے نہ دے بلکہ انہیں ان کے اصلی ملک میں واپس بھیجدے

"یہ بات چیت، جو چاندی کی تختی پر لکھی گئی ہے جنگ و جہاد کے ایک ہزار دیوتاؤں اور دیویوں کی بات چیت ہے، جن میں مصر کے دیوتا اور دیویاں بھی شامل ہیں بے شک اس بات چیت کی پابندی ہم پر سب پر لازم اور واجب ہے۔

"اس بات چیت کے گواہ ہیں ست جو نوب کا دیوتا ہے اور ست جو خیتا کا دیوتا اور ست جو شہرارنا کا دیوتا ہے اور ست جو

جو شہر تو سورونتا کا دیوتا ہے اور ست جو شہر حلب کا دیوتا ہے اور ست جو شہر لڑ (پرہا نہیں جاتا) اور ست جو شہر سربینا کا دیوتا ہے اور (گواہ ہیں) السرتا جو ملک ختیا کا اور جزیرہ تاخرا کا اور کدرش کا دیوتا ہے اور شہر اخن اور شہر تسائی اور ملک ختیا کی ندیوں کا دیوتا ہے اور (گواہ ہیں) ملک کارزواتانا کی دیویاں اور امن اور را اور ست اور سب جنگی دیوتا اور دیویاں اور سمندر اعظم اور ہوا اور بادلوں کے تمام دیوتا اور دیویاں گواہ ہیں۔

یہ بات چیت جو چاندی کی تختی پر لکھی گئی ہے ملک ختیا اور ملک مصر کے بارے میں ہے جو کوئی اس کے مضمون کی پابندی نہ کرے تو ملک ختیا کے ایک ہزار دیوتا اور ملک مصر کے ایک ہزار دیوتا اس کے گھر، جائداد اور نوکر چاکر پر ٹوٹ پڑیں اور جو کوئی تختی پر کی بات چیت کے مضمون کی پابندی کرے چاہے وہ ختیا کا ملک ہو یا مصر کا ملک تو اس سے ملک ختیا کے ایک ہزار دیوتا اور ملک مصر کے ایک ہزار دیوتا چاہت کریں۔ اور اس کا گھر، جائداد، اور نوکر چاکر بھی سلامت رہیں

اور اگر مصر سے ایک آدمی یا دو آدمی یا تین آدمی بھاگ جائیں اور شاہ ختاسار کے پاس آئیں۔ تو شاہ پر لازم ہے کہ انہیں قبول نہ کرے۔ بلکہ انہیں رام سیس کے پاس بھیجدینے کا حکم صادر کردے اور جو کوئی بھی رام سیس کے پاس بھیجا جائیگا۔ اُسے اس کے جرم پر سزا نہ دی جائیگی۔ اور نہ اس کے گھر کو اور نہ اُس کی عورت کو، اور نہ اُس کی اولاد کو اُجاڑا جائیگا۔ اور نہ اس کی ماں کی جان لی جائے گی۔ اور نہ اس کی دونوں آنکھوں پر مار پڑیگی اور نہ اس کے منہ پر مار پڑیگی۔ اور نہ اس کے دونوں پیروں پر مار پڑیگی۔ اور نہ اس پر کوئی تہمت لگائی جائے گی۔

" اور اگر ختیا کے ملک سے ایک آدمی یا دو آدمی یا تین آدمی بھاگ جائینگے اور رام سیس مصر کے بادشاہ کے پاس پہونچیں گے تو اس بادشاہ پر لازم ہے کہ

انہیں شاہ خیتا کے پاس واپس بھیجنے کا حکم دیدے۔ اور جس کو یہ بادشاہ خیتا کے بادشاہ کے پاس بھیجیگا۔ اُسے اُس کے جرم کی سزا نہ دیجائیگی۔ اور نہ اس کے گھر کو، اور نہ اس کی عورت کو اور نہ اس کی اولاد کو اجاڑا جائیگا اور نہ اس کی ماں کی جان لی جائیگی۔ اور نہ اُس کی دونوں آنکھوں پر مار پڑیگی۔ اور نہ اس کے دونوں پیروں پر مار پڑیگی۔ اور نہ اس پر کوئی تہمت لگائی جائے گی"۔

مصریات کے سب سے بڑے ماہر مرحوم احمد کمال پاشا کے عربی ترجمے سے یہ اُردو ترجمہ تیار کیا گیا ہے اور اصل کے ٹھیک مطابق ہے۔

چاندی کی جس تختی پر معاہدہ لکھا ہوا ہے اس کے بیچ میں دیوتا ست کی تصویر ہے اور اس صورت سے ہے کہ دیوتا شاہ ختاسار سے معانقہ کر رہا ہے اس تصویر کے گرد یہ عبارت لکھی ہے "اے خدا آسمان اور زمین کے مالک خیتیون کے شاہ اکبر ختاسار کے اس معاہدے کو دوام بخشدے"۔

اور واقعی یہ معاہدہ دائمی ثابت ہوا کیونکہ دونوں ملکوں میں پھر کبھی لڑائی نہیں ہوئی!

رام سیس نے شاہ ختاسار کی بڑی لڑکی سے شادی بھی کرلی تھی۔ اس واقعے کا ذکر فرعون نے اپنے ایک کتبے میں بڑے ہی فخر سے کیا ہے اور اپنی بڑائی جتانے کے لئے لکھا ہے۔ کہ خود شاہ ختاسار اپنی لڑکی لے کر مصر آیا۔ اور "آفتاب مصر" کے حضور میں اسے پیش کیا رام سیس نے اپنی اس بیوی کا بڑا اعزاز کیا۔ اور اس کا نام "آفتاب کا حسن دیکھنے والی" رکھا۔ آفتاب سے اس کی مراد خود اپنی ذات ہے!

اس میں شک نہیں کہ رام سیس دوم زبردست فرعون تھا اور اس نے مصر کا نام بہت اونچا کر دیا تھا۔ لیکن اس کے کارنامے اتنے نہیں ہیں جتنے اس نے اپنے کتبوں میں لکھے ہیں۔

رام سیس دوم نے تقریباً نوے برس

کی عمر پائی۔ اُس کی اولاد بھی بہت زیادہ تھی جنگی مہموں کا جوش ختم ہو جانے پر اس کی زندگی، مجہولیت اور بے کاری میں گذری۔ شاید اس نے خیال کیا کہ بہت سے جھوٹے سچے کارناموں کا مالک بن چکا ہوں۔ اس لئے اب عیش و آرام کے مزے لوٹنے چاہئیں۔

فرعون موسےٰ

رام سیس دوم کے بعد اُس کا بڑا بیٹا منفتاح فرعون ہوا۔ یہ خود بوڑھا ہو چکا تھا۔ تخت نشینی کے وقت اس کی عمر ستر برس سے کم نہ تھی۔ مگر یہ مدت سے عملاً حکومت کر رہا تھا۔ کیونکہ جب سے بڑھاپے نے اس کے باپ رام سیس کو بے کار کر دیا تھا۔ تو یہی اُس کا نائب السلطنت تھا۔ اور کہا جا سکتا ہے کہ رام سیس کی حکومت نے اپنے آخری زمانے میں جو کچھ کیا اس کا اصلی ذمہ دار یہی منفتاح تھا۔

مورخوں میں اختلاف ہے۔ مگر اکثر مورخوں کی مدلل رائے یہ ہے کہ منفتاح ہی فرعون موسیٰ تھا۔ مگر یہ بحث ایک الگ باب میں لکھی جائیگی جس میں حضرت موسیٰ اور بنی اسرائیل اور فرعون کے جھگڑوں کی تفصیل ہوگی۔ یہاں تو مختصر حالات لکھے جاتے ہیں۔

مصر کے لئے یہ زمانہ خطرناک تھا۔ لیبیا میں ایک نئی طاقتور اور لڑاکا قوم پیدا ہوئی تھی۔ یہ افریقہ کی کوئی قوم نہ تھی بلکہ یورپین نسل سے تھی، کیونکہ اس کے بال سفید تھے۔ رنگ گورا تھا۔ آنکھیں نیلی تھیں۔ شاید بحر متوسط کے جزیروں سے یہ لوگ ہجرت کر کے لیبیا میں جمع ہو گئے تھے۔

اس وقت مصر میں ایک زبردست فرعون کی ضرورت تھی۔ لیکن بوڑھے فرعون کے مرنے پر بوڑھا فرعون تخت پر بیٹھا تھا۔ شاید اسی واقعے نے لیبیا والی قوم کو ہمت دلائی کہ مصر پر چڑھ آئے اور وہ چڑھ آئی۔

حملہ کرنے والی قوم کے بادشاہ کا نام ماریو تھا۔ یہ اپنی فوج لے کر مصر پر آندھی

کی طرح ٹوٹا اور سیلاب کی طرح بے روک ٹوک بڑھتا ہوا ملک کے اندر تک چلا آیا یہ واقعہ منفتاح کی تخت نشینی کے چوتھے یا پانچویں سال کا ہے۔

خوفناک دشمن کی یلغار کا حال سُنکر بوڑھا فرعون بہت پریشان ہوا۔ پچاس برس سے مصری فوج نے کوئی لڑائی نہیں لڑی تھی اور جنگی جوش سے خالی ہو چکی تھی۔ لمبے امن کا نتیجہ نکلا تھا کہ وہی مصری جو پہلے جنگی میدانوں کے گیت جھوم جھوم کر گایا کرتے تھے۔ اب فوجی زندگی کو ذلیل زندگی سمجھنے لگے تھے مگر فرعون کو دشمن سے مقابلہ کرنا ہی تھا مصری دستاویزوں میں لکھا ہے کہ جب دشمن فوجیں بہت آگے بڑھ آئیں تو فرعون نہایت برہم ہوا۔ اس نے اپنے فوجی افسروں کو جمع کیا۔ اور اُن کے سامنے تقریر کی۔ تقریر کا ترجمہ نیچے دیا جاتا ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہو جائیگا کہ فرعون کسقدر مغرور تھا۔ اور اپنے آپ کو انسانوں سے بہت اونچا جانتا تھا۔

فرعون کی تقریر

"میں ابھی تمہیں تمہارے مالک کا فرمان سنانے والا ہوں! اور میں تمہیں یہ سبق دیتا ہوں کہ میں ہی وہ شاہانہ ذات ہوں، جس سے تمہیں رزق پہنچتا ہے۔ میں اپنے سب دن اسی بات کی تلاش میں گزارتا ہوں جس سے تمہاری بھلائی ہو۔ میں تمہارا باپ ہوں۔ بتاؤ تم میں کوئی ایسا باپ ہے۔ جو میری طرح اپنے بچوں کو زندہ رکھتا ہو؟ تم بطوں اور ہنسوں کی طرح تھرتھرا رہے ہو۔ تم نہیں جانتے کون سا کام کرنا اچھا ہے۔ تم میں سے کوئی بھی دشمن کو جواب نہیں دے رہا ہے اور ہمارا ملک اس قدر بے طاقت ہو گیا ہے کہ تمام قوموں کو اس پر حملہ کرنے کی جرأت ہو گئی ہے۔ وحشی لوگ سرحد کو پائمال کر رہے ہیں باغی لوگ روز ہمارے ملک کی حرمت توڑ رہے ہیں

ہر ایک اس پر ڈاکہ ڈال رہا ہے دشمن ہماری بندرگاہوں کو تباہ کر رہے ہیں مصر میدانوں میں وہ گھس آئے ہیں۔ اگر کسی ہر ندی کا کنارہ مل جاتا ہے تو وہاں رک جاتے ہیں دنوں بلکہ مہینوں ٹھہرے رہتے ہیں اور وہ ہمارے ملک پر ایسی بڑی تعداد میں ٹوٹ پڑے ہیں جیسے سانپ اور کیڑے مکوڑے، اور کسی میں یہ طاقت نہیں کہ انہیں مار کر بھگا دے۔ یہ بدات اور بدقسمت جو موت سے چاہت رکھتے ہیں، اور زندگی سے بیر کرتے ہیں، ان کے دلوں میں یہ خیال بیٹھا ہوا ہے کہ ہمیں مٹانے کے مزے اڑائینگے۔ دیکھو وہ اپنے سردار کے ساتھ آگئے ہیں۔ اور اس ملک کی زمین پر سانس لے رہے ہیں۔ جس پر اپنا پیٹ بھرنے کے لئے حملہ کر چکے ہیں وہ مصر میں اسی لئے گھسے ہیں کہ اپنی روزی پائیں۔ اور ان کا منصوبہ ہے کہ ہمیشہ کے لئے یہاں جم جائیں۔ مگر میرا فیصلہ یہ ہے کہ انہیں ان کے پیٹوں پر ہونے کی حالت میں اسی طرح دبوچ لوں جس طرح مچھلی دبوچ لی جاتی ہے۔ ان کا سردار محض ایک کتا ہے۔ ایک ذلیل شیطان۔ ایک دلوانہ یاد رکھو وہ پھر کبھی اپنی جگہ پر بیٹھ نہ سکیگا!"

اس جوشیلی تقریر کے بعد فرعون نے اعلان کیا کہ دشمن کے مقابلے میں اپنی فوجوں کی کمان خود کریگا، اور حملے کی تاریخ بھی مقرر کر دی۔

فرعون کی تقریر سے فوجی افسروں میں تو گرمی پیدا ہو گئی، مگر سوال یہ تھا کہ ستر برس کا بڈھا بھوس بادشاہ، سپہ سالاری کر بھی سکتا ہے؟ معاملہ بڑا نازک تھا۔ فرعون اپنی فوجوں کی کمان کرے تو لڑائی کی ہولناکیاں جھیلنے کی اپنے دل میں طاقت کہاں سے لائے؟ اور کمان نہ کرے تو فوج میں سرفروشی کی ہمت کیسے پیدا ہو؟ لیکن یہ مشکل ایک "خواب" نے دور کر دی۔

مصری دستاویزوں میں لکھا ہے کہ

فرعون رات کو سو رہا تھا کہ دیوتا فتاح اُس کے آگے ظاہر ہوا اور بڑے جلال سے فرمانے لگا۔

"ٹھہر جا اے شخص! کم ہمتی اور ڈر اپنے دل سے دور کر دے۔"

فرعون نے دیوتا سے عرض کی۔

"تو پھر میں کیا کروں"؟

دیوتا نے فوراً جواب دیا۔

"دشمن کے سامنے اپنی پیدل فوج بھیجدے۔ اور اس پیدل فوج کے آگے آگے بہت سی رتھ سوار فوج آگے بڑھا دے۔"

فرعون نے دیوتا کے "حکم" کے سامنے سر جھکا دیا! اتفاق کی بات یہ ہوئی کہ ماریو نے اپنے حملے کی جو تاریخ مقرر کی تھی، کسی وجہ سے اُس تاریخ پر حملہ نہ کر سکا اور مصری فوج نے جو فرعون کے خواب پر ایمان لا چکی تھی۔ اچانک جان توڑ کر دھاوا بول دیا۔ دشمن کے خیال میں بھی نہ تھا کہ مصری حملہ کریں گے۔ حملہ دیکھ کر لیبیا کی قوم کا بادشاہ اپنا سب کچھ چھوڑ کر بھاگ نکلا۔ اس کا بچنا مشکل تھا۔ اگر رات نہ ہو گئی ہوتی۔ وہ اندھیرے گھپ میں پیدل ہی نکل کھڑا ہوا۔ مصریوں نے بھگوڑے بادشاہ کی کل چھاؤنی لوٹ لی۔ چھ ہزار تین سو اُنسٹھ دشمن سپاہی مارے گئے۔ اور چھ بڑے جنرل بھی کھیت رہے۔ ہزاروں قیدی بھی ہاتھ آئے جنہیں فرعون نے اپنے اُن سپاہیوں میں بانٹ دیا جنھوں نے لڑائی میں اپنی بہادری کا ثبوت دیا تھا۔

یہ بڑی فتح تھی حالانکہ اتفاقیہ حاصل ہوئی تھی۔ فرعون منفتاح بڑے ہی کروفر سے اپنی راج دھانی تھیبس میں ممفس سے واپس آیا اور دربار کے شاعر نے اس موقعہ پر ایک قصیدہ پڑھا۔ جس کے بعض حصوں کا ترجمہ نیچے دیا جاتا ہے۔

"منفتاح بڑا ہی زبردست ہے"

"اُس کے منصوبے بہت ہی دانشمندانہ ہیں"

"اُس کے بول ویسا ہی فائدہ دیتے ہیں جیسے توت (دیوتا) کے۔"

"وہ جو کچھ کرتا ہے ہر طرح مکمل ہو جاتا ہے۔"

"جب اپنی فوجوں کی کمان کرتا ہے تو اس کی آواز قلعہ کی دیواروں کے پار ہو جاتی ہے۔"

"بہت مہربان ہے اُس پر، جو اُس کے سامنے کمر جھکا دیتا ہے۔"

"اُس کے بہادر سپاہیوں نے انہی لوگوں کو جیتا چھوڑا، جو اُس کی بہادری اور کس بل کے آگے ذلیل بن گئے تھے۔"

"فرعون! تھیبس میں تیری فاتحانہ واپسی مبارک ہے۔"

"تیری رتھ، ہاتھوں سے کھینچی گئی۔"

"پٹے ہوئے دشمن تیرے سامنے ذلت سے کوچ کرتے ہیں جبکہ تو انہیں لے جاتا ہے اپنے باپ کے حضور۔"

"امن کے حضور، جو شوہر ہے منفتاح کی ماں کا۔"

منفتاح نے دشمن کو شکست تو دیدی، مگر یہ شکست، فیصلہ کن نہ تھی۔ کیونکہ لیبیا میں دشمن کا پیچھا نہیں کیا گیا اس لئے پھر اُس کو تیار ہونے کا موقع مل گیا۔ لیکن ماننا پڑتا ہے کہ منفتاح کی یہ فتح بہت بڑی فتح تھی۔ اور اس فتح سے اُس کا غرور اور گھمنڈ پہلے سے کہیں زیادہ بڑھ گیا تھا۔

فرعون کا ڈوبنا

۱۲۱۵ قبل مسیح میں منفتاح حضرت موسیٰ کے مقابلے میں ڈوب کر مر گیا۔ اور حضرت موسیٰؑ کی قوم مصر سے ملک شام میں چلی گئی تو ملک میں خانہ جنگی شروع ہو گئی، اور تخت کے بہت سے دعویدار کھڑے ہو گئے آخر ۱۱۹۸ ق م میں رام سیس سوم کے نام سے ایک زبردست فرعون تخت نشین ہوا۔ گویا فرعون موسیٰ کی غرقابی کے بعد سترہ برس تک ملک میں خانہ جنگی برپا رہی۔

یہ وہ زمانہ تھا جب یونان بھی اپنے پاؤں پر کھڑا ہو چکا تھا۔ اور بحر ایجئین اور ایشیائے کوچک پر اپنا اقتدار جما رہا تھا۔

رامیسس سوم کے زمانے میں مصر پر ایک بہت بڑی آفت ٹوٹی۔ کئی طرف سے حملہ آور جرّار آئے اور ملک کی خود مختاری سخت خطرے میں پڑ گئی مگر فرعون بھی آسانی سے دب جانے والا نہ تھا۔ اُس نے مضبوط ارادے سے اور زبردست تیاریوں سے دشمنوں کا مقابلہ کیا۔ ۱۱۹۱ ق م میں گھمسان کی لڑائی ہوئی۔ فرعون نے خشکی اور تری دونوں طرف سے حملے کئے اور دشمنوں کو شکست دیدی۔

گو یہ شکست فیصلہ کن نہ تھی دشمن موقعہ پاکر پھر آسکتے تھے۔ اس لئے دور بین فرعون فلسطین کے ساحل تک یلغار کرتا ہوا گیا۔ اور اپنے دشمنوں کو بالکل ختم کر دیا۔ رامیسس سوم کے ان بحری معرکوں کی تصویریں آج تک موجود ہیں۔ اور جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانے میں سمندری لڑائیاں کس طرح لڑی جاتی تھیں۔ یہ تصویریں تاریخی، تمدنی اور جنگی لحاظ سے بہت اہم ہیں۔

رامیسس سوم کے زمانے میں مصر کو امن و خوشحالی کی نعمت ایک دفعہ پھر مل گئی۔ فرعون نے ظلم کا نام و نشان مٹا ڈالا۔ ہر زیادتی کرنے والے کو چاہے وہ شاہزادہ ہو یا بڑے سے بڑا سرکاری عہدہ دار فوراً سزا دی جاتی تھی۔ فرعون نے اپنا یہ کارنامہ بڑے ہی فخر سے خود اپنے قلم سے لکھا اور اپنی یادگار پر کندہ کرا دیا ہے۔

فرعون لکھتا ہے کہ اس نے ہر جگہ سایہ دار درخت لگا دیے ہیں اور کھلی ہوا میں کنج بھی بنوا دیئے ہیں تاکہ مسافر اور دوسرے سب لوگ چھاؤں میں بیٹھیں۔ اور آرام کریں۔ عورتوں کو پوری آزادی مل گئی ہے کہ جہاں چاہیں آئیں جائیں۔ کسی کی مجال نہیں کہ انہیں چھیڑے۔ اُن کی توہین کرے، انہیں بری نگاہ سے دیکھے۔ مصری فوج کے پردیسی سپاہی چھاؤنیوں میں رکھے جاتے ہیں۔ ان پر اتنی کڑی نگرانی ہے کہ باہر نکل ہی نہیں سکتے۔

شہری باشندوں کو ان کی زیادتیوں سے ہمیشہ کے لئے چھٹکارا مل گیا ہے۔

آگے چل کر فرعون لکھتا ہے "میں نے ہر بدقسمت آدمی کی بدقسمتی دور کر دی ہے میں نے ہر کمزور کو زبردست کے ظلم سے نجات دیدی ہے! اور میں نے ہر شخص کے لئے خود اس کے گھر میں آرام و اطمینان کا پورا پورا سامان کر دیا ہے۔"

فرعون کیخلاف سازش

رام سیس سوم نے اپنے ملک کو سکھ دیا۔ مگر خود سکھی نہ تھا۔ بڑھاپے میں اُس کے خلاف سازش کی گئی اور سازش کرنے والے خود اس کے اپنے چہیتے تھے۔ یعنی اُس کا بیٹا اور ایک بیوی۔

سازش کرنے والی بیوی شاہی نسل سے نہ تھی اس لئے اس کا لڑکا فرعون نہیں بن سکتا تھا۔ لہٰذا اُس نے اپنے سوتیلے لڑکوں کو جو تخت کے جائز وارث تھے محروم کرنے کے لئے اپنے شوہر کے خلاف ایک سازش کھڑی کی جس میں اس کے لڑکے کے علاوہ بہت سے شہری عہدہ دار فوجی افسر اور مذہبی پیشوا شریک ہو گئے۔

تجویز یہ تھی کہ فرعون کو جادو کے زور سے یا کسی اور طرح مار ڈالا جائے اس غرض کے لئے ایک بڑے جادوگر کو بھی سازش میں شریک کر لیا گیا۔ جادوگر نے کہا کہ وہ فرعون پر منتر چلائیگا۔ اور فرعون بہت بُری موت مر جائیگا۔ مگر اُسے بعض کتابوں کی ضرورت تھی۔ جلد ہی پتہ لگا لیا گیا کہ یہ کتابیں شاہی کتب خانے میں موجود ہیں۔ جادوگر رات کے اندھیرے میں چھپکر فرعون کی محل میں گھس گیا اور کتابوں کی مدد سے اُس نے کچھ موم کے پتلے بنائے کچھ پتلوں کے بارے میں اس کا دعویٰ تھا کہ ان کے اثر سے فرعون کی بیویاں اپنے شوہر کی دشمن بن جائیں گی۔ باقی پتلوں کی نسبت اُس نے

کہا کہ فرعون کے دماغ کو خراب کر ڈالینگے وہ بیابانوں میں بھاگ جائیگا اور سر پھوڑ کر مر جائیگا۔

یہ کچھ بھی نہ ہوا۔ بلکہ اس سازش کا بھانڈا پھوٹ گیا۔ اور تمام مجرم پکڑ لئے گئے فرعون نے اس نازک اور جذباتی موقعہ پر بھی اپنے آپ کو سنبھالے رکھا۔ چاہتا تو سب کو مروا ڈالتا۔ مگر اُس نے یہ کیا کہ بارہ جج خاص اسی مقدمے کا فیصلہ کرنے کے لئے مقرر کر دیئے اور اُن سے کہا جو لوگ بیخطا ثابت ہوں انہیں چھوڑ دیا جائے اور جن کا قصور نکلے انہیں قانون کے مطابق سزائیں دی جائیں۔

شاہی دستاویزیں ظاہر کرتی ہیں کہ اس سازش کے جرم میں خاص عدالت نے چھ عورتوں اور چالیس مردوں کو موت کی سزا دی سب سے زیادہ سخت سزا خود فرعون کے لڑکے اور اس کے خاص سازشی دوستوں کے حصے میں آئی۔ شاہی دستاویزیں فرعون کے بیٹے اور خاص ساتھیوں کے بارے میں صرف اس قدر کہتی ہیں کہ وہ اپنی موت مر گئے۔ مگر اس دستاویز کے معنی اب سمجھ میں آسکتے ہیں کیونکہ فرعون کے اس لڑکے کی لاش ویرالجری میں مل گئی ہے۔

جس تابوت میں لڑکے کی لاش رکھی گئی ہے وہ بالکل سادہ ہے صرف سفید روغن اس پر چڑھا ہوا ہے۔ اور کوئی تحریر اس پر موجود نہیں ہے۔ مصر میں لاش کو ممی کرنے سے پہلے آنتیں نکال کر پیٹ صاف کر دیا کرتے تھے مگر اس لاش کی آنتیں بھی نکالی نہیں گئی ہیں۔ لاش پر کچے شورے کی موٹی تہہ چڑھی ہوئی ہے اور اس وجہ سے لاش دیکھنے میں بڑی گھناؤنی معلوم ہوتی ہے۔ ہاتھ پاؤں مضبوط رسیوں سے جکڑے ہوئے ہیں اور اینٹھ بھی گئے ہیں۔ گویا ناقابل برداشت تکلیف میں مبتلا ہے۔ پیٹ ابھرا ہوا ہے۔ معدہ آگے نکل کر گنبد

بن گیا ہے سینہ اکڑا ہوا ہے۔ سر پشت کی طرف جھکا ہوا ہے۔ چہرہ بہت ہی خوفناک بن گیا ہے۔ سمٹے ہوئے ہونٹ دانتوں کو دکھا رہے ہیں۔ اور منھ اس طرح کھلا ہوا ہے جیسے آخری خوفناک چیخ اس سے نکل رہی ہو۔ لاش کی مجموعی حالت سے ثابت ہوتا ہے کہ موت سے پہلے ہی شاہزادے کو بہت سخت تکلیفیں پہنچائی گئی تھیں اور شاید اُسے جیتا ہی دفن کر دیا گیا تھا! ۔ یاد رکھئے، یہ سزا فرعون نے نہیں عدالت نے دی تھی۔ اور یقیناً مصری قانون ہی کے مطابق دی ہوگی۔

مصر پر مہنت کی حکومت

رام سیس سوم کے حالات پڑھ کر حیران رہ جانا پڑتا ہے کہ وہ مصر کو بیرونی خطروں سے بچانے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ مگر اندرونی خطرے سے بچا نہ سکا۔ سازش کے واقعے کے بعد رام سیس سوم نے اپنی حکومت کے تینتیسویں سال یہ کیا کہ تمام عہدہ داروں اور فوجی افسروں کو جمع کر کے اپنے اُس بیٹے کو اپنا جانشین قرار دیدیا۔ جو تخت کا سب سے زیادہ حقدار تھا سب سے قسم لے لی کہ اُس کے بیٹے سے ویسے ہی وفادار رہیں گے جیسے کہ رام سیس سوم کے وفادار رہے تھے فرعون نے صرف وفاداری کا حلف ہی نہیں لیا بلکہ اپنے بیٹے کو عملی طور سے بھی اپنا جانشین بنا دیا۔ چنانچہ اسی وجہ سے حکومت کے سب کاموں میں بیٹا بھی باپ کا شریک رہتا تھا مگر فرعون رام سیس سوم کی یہ پیش بندی کام نہ آئی اور اُس کے خاندان کی حکومت کا اس کے بیٹے پر خاتمہ ہو گیا۔ چنانچہ مذکورہ انتظامات کے بعد رام سیس سوم صرف چار برس زندہ رہا اور اس کے بعد اس کا بیٹا بھی جلدی مر گیا۔ اور اس طرح اس شاندار خاندان کی حکومت کا خاتمہ ہو گیا۔

رام سیس سوئم کے بیٹے کی حکومت کے زمانے میں مصر کے بُت خانوں کے مہنت اور پجاری اور کاہن یعنے جادوگر وغیرہ بہت دولت مند ہوگئے تھے کیونکہ رام سیس سوئم کا بیٹا بہت بوڑھے عقیدے کا فرعون تھا۔ مندروں کے پجاریوں اور مہنتوں اور بُت خانے کے تبوں سے بہت ڈرتا تھا اس نے اتنی زیادہ نذریں مندروں میں چڑھائیں اور مہنتوں اور پجاریوں کو دیں کہ سارا شاہی خزانہ خالی ہوگیا اور مہنت اور پجاری مالا مال ہوگئے اور اسی دولت مندی کے بل پر شہر تھیبس کے بڑے مندر امن دیوتا کے بڑے مہنت نختو نے اپنی حکومت کی بنیاد رکھدی پہلے مہنت کا عہدہ موروثی نہیں ہوتا تھا مگر نختو نے یہ عہدہ موروثی بنوالیا اور اپنے خاندان کے لئے مخصوص کرالیا۔ اور فرعون کو مجبور کر کے مہنت نختو نے اپنے بیٹے کی ولی عہدی بھی منظور کرالی۔

نختو مہنت اور اس کے بیٹے کی عمریں بھی بہت بڑی ہوئیں۔ یہاں تک کہ انہوں نے اپنی زندگی میں نو فرعونوں کو تخت پر بیٹھتے اور مرتے دیکھا اور عملی لحاظ سے حکومت درحقیقت نختو اور اس کے بیٹے ہی کی تھی سب فرعون برائے نام تھے۔

بے انتظامی

مہنت نختو اور اس کے بیٹے کا اختیار بہت بڑھ گیا اور فرعونوں کے اختیارات میں کمی ہوگئی تو سارے ملک مصر میں بے انتظامی اور بے امنی پھیل گئی اور ایسی ابتری پھیلی کہ شاہی مقبروں میں بھی چوریاں ہونے لگیں۔ رام سیس چہارم نے بہت زیادہ کوشش کر کے شاہی مقبروں کے اندر کی دولت کو محفوظ کرنے اور چوروں کے ہاتھ سے بچانے کی کوششیں کی مگر اس کو پوری طرح کامیابی نہیں ہوئی۔ صرف ایک مقبرہ بی بان الملوک رام سیس کے

انتظامات سے محفوظ ہوا اور باقی سب غیر محفوظ رہے۔ یہاں تک کہ آدھے ملک مصر کا بادشاہ بن گیا ملک کے آدھے حصے میں رام سیس کی اولاد حکومت کرتی تھی اور آدھے حصے میں مہنت ہری ہر کی حکومت تھی

مہنت ہری ہر

تھیبس کے بڑے مندر امن دیوتا کے پجاری مہنت نخو اور اُس کے بیٹے نے نو فرعونوں کا زمانہ دیکھ کر دنیا کو خیرباد کہا تو نخو کا پوتا تھیبس کے بڑے مندر کا مہنت مقرر ہوا۔

مہنت ہری ہر کی بیوی فرعون کے خاندان کی تھی اس لئے ہری ہر نے اپنی بیوی کے ذریعے پورے شاہی خاندان کو قابو میں کر لیا اور مصر کی وطنی فوجوں کا اور غیر ملک کی فوجوں کا بڑا سپہ سالار بھی بن گیا۔ مہنت ہری ہر نے اپنے القاب میں شہزادے حبش کا لفظ بھی شامل کر لیا اور اس نے اپنے اسٹیچو بھی کھڑے کرائے۔ اور فرعونوں کی طرح اپنی یادگاریں بنوانی شروع کیں۔

شیشنک کی حکومت

۹۴۷ ق م میں مصر نے پھر ایک سانس لیا اور شیشنک نام کے ایک شخص نے نئی زندگی حکومت میں پیدا کرنے کی کوشش کی۔ شیشنک مصر کے پڑوسی ملک لیبیا کا رہنے والا تھا۔ شیشنک نے بہت سی غیر ملکی فوجیں بھرتی کر کے اپنی طاقت کو بڑھایا اور مصر کی پرانی شہنشاہی کا پہلا سا دبدبہ قائم کرنے کی کوشش کرتا رہا چنانچہ اسی مقصد کے لئے کئی دفعے فلسطین کی یہودی حکومت پر چڑھائیاں کیں۔ مگر ہمیشہ ان حملوں میں ناکام رہا۔ شیشنک کے خاندان کی حکومت ایک سو برس تک رہی۔ شیشنک کا خاندان مصر کا بائیسواں خاندان کہلاتا ہے۔ اس کے بعد مصر

ہیں تیئسویں اور چوبیسویں خاندانوں کی حکومتیں قائم ہوئیں مگر ان دونوں خاندانوں نے ایسا کوئی کارنامہ نہیں دکھایا جس کی بنا پر تاریخ میں ان دونوں کو کوئی اہمیت دی جاتی۔

کشتا کی حکومت

ان دونوں خاندانوں کے ختم کے بعد پچیسواں خاندان ظاہر ہوا اس کے بانی کا نام کشتا تھا جو ملک نوبہ اور حبش کی ملی جلی نسل سے تعلق رکھتا تھا یہ خاندان ۷۴۵ ق م میں مصر کے تخت پر قابض ہوا تھا۔ مگر کشتا نے اور اس کے خاندان کے فرعونوں نے بھی کوئی ایسا بڑا کام نہیں کیا جس کی وجہ سے پچیسویں خاندان کا کوئی نمایاں تذکرہ تاریخ میں ہوتا

البتہ یہ چیز غور کے قابل ہے کہ مہنت ہری ہر کے بعد سے جتنے خاندان مصر پر قابض ہوئے اُن کے بانیوں کے نام بہت کچھ ہندوؤں کے قدیمی ناموں سے ملتے جلتے تھے۔ چنانچہ شیشنک اور کشتا نام مثال میں پیش کئے جا سکتے ہیں کہ یہ دونوں ہندوؤں کے قدیمی ناموں سے کتنے زیادہ ملتے جلتے تھے۔ اسی طرح رام سیس اول سے آخر تک جتنے فرعون رام سیس اول دوم سوم۔ چہارم ہوئے۔ یہ سب کہنے کو تو فرعون کہلاتے تھے۔ لیکن تاریخ میں رام سیس ہی کے نام سے مشہور ہیں۔ اور رام سیس ایک ایسا لفظ ہے جو ہندوستان کے مشہور اوتار رام جی سے بہت زیادہ ملتا جلتا ہے۔ اس لئے کہا جا سکتا ہے کہ مصر اور ہندوستان کے بادشاہوں کا ایک ہونا یا ان دونوں ملکوں کے تعلقات کا ایک ہونا مورخوں کی نظر میں بہت زیادہ قرین قیاس معلوم ہوگا۔

عراقیوں کی غلامی

شیشنک اور کشتا اور مہنت ہری ہر کی حکومتوں کے زوال اور گزریوں

نے مصری حکومت کو اس قدر ناتواں کر دیا تھا کہ آس پاس کے بادشاہوں میں حوصلے پیدا ہو رہے تھے کہ وہ مصر پر قبضہ کر لیں۔ چنانچہ کشتا خاندان کے آخری زمانے میں عراق کے بادشاہ اسارہادون نے مصر پر چڑھائی کا ارادہ کیا۔ یہ بادشاہ اشوریا خاندان کا مشہور اقبال مند بادشاہ تھا۔

۶۷۵ ق م میں اسارہادون نے عراق سے بڑھ کر مصر کے شمال کی طرف حملہ کیا۔ اس وقت مصر پر حبشی خاندان کا بادشاہ تاہارکا حکومت کرتا تھا۔ جس نے عراقی بادشاہ کا خوب مقابلہ کیا۔ لیکن کامیاب نہ ہو سکا۔ اور اشوری بادشاہ اساہادون نے ملک مصر کا پورا شمالی حصہ فتح کر لیا۔ لیکن جب عراقی بادشاہ شمالی مصر فتح کرنے کے بعد اپنے ملک عراق کو واپس چلا تو مصر کے بادشاہ تاہارکا سے عراقی فوجوں کا تعاقب کیا۔ اور چاہا کہ عراقی تسلط کو شمالی مصر سے دور کر دے۔ یہ دیکھ کر اسارہادون اپنی عراقی فوجوں کو ساتھ لیکر پھر الٹا آیا اور تاہارکا کو سزا دینے کے لئے فوجیں آگے بڑھائیں۔ مگر قدرت کو یہ منظور نہ تھا کہ اساہادون اپنی قوم کی فتحیابی کو اپنی آنکھ سے دیکھتا یعنی وہ تاہارکا پر حملہ کرنے کے لئے فوجیں لے کر کچھ ہی دور چلا تھا کہ موت کا پیغام آگیا اور وہ راستے ہی میں مر گیا۔ لیکن اسارہادون کے جرنیلوں نے اپنے بادشاہ کے مرنے کے بعد بھی ہمت نہ ہاری اور وہ برابر یلغار کرتے ہوئے آگے بڑھتے رہے یہاں تک کہ انھوں نے شمالی مصر کو دوبارہ فتح کر لیا اور تاہارکا عراقیوں سے بالکل مغلوب ہو گیا پھر بھی تاہارکا کا نچلا نہ بیٹھا اور اس نے عراقی حکام کے خلاف مصریوں سے سازشیں کرنی شروع کیں تاکہ غیر مصری عراقیوں کو مصر سے نکال دیا جائے۔

مگر اب بھی تاہارکا کی قسمت نے اس کا ساتھ نہ دیا اور اشوری فاتح کامیاب ہوئے۔ اور انھوں نے غدر اور سازش کو دبالیا۔

۶۶۳ سنہ ق م میں تاہارکا کے بھتیجے نے پھر اشوریوں کے خلاف بغاوت برپا کی۔ مگر اس بغاوت کو بھی اشوریوں نے پوری کامیابی کے ساتھ دبالیا۔ جس سے ظاہر ہوا کہ مصر والوں کی طاقت بہت کم ہوگئی تھی اور پھر عراقی اشوریوں نے مصریوں سے ان بغاوتوں کا بہت سخت بدلہ لیا۔ مصر کے پایہ تخت تھیبس کو بالکل تباہ کر کے اینٹ سے اینٹ بجادی اور یہ مصر کا سب سے بڑا شہرہ آفاق تاریخی شہر جو مصر کی عظمتوں کا مرکز تھا۔ ہمیشہ کے لئے مصر کی سرزمین سے نیست و نابود ہوگیا

عراقی وائسرائے نیچو

عراق کی اشوری قوم نے مصر فتح کرنے کے بعد وہاں اپنا ایک وائسرائے مقرر کیا تھا جس کا نام نیچو تھا۔ نیچو کے بعد اشوریوں نے نیچو کے لڑکے لپسامٹک کو مصر کا وائسرائے بنایا اور یہ اجازت بھی دیدی کہ لپسامٹک اپنا نام بدل لے اور اپنا لقب فرعون اختیار کرلے۔ اور اس طرح آخرکار اشوری قوم کی حکومت فرعون کے نام سے مصر میں قائم ہوگئی۔

لپسامٹک جب پوری طرح مصر پر قابض ہوگیا اور مصریوں نے اس کو اپنا فرعون مان لیا تو لپسامٹک نے عراقی سلطنت کی نیابت چھوڑ دی اور ۶۵۱ سنہ ق م میں مصر کا خود مختار بادشاہ بن بیٹھا۔ اشوری حکومت نے خیال کیا کہ سیاسی مصلحت کا یہی تقاضا ہے کہ لپسامٹک خود مختار بن جائے۔ اس طرح مصری قوم یہ بھول جائے گی کہ لپسامٹک اشوری اور عراقی ہے۔ بلکہ وہ اس کو اپنا مصری بھائی سمجھنے لگیں۔ اس طرح

اشوری قوم کی حکومت مصر میں قائم اور برقرار رہے گی۔

پسامٹک سے مصر کے بادشاہوں کا ۲۶ واں خاندان شروع ہوا۔ مگر پسامٹک نے ایک غلطی یہ کی تھی کہ بہت سے یونانیوں کو مصر میں آباد ہو جانے کی اجازت دیدی تھی۔ اور اپنی فوج میں بھی بہت سے یونانی سپاہی بھرتی کر لئے تھے۔ جس کو مصری قوم بہت ناپسند کرتی تھی۔

اس خاندان کے تیسرے فرعون ہفرا سے مصر کے باشندے بہت ناراض تھے کیونکہ اس نے یونانیوں کو بڑے بڑے عہدے دیدئے تھے۔ اور یونانیوں کا مصر میں بہت زیادہ اثر ہو گیا تھا۔

اماسس کا خروج

اس عام ناراضی کے سہارے مصر کے ایک معمولی خاندان کے سپہ سالار اماسیس نے بغاوت کی اور سخت خونریزی کے بعد اماسس مصر کے تخت و تاج کا مالک بن گیا اور ۴۴ برس تک مصر اماسس کی حکومت میں بہت امن اور خوش حالی کی زندگی گزارتا رہا۔ اس زمانے میں نہ کوئی بغاوت مصر میں ہوئی اور نہ کسی بیرونی دشمن نے مصر پر حملہ کیا۔

کمبوجیہ کا حملہ

آخر ۵۲۵ ق م میں ایران کے آتش پرست شہنشاہ کمبوجیہ نے مصر پر حملہ کیا اور پورا مصر فتح کر لیا۔

عموماً یہ سب بادشاہ محض نام کا مذہب رکھتے تھے ورنہ وقت پر جیسی ضرورت پڑتی تھی ویسا ہی مذہب اختیار کر لیتے تھے۔ چنانچہ ایران کے زرتشتی مذہب رکھنے والے آتش پرست شہنشاہ کمبوجیہ نے بھی مصر پر قابض ہو جانے کے بعد اپنا لقب فرعون اختیار کر لیا اور مصری بن گیا۔

کمبوجیہ کے باپ سیروس نے بھی عراق کا پایۂ تخت بابل فتح کرنے کے بعد بابل والوں کا مذہب اختیار کر لیا تھا۔

شہنشاہ ایران کمبوجیہ نے مصر پر قبضہ کرنے کے بعد ۲۷ ویں خاندان کی حکومت کی بنیاد رکھی۔

ریت کا عذاب

جب کمبوجیہ مصر کا فرعون بن چکا اور اس کی حکومت خوب مضبوط ہو گئی تو اُس نے مصر کے پڑوسی ملک نوبیہ کو فتح کرنے کے لئے ایک بہت بڑی جرار فوج تیار کی اور اس فوج کو بڑی دھوم دھام اور شان شوکت کے ساتھ روانہ کیا۔ مگر راستے میں فوج کو ایک طوفان کا مقابلہ پیش آیا۔ اور اس طوفان نے ریگستان نوبیہ کی ریت کے ٹیلوں کو ایسا اڑایا کہ ساری فوج ریت کے ٹیلوں میں دب گئی اور ایک آدمی بھی زندہ نہ بچا۔

سب ریت میں دب کر فنا ہو گئے۔

یہ خبر شہنشاہ کمبوجیہ کو مصر میں پہنچی تو وہ صدمے سے دیوانہ ہو گیا۔ اور جنون کے جوش میں اُس نے کہا مصر کے دیوتا بہت بُرے ہیں۔ اُنہوں نے میری فوج کی کچھ مدد نہیں کی۔ یہ کہہ کر حکم دیا کہ سب مندروں کو ڈھا دو۔ اور سب بتوں کو توڑ ڈالو فوراً اس حکم کی تعمیل کی گئی۔ مگر اس سے مصری قوم کمبوجیہ کے خلاف ہو گئی اور اگر کمبوجیہ کچھ دن اور زندہ رہتا تو اقتناً اس کے خلاف ایک عام بغاوت برپا ہو جاتی۔

آخر کمبوجیہ مر گیا اور اس کے بھتیجے داریوش نے ۵۲۲ ق م میں تخت نشین ہو کر مصری فرعونوں کے سب القاب اختیار کر لئے۔ اور مصر کے ٹوٹے ہوئے مندروں کو از سر نو بنوایا۔ اور بت بھی بنوائے۔ اور مصری عقائد کے بموجب عبادت جاری ہو گئی۔

اینارس کی بغاوت

سنہ ۴۶ ق م میں مصریوں نے ایران کے خلاف بغاوت کر دی اور اپنی آزادی کی لڑائی کے لئے یونان سے مدد مانگی۔ اور یونان نے اپنا بحری بیڑہ مصریوں کی مدد کے لئے بھیج دیا جس نے مصر کا مشہور شہر ممفس فتح کر لیا۔ مگر جنگی قلعہ ہاتھ نہ آسکا۔ اور یونانی بیڑہ خود محصور ہو گیا۔ کوئی کمک بھی یونان سے نہ آسکی۔ تاہم تین سال تک یونانی اور مصری ایرانیوں سے اینارس کی لیڈری اور بادشاہی میں لڑتے رہے اور اس طرح اینارس کی حکومت مصر میں ۶ برس تک رہی۔ اور اس دور کو مصری حکومت کا ۲۸ واں خاندان کہتے ہیں۔

آخر کار ایرانیوں نے یونانیوں اور مصریوں کو پوری شکست دی۔ اور دوبارہ مصر کے حکمراں بن گئے۔

اس کے بعد مصر میں دو خاندان اور ہوئے ۲۹ واں اور ۳۰ واں مگر ان دونوں خاندانوں کی حکومت برائے نام تھی اور اس قابل نہ تھی جس کا ذکر تاریخ میں کوئی نمایاں جگہ حاصل کر سکتا۔

ہیکوس اور بنی اسرائیل

یہ بات مصری بادشاہوں کے تاریخی حالات میں بیان ہو چکی ہے کہ مصر کے بادشاہوں میں ایک خاندان ہیکوس بھی تھا اور یہ بھی لکھا جا چکا ہے کہ ہیکوس خاندان عرب سے آیا تھا۔ اور خیال کیا جاتا ہے کہ عرب نسل کے ہیکوس حضرت اسمٰعیلؑ کی اولاد میں تھے اور حضرت ابراہیمؑ پیغمبر کے دو بیٹے تھے۔ ایک اسحٰقؑ اور دوسرے اسمٰعیلؑ۔ اسحٰقؑ کی اولاد فلسطین اور کنعان اور شام میں آباد تھی۔ اور اسمٰعیل کی اولاد عرب میں آباد تھی

اب یہ پتا نا ہے کہ مصر میں بنی اسرائیل یعنے یہودی کیوں کر پہنچے۔

تاریخی کتابوں اور آسمانی کتاب توریت سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت اسحٰقؑ کی اولاد میں حضرت یعقوبؑ پیغمبر تھے۔ جو اپنی اولاد سمیت کنعان فلسطین رہتے تھے اور ان کے ۱۲ بیٹے تھے۔ ان بارہ میں ۲ بیٹے ایک ماں سے تھے ایک کا نام یوسف تھا۔ دوسرے کا نام بن یامین تھا۔ حضرت یعقوبؑ انسانی فطرت کی بموجب ان چھوٹے لڑکوں سے بہت محبت کرتے تھے۔ جس سے بقیہ دس بھائیوں کو حسد ہوتا تھا۔ ایک دن ان بھائیوں نے مشورہ کیا کہ یوسف کو قتل کر دینا چاہیئے۔ تاکہ باپ کی محبت ہم سب بھائیوں کے لئے محدود ہو جائے۔ چنانچہ یہ سب بھائی شکار کے بہانے سے یوسف کو اپنے ساتھ جنگل میں لے گئے۔ اور وہاں حضرت یوسفؑ کو ایک اندھیرے کنویں میں ڈال دیا۔ اور حضرت یوسفؑ کے کرتے پر بناوٹی خون لگا کر باپ کے پاس آئے۔ اور کہا یوسف کو بھیڑیا کھا گیا۔ حضرت یعقوبؑ رات دن یوسف کی یاد میں روتے رہتے تھے۔ یہاں تک کہ ان کی آنکھوں کی بینائی جاتی رہی تھی۔

جب حضرت یوسفؑ کے بھائی ان کو کنویں میں ڈال کر چلے گئے تو سوداگروں کا ایک قافلہ وہاں آیا اور انھوں نے کنویں سے پانی بھرنا چاہا وہاں حضرت یوسفؑ نظر آئے سوداگروں نے ان کو کنویں سے نکالا۔ اور مصر میں جا کر فروخت کر دیا۔ حضرت یوسف بہت خوبصورت تھے۔ ان کو مصر کے وزیر اعظم نے خرید لیا۔ اور اپنی بیوی زلیخا کی خدمت گاری کے لئے دے دیا۔ جب حضرت یوسف جوان ہوئے تو زلیخا ان پر عاشق ہو گئیں حضرت یوسفؑ زلیخا سے بچتے تھے اور زلیخا ان کی گرویدہ تھیں۔ اس کا چرچا مصری امیروں کی عورتوں میں ہوا۔ اور سب عورتیں جمع ہو کر زلیخا کے پاس آئیں اور انھوں نے کہا تو وزیر اعظم کی بیوی

اور یہ بات تیری عزت کے خلاف ہے کہ تو اپنے غلام پر عاشق ہو گئی ہے۔ زلیخا نے جواب دیا تم نے یوسف کو دیکھا نہیں ہے۔ اگر تم اُس کو دیکھو لو گی تو مان جاؤ گی کہ میری محبت واجبی ہے غلط نہیں ہے یہ کہہ کر زلیخا نے کچھ پھل عورتوں کے سامنے رکھے اور چھریاں بھی رکھیں کہ پھل چھیلو اور کھاؤ۔ وہ عورتیں پھل چھیل چھیل کر کھانے لگیں۔ یکایک زلیخا نے یوسف کو اشارہ کیا کہ وہ پردے کے اندر آجائیں یوسف پردہ ہٹا کر اندر گئے۔ مصری عورتوں نے جوں ہی یوسف کو دیکھا وہ اُن کے حسن سے ایسی مبہوت ہوئیں کہ سب نے پھل چھیلتے چھیلتے چھریوں سے اپنے ہاتھ کاٹ لئے اور زلیخا سے کہا تو سچی ہے۔ یہ شخص آدمی نہیں فرشتہ ہے۔

رفتہ رفتہ حضرت یوسفؑ اور زلیخا کی محبت کا چرچا بڑھ گیا۔ تو زلیخا کے شوہر عزیز مصر نے حضرت یوسفؑ کو جیل خانے میں قید کر دیا۔ جہاں وہ کئی سال قید رہے۔

جیل خانے میں دو قیدیوں نے خواب دیکھا، ان میں ایک قیدی بادشاہ مصر فرعون کا ساقی تھا اور دوسرا قیدی باورچی تھا۔ باورچی نے خواب دیکھا کہ اُس کے سر پر کھانے کا خوان ہے اور چیلیں اس کھانے پر جھپٹے مار رہی ہیں۔ اور ساقی نے خواب دیکھا کہ وہ فرعون کو شراب پلا رہا ہے حضرت یوسفؑ نے باورچی کو تعبیر دی کہ تجھ کو سولی دی جائے گی۔ اور تیرا گوشت چیلیں کھائیں گی۔ اور ساقی کو تعبیر دی کہ تو اپنی نوکری پر بحال ہو جائے گا اور یہ بھی کہا کہ جب تو بادشاہ کے سامنے جائے تو اس سے میرا حال کہیو کہ مجھ کو بے خطا قید کیا گیا ہے۔ جب یہ دونوں قیدی رہا ہوئے اور ساقی فرعون کا مصاحب بن گیا تو وہ حضرت یوسفؑ کی نسبت سفارش کرنی بھول گیا۔ ایک سال

کے بعد فرعون نے خواب دیکھا کہ سات موٹی گائیں ہیں اور سات دُبلی گائیں ہیں۔ اور سات دُبلی گائیں موٹی گایوں کو کھا گئی ہیں۔ فرعون نے یہ خواب اپنے درباریوں کے سامنے بیان کیا اور تعبیر پوچھی کوئی اس خواب کی تعبیر نہ دے سکا تو ساقی کو حضرت یوسف کی تعبیر یاد آگئی۔ اور اس وقت اس نے فرعون سے کہا کہ ایک یہودی قیدخانے میں ہے جو خوابوں کی بہت اچھی تعبیر دیتا ہے۔ فرعون نے حضرت یوسف کو قیدخانے سے بلایا اور اپنا خواب بیان کیا۔ حضرت یوسف نے تعبیر دی سات برس تک بہت اچھا سماں رہے گا اور اس کے بعد سات برس تک کال پڑے گا اور ارزانی کے زمانے کا غلہ کال کے زمانے میں خرچ ہوگا۔ فرعون اس تعبیر سے بہت خوش ہوا اور اس نے زلیخا کے شوہر عزیز کو معزول کر کے حضرت یوسفؑ کو اپنا وزیراعظم بنایا۔

حضرت یوسفؑ جس فرعون کے وزیر بنے تھے وہ ہیکسوس نسل کا عرب تھا یعنی بادشاہ حضرت اسمٰعیل کی اولاد میں تھا اور وزیر حضرت اسحٰقؑ کی اولاد میں تھے۔

ارزانی کے سات برس میں حضرت یوسف نے لاکھوں من غلے کے انبار جمع کر لئے اور جب کال پڑا تو وہ غلہ مصر میں سستے بھاؤ دینے لگے مصر کے باہر سے بھی بہت لوگ غلہ لینے آتے تھے۔ یہ کال فلسطین میں بھی پڑا تھا۔ حضرت یعقوبؑ نے بھی اپنے دس بیٹوں کو کچھ نقدی دے کر بھیجا کہ وہ مصر سے غلہ لے کر آئیں۔ چنانچہ یہ دس بھائی جب حضرت یوسفؑ کے سامنے آئے تو حضرت یوسفؑ نے ان کو پہچان لیا مگر اُن بھائیوں نے حضرت یوسفؑ کو نہ پہچانا۔ حضرت یوسفؑ نے پوچھا تم یہاں کیوں آئے ہو۔ انھوں نے جواب دیا ہمارے ملک میں کال پڑا ہے اور ہمارے باپ

نے ہم کو غلّہ خریدنے کے لئے بھیجا ہے۔ یوسف نے پوچھا تم کے بھائی ہو؟ جواب دیا ہم بارہ بھائی تھے ایک مرگیا اور ایک باپ کے پاس ہے اور دس ہم یہاں آئے ہیں۔ یوسف نے کہا تم جھوٹے ہو، تم غلّہ لینے نہیں آئے ہو بلکہ تم جاسوس ہو۔ ہمارے ملک کا بھید لینے آئے ہو۔ میں تم کو قید کر کے تحقیقات کروں گا۔ بھائیوں نے ہر چند قسمیں کھائیں مگر حضرت یوسفؑ نے مانے اور ان بھائیوں کو قید کر دیا تین دن کے بعد ان سب کو پھر سامنے بلایا اور کہا تم میں سے ایک یہاں رہے اور باقی سب اپنے باپ کے پاس جاؤ اور کہو کہ وہ اپنے چھوٹے بیٹے کو میرے پاس بھیج دے اگر تم جاسوس نہیں ہو تو جب اپنے بھائی کو لاؤ گے تو ثابت ہو جائیگا کہ تم سچے ہو۔ اس وقت میں تمہارے اس بھائی کو چھوڑ دوں گا جو میرے پاس قید رہے گا۔

اس کے بعد ان سب کے بورے غلّے سے بھر دئے اور خفیہ طور پر اپنے داروغہ سے کہہ دیا کہ جو نقدی یہ لوگ لائے ہیں وہ نقدی ان کے بوروں کے اندر رکھدی جائے۔

جب یہ لوگ حضرت یعقوبؑ کے پاس پہنچے اور سارا حال بیان کیا تو حضرت یعقوب بہت ناراض ہوئے اور انھوں نے کہا تم نے اپنے چھوٹے بھائی کا ذکر ہی کیوں کیا۔ اس کا ایک بھائی تمہاری غفلت کے سبب مرگیا ہے۔ اب اس دوسرے بھائی کو بھی لے جاؤ گے تو میں تو بن آئی مر جاؤں گا۔ اس بڑھاپے میں مجھے کیوں ستاتے ہو۔ لڑکوں نے جواب دیا ہم بے خطا ہیں۔ ہم پر جاسوس ہونے کا شبہ کیا گیا تھا۔ ہمارے ایک بھائی کو یرغمال کے طور پر مصر میں روک لیا گیا ہے

اس کے بعد جب بوروں سے غلّہ نکالا گیا اور ان کی نقدی انکے بوروں

کے اندر سے نکلی تو سب بھائیوں نے اپنے باپ سے کہا اے باپ یہ نقدی واپس آگئی ہے۔ شاید اس میں کچھ بھول ہوئی ہے۔ حضرت یعقوبؑ نے کہا تم پھر جاؤ اور یہ نقدی بھی لے جاؤ اور دوسرا غلہ لانے کے لئے اور نقدی لے جاؤ اور وزیر کے لئے فلسطین کا شہد اور روغن بلسان اور زیتون وغیرہ تحائف بھی لے جاؤ۔ چنانچہ یہ سب لوگ حضرت یوسفؑ کے پاس دوبارہ پہنچے اور حضرت یوسفؑ نے جب اپنے چھوٹے بھائی کو دیکھا تو اُن کو رونا آگیا اور وہ سب کے سامنے سے اُٹھ کر خلوت خانے میں چلے گئے اور وہاں روئے اور اپنا منھ دھو کر پھر سب کے سامنے آگئے اور انھوں نے پوچھا کیا تمہارا باپ ابھی زندہ ہے۔ انھوں نے کہا ہاں وہ ابھی زندہ ہے تب حضرت یوسفؑ نے اپنے داروغہ کو حکم دیا کچھ فتح کرو۔ اور کھانا تیار کراؤ۔ آج یہ سب لوگ میرے ساتھ کھانا کھائیں گے۔

جب داروغہ یوسف کے بھائیوں کو یوسفؑ کے گھر میں لایا تو وہ ڈرے کہ یہ ہم کو قید کرنے کا بہانہ ہے۔ اس نے انھوں نے داروغہ سے کہا کہ جب ہم پہلی دفعہ غلہ لینے کو آئے تھے تو کسی غلطی کے سبب وہ نقدی ہمارے بوروں میں واپس چلی گئی تھی اب ہم وہ نقدی بھی لائے ہیں اور آئندہ کی خریداری کے لئے بھی نقدی لائے ہیں داروغہ نے کہا تمہاری سلامتی ہو تمہاری پہلی نقدی مجھے مل گئی تھی، تم اس کا فکر نہ کرو۔ اس کے بعد داروغہ شمعون کو اُن کے پاس لایا جو قید میں تھا۔

پاؤں دھونے کا پانی

جب حضرت یوسفؑ دفتر سے اپنے گھر میں آئے تو انہوں نے داروغہ کو حکم دیا پانی لاؤ تاکہ مصر کے دستور

کے موافق پہلے مہمانوں کے پاؤں دھوئے جائیں۔

اس رسم سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ جس طرح ہندوؤں کے ہاں مہمانوں کے پاؤں دھلوانے کی رسم ہے اسی طرح مصریوں میں بھی یہ رسم تھی۔

توریت کی عبارت

اب میں آگے کا قصہ توریت سے نقل کرتا ہوں اور اپنی زبان کی مداخلت نہیں کرتا۔ توریت میں یہ عبارت ہے۔

"جب یوسف گھر میں آیا تو اس کے بھائی وہ ہدیہ لائے جو کنعان سے ساتھ آیا تھا اور سجدے کے لئے زمین پر گرے۔ اس نے اُن سے خیریت پوچھی اور کہا تمہارا باپ اچھی طرح سے تو ہے؟ وہ بوڑھا جس کا ذکر تم نے کیا تھا اب تک جیتا ہے؟ انھوں نے جواب دیا تیرا چاکر ہمارا باپ، تندرست ہے زندہ ہے

پھر اُنھوں نے سر جھکائے اور سجدے کئے۔ پھر اُس نے اپنے بھائی بن یامین کو دیکھا اور کہا کہ تمہارا چھوٹا بھائی جس کا ذکر تم نے مجھ سے کیا تھا یہی ہے؟ پھر کہا اے میرے فرزند خدا تجھ پر مہربان رہے تب یوسف نے جلدی کی۔ کیونکہ اس کا جی اپنے بھائی کے لئے بھر آیا۔ اور چاہا کہ روئے۔ وہ خلوت میں گیا اور رویا۔ پھر اپنا منھ دھویا۔ اور باہر نکلا اور فرمایا کہ کھانا چنو۔ نوکروں نے اُس کے لئے الگ اور اُن کے لئے جدا۔ اور مصریوں کے لئے جو اُن کے ساتھ کھاتے تھے علیحدہ چُنا۔ اس لئے کہ مصر کے لوگ عبرانیوں کے ساتھ کھانا مکروہ جانتے ہیں"

نوٹ۔ غور کیجئے، مصریوں میں بھی چھوت چھات تھی۔ وہ عبرانیوں کو پردیسی ہونے کی وجہ سے اچھوت سمجھتے تھے۔ اسی لئے اُن کے ساتھ

کھا نہیں سکتے تھے۔ ہندو بھی اسی چھوت چھات میں مبتلا ہیں۔)

توراۃ میں لکھا ہے کہ کھانے کے بعد حضرت یوسف نے اپنے گھر کے داروغہ کو حکم دیا کہ ان آدمیوں کے بوروں کو غلّے سے جتنا کہ وہ لے جا سکیں بھر اور ہر شخص کی نقدی اُس کے بورے کے اندر ڈال دے۔ اور میرا چاندی کا پیالہ چھوٹے بھائی کے بورے میں اُس کے غلّے کی قیمت سمیت رکھدے یہی کیا گیا، اور جب صبح وہ سب اپنے گدھے لے کر چلے اور شہر سے تھوڑی دور گئے تو یوسف نے اپنے داروغہ سے کہا اُٹھ اور اُن لوگوں کا پیچھا کر اور اُن سے کہنا تم نے کس لئے نیکی کے عوض یہ بدی کی؟ کیا یہ پیالہ وہ نہیں ہے جس میں میرا خداوند پیتا ہے؟ تم نے یہ بُرا کام کیا ہے جب داروغہ نے اُن سے یہ کہا تو وہ (تعجب سے) کہنے لگے کہ ہمارا خداوند ایسی باتیں کیوں کہتا ہے؟ خدا نہ کرے تیرے چاکر ایسا کام کریں۔ دیکھ وہ نقدی جو ہم نے اپنے بوروں میں پائی تھی کنعان سے تیرے پاس پھیر لائے تھے۔ پس کیوں کر ہوگا کہ ہم تیرے خداوند کے گھر سے روپیہ یا سونا چرایا ہو۔ تیرے چاکروں میں وہ جس کے پاس نکلے مار ڈالا اور ہم بھی اپنے خداوند کے غلام ہوں گے اُس نے کہا کہ تمہاری باتوں کے موافق ہوگا۔ جس پاس وہ نکلے میرا غلام ہوگا۔ اور تم بے گناہ ٹھہروگے تب ہر ایک نے اپنا بورا کھولا اور پیالہ بن یامین کے بورے میں پایا۔ تب اُنھوں نے اپنے کپڑے پھاڑے اور شہر کو لوٹ پڑے تب وہ یوسف کے گھر آئے اور اُس کے آگے زمین پر گرے۔ یوسف نے اُن سے کہا تم نے یہ کیسا کام کیا؟ یہوداہ ایک بھائی بولا، ہم اپنے خداوند سے کیا کہیں اور کیونکر اپنے تئیں پاک ٹھہرائیں؟ اب ہم اور وہ بھی جس کے پاس سے پیالہ نکلا، اپنے خداوند کے

غلام ہیں۔ یوسفؑ نے کہا خدا نہ کرے کہ میں ایسا کروں۔ بس وہ شخص جس کے پاس سے پیالہ نکلا ہے میرا غلام ہوگا۔

اس پر یہوداہ نے ایک لمبی تقریر کی اور حضرت یوسفؑ کو یاد دلایا کہ جب پہلی دفعہ وہ آئے تھے تو کیا باتیں ہوئی تھیں اور چھوٹے بھائی کے بھی لانے کا کس طرح مطالبہ کیا گیا تھا۔ اور یہ کہ حضرت یعقوبؑ نے اپنے اس بیٹے کو بھیجنے سے کیسی سختی سے انکار کیا تھا۔ مگر مجبوراً بھیجنا پڑا

اس کے بعد توراۃ کی روایت ہے کہ یہوداہ نے کہا "پس اگر میں تیرا چاکر اپنے باپ پاس جاؤں اور وہ جوان ساتھ نہ ہو تو میرا باپ ضرور مرجائے گا۔ اور تیرے چاکر تیرے نوکر اپنے باپ کے بڑھاپے کے بالوں کو غم کے ساتھ قبر میں اتاریں گے ....

اس لئے اب مجھے اجازت دے کہ تیرا چاکر جوان کے بدلے اپنے خداوند کی غلامی میں رہے اور جوان کو اس کے بھائیوں کے ساتھ جانے دے۔ کیونکہ میں اپنے باپ پاس کیونکر جاؤں۔ اگر جوان میرے ساتھ نہ ہو۔ ایسا نہ ہو کہ جو مصیبت میرے باپ پر پڑے میں اُسے دیکھوں"۔

تب یوسف اپنے تئیں ضبط نہ کر سکا اور چلّایا درباریوں کو باہر کر دو۔ جب تنہائی ہوگئی تو یوسف نے اپنے آپ کو اپنے بھائیوں پر ظاہر کیا اور وہ چلّا کے رویا اور یوسف نے اپنے بھائیوں سے کہا کہ میں یوسف ہوں۔ آیا میرا باپ ابھی تک جیتا ہے؟ اُس کے بھائی اُسے جواب نہ دے سکے کیونکہ اُس کے حضور گھبرا گئے۔ یوسف نے اپنے بھائیوں سے کہا میرے نزدیک آؤ وہ بولا میں تمہارا بھائی یوسف ہوں۔ جس کو تم نے مصر میں بیچا۔ سو اس لئے اپنے دلوں میں دق نہ ہو۔ کیونکہ خدا نے جانوں کو بچانے کیلئے مجھے تم سے آگے بھیجا اور مصر کی ساری سرزمین

کا مجھے حاکم بنا دیا۔ تم جلدی کرو اور میرے پاس سے جا کر باپ سے کہو تیرا بیٹا یوسف کہتا ہے کہ مجھ پاس چلا آ۔ دیر مت کر۔ اور تو جشن کی زمین میں رہے گا تو بھی اور تیرے لڑکے بھی اور تیرے سب کنبے والے بھی اور میں تیری پرورش کروں گا۔ اور تم میرے باپ سے میری ساری شوکت کا جو مصر میں ہے اور اُس سب کا جو تم نے دیکھا ہے ذکر کیجیو۔ پھر وہ اپنے بھائی بن یامین کے گلے لگ کے رویا۔ اور اُس نے اپنے سب بھائیوں کو چوما اور اُن سے مل کے رویا اور اس کے بعد اُس کے بھائی اُس سے باتیں کرنے لگے۔"

حضرت یعقوبؑ کا مصر میں آنا

حضرت یعقوب ہی کو اسرائیل کہتے ہیں۔ اور اُن کی اولاد سے جو قوم پیدا ہوئی بنی اسرائیل کہلاتی ہے۔ یہودی بھی اسی قوم کا نام ہے۔ اب سنیے توراۃ، حضرت یعقوب کا مصر میں آنا کس طرح بیان کرتی ہے۔

"فرعون کے گھر میں یہ ذکر سنا گیا کہ یوسف کے بھائی آئے ہیں اور اس سے فرعون اور اُس کے چاکر بہت خوش ہوئے اور فرعون نے یوسف سے کہا کہ اپنے بھائیوں سے کہہ گاڑیاں کر دے اور وہ اپنے باپ کو اور سب چیزوں کو کنعان سے مصر میں لے آئیں۔ اپنے اسباب کا کچھ افسوس نہ کریں۔ کیونکہ مصر کی ساری زمین کی خوشی اُن کے لئے ہے۔ اسرائیل کے فرزندوں نے یہی کیا۔ یوسف نے اُنھیں گاڑیاں اور سوغاتیں دیں اور کنعان پہنچ کر اُنھوں نے اپنے باپ یعقوب سے کہا کہ یوسف اب تک جیتا ہے اور سارے مصر کا حاکم ہے۔ یعقوبؑ کا دل سُن سا گیا۔ اور وہ بولا، یہ بس ہے کہ میرا بیٹا یوسف اب تک جیتا ہے میں جاؤں گا اور مرنے سے پہلے اُسے

دیکھوں گا۔

اس کے بعد توراۃ نے حضرت یعقوب کے سفر کا حال لکھا ہے کہ جب وہ مصر میں داخل ہوئے تو یوسف نے اپنی گاڑی تیار کی اور اپنے باپ اسرائیل کے استقبال کو چلا۔ اس کے سامنے حاضر ہوا۔ اُس کے گلے لپٹا اور دیر تک رویا۔ تب اسرائیل نے یوسف سے کہا اب مجھے مرنا خوش ہے کہ میں نے تیرا منھ دیکھا کہ تو ابھی جیتا ہے۔

پھر یوسف نے جا کر فرعون سے کہا کہ میرا باپ اور میرے بھائی اور ان کے گلے کنعان سے آگئے ہیں۔ اور حبش کی زمین میں ہیں۔ اور اُس نے اپنے بھائیوں میں سے پانچ کو فرعون کے سامنے حاضر کیا۔۔۔ تب فرعون نے یوسف سے کہا کہ مصر کی زمین تیرے آگے ہے۔ اپنے باپ اور بھائیوں کو اس سرزمین پر ایک مقام میں جو سب سے اچھی ہے رکھ۔ حبش کی زمین میں انھیں رہنے دے اور اگر تو جانتا ہے کہ اُن میں سے بعض چالاک ہیں۔ تو اُن کو میری مواشی پر مختار کر۔

تب یوسف نے اپنے باپ یعقوبؑ کو اندر بلایا اور اُسے فرعون کے سامنے حاضر کیا اور یعقوب نے فرعون کے حق میں دعائے خیر کی۔ فرعون نے یعقوب سے پوچھا کہ تیری عمر کے برس کی ہے؟ یعقوبؑ نے جواب دیا کہ میری مسافرت کے دنوں کے برس ۱۳۰ برس ہیں اور میری زندگی کے برس تھوڑے اور بُرے ہوئے اور وے میرے باپ دادوں کی زندگی کے برسوں کو نہ پہنچے۔ پھر یعقوبؑ فرعون کے لئے دعائے خیر کر کے فرعون کے حضور سے باہر گیا (توارۃ کتاب پیدائش)

اس عزت اور دھوم سے بنی اسرائیل مصر میں آئے تھے یا بلائے گئے تھے لیکن نکلے بڑے دکھ جھیل کر اور

بھیانک خطروں سے گھر کر ایسا کیوں ہوا؟ سنئے۔

بنی اسرائیل کی بپتا

مصر کے فرعونوں کی عظیم الشان فتوحات اگر مصر کے لئے ان گنت بڑائیوں اور دنیاوی فائدوں کا سبب بنیں تو اُن سے مصر کو ایسا نقصان بھی پہنچا کہ آخر آزادی و خود مختاری کی نعمت ہی اُس سے چھن گئی۔

ہر فرعون جب میدان جیت کے واپس آتا تھا تو اپنے ساتھ ہزاروں غلام بھی ہارے ہوئے ملکوں سے لاتا تھا۔ مدتوں یہ تانتا بندھا رہا۔ اور مصر میں پردیسی غلاموں کی نسل بہت بڑھ گئی۔ ہیکسوس نے مصر کو بڑی آسانی سے اس لئے بھی فتح کر لیا تھا کہ یہ غلام اپنے مصری مالکوں سے جلے ہوئے تھے۔ اور ہر پردیسی حملہ آور کا اس اُمید پر خیر مقدم کرنے کے لئے آمادہ رہتے تھے کہ وہ انھیں مصری آقاؤں سے چھٹکارا دلا دے گا۔

توراۃ کی روایت کے مطابق نبی اسرائیل بڑھتے بڑھتے مصر میں چھ لاکھ تک پہنچ گئے تھے مصر جیسے چھوٹے ملک میں ایک پردیسی قوم کا اتنا بہت ہو جانا واقعی ایک بڑا خطرہ تھا۔ اگر بنی اسرائیل اپنی قومیت چھوڑ کر مصری بن گئے ہوتے تو اُن سے زیادہ ڈر نہ ہوتا۔ لیکن وہ اپنی قومیت پر جمے ہوئے تھے، اور مصری رنگ میں رنگ جانے سے قطعی انکار کر چکے تھے۔

یہ دیکھ فرعون کو بڑا فکر ہوا اور اُس نے بنی اسرائیل کے خطرے کا تدارک کرنا چاہا۔ توراۃ کی روایت ہے کہ فرعون نے اپنے درباریوں کو جمع کیا اور اُن سے کہا۔

دیکھو بنی اسرائیل کے لوگ ہم سے زیادہ ہیں اور قوی تر ہیں۔ آؤ ہم ان سے دانشمندانہ معاملہ کریں۔ ایسا نہ ہو کہ جب وہ اور زیادہ ہوں اور جنگ پڑے تو وہ ہمارے دشمنوں

سے مل جائیں اور ہم سے لڑیں اور ملک سے نکل جائیں۔" (خروج باب ۱ ل)

وہ "دانشمندانہ" معاملہ کیا تھا جو فرعون نے بنی اسرائیل سے کیا؟

فرعون نے انھیں غلام بنا ڈالا اور اُن پر اتنی زیادہ محنت مشقت کا بوجھ ڈال دیا کہ وہ چیخ اُٹھے توراۃ کا بیان ہے کہ فرعون بنی اسرائیل سے اینٹی عمارتوں کے لئے اینٹیں پتھواتا تھا اور انھوں نے اُس کے لئے دو شہر پتوم اور رام سیس بنائے تھے۔

پھر جب فرعون نے دیکھا کہ اسرائیلی سخت سے سخت محنت کرنے پر بھی گھٹتے نہیں بڑھتے ہی چلے جاتے ہیں تو اُس نے ایک اور راستہ اختیار کیا حکم دیدیا کہ اسرائیلوں کے لڑکے پیدا ہوتے ہی مار ڈالے جائیں اور صرف لڑکیاں جیتی رہنے دی جائیں۔

فرعون موسیٰ کون تھا؟

فرعون موسیٰ کے بارے میں مورخوں کا اختلاف ہے۔ اکثر مورخ منفتاح کو فرعون موسیٰ بتاتے ہیں۔ اور بعض اس سے انکار کرتے ہیں۔ مورخوں میں اختلاف اس لئے پڑ گیا ہے کہ اُنھوں نے ایک ہی فرعون کے زمانے میں حضرت موسیٰ کی پیدائش اور بنی اسرائیل کا مصر سے خروج فرض کر لیا ہے۔ حالانکہ یہ دونوں واقعے ایک ہی فرعون کے زمانے میں پیش نہیں آسکتے تھے۔ مورخوں میں اختلاف پڑ جانے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ خود آسمانی کتابوں میں بھی اختلاف ہے توراۃ کہتی ہے کہ حضرت موسیٰ کو فرعون کی بہن نے دریائے نیل سے نکالا اور اپنا بیٹا بنایا تھا۔ لیکن قرآن فرماتا ہے کہ وہ فرعون کی بیوی تھی نہ کہ بیٹی۔ قرآن کے اس ارشاد کے مطابق منفتاح فرعون موسیٰ تو ٹھہر جاتا ہے۔ کیونکہ اس کا کوئی لڑکا نہ تھا۔ مگر مشکل یہ آپڑتی ہے کہ توراۃ کی روایت کے بموجب حضرت موسیٰ

فرعون کے مقابلے پر جب کھڑے ہوئے تو اسّی برس کے تھے۔ اگر یہ روایت صحیح مان لی جائے تو حضرت موسیٰ اور منفتاح تقریباً ہم عمر ہو جاتے ہیں اور ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں منفتاح فرعون موسیٰ نہیں ہو سکتا۔

لیکن جس طور پر تحقیق کی گئی ہے اُس میں اس قسم کی کوئی مشکل پیدا نہیں ہوتی اور معاملہ بالکل صاف ہو جاتا ہے اور وہ تحقیق یہ ہے کہ حضرت موسیٰ فرعون رام سیس دوم کے زمانے میں پیدا ہوئے تھے اور اسی فرعون کی بیوی نے انھیں لڑکا بنانا چاہا تھا یا بنا لیا تھا۔

اعتراض ہو سکتا ہے کہ حضرت موسیٰ کو لڑکا بنانے کی ضرورت کیا تھی؟ تھی جبکہ رام سیس کے بہت کثرت سے اولاد تھی؟ جواب یہ ہے کہ خود فرعون نے نہیں بلکہ اُس کی بیوی کی یہ خواہش تھی۔ رام سیس نے بہت لمبی عمر پائی اور بہت سی شادیاں کیں۔ بڑھاپے کی شادی زیادہ تر محبوب ہوا کرتی ہے معلوم ہوتا ہے آخری بیوی سے بوڑھے فرعون کے کوئی لڑکا پیدا نہیں ہوا۔ اور جوان ملکہ کے دل کو اولاد کا ارمان ستاتا رہا۔ حضرت موسیٰ کے بھولے اور خوبصورت مکھڑے کو دیکھ کر بے قرار ہو گئی اور انھیں اپنا بیٹا بنانے پر تل گئی۔

رام سیس دوم کے زمانے میں حضرت موسیٰ کی پیدائش ہوئی۔ اسی فرعون نے بنی اسرائیل پر تشدد شروع کیا تھا اور اُن کی پاتھی ہوئی اینٹوں سے اپنے دو شہر بنائے تھے۔ پھر توراۃ میں صاف لکھا ہے کہ حضرت موسیٰ جب مدین میں اپنے خسر حضرت شعیبؑ کے ساتھ رہتے تھے تو مصر کا بادشاہ مر گیا تھا اور نیا فرعون اُس کی جگہ پر آ گیا تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ جس فرعون سے حضرت موسیٰ کا مقابلہ ہوا وہ اُن کی پیدائش کے وقت کا فرعون نہیں تھا۔

منفتاح ہی فرعون موسیٰ تھا

اب یہ سوال ہوتا ہے کہ منفتاح کے فرعون موسیٰ ہونے کی دلیل کیا ہے؟ اس کی ایک نہیں چار دلیلیں ہیں۔

(۱) سکندر اعظم کے وقت سے آج تک یہی مشہور چلا آتا ہے کہ منفتاح فرعون موسیٰ تھا۔ یہ شہرت خود ایک بڑی دلیل ہے۔

(۲) کسی دوسرے فرعون کے بارے میں دعویٰ نہیں کیا گیا کہ بنی اسرائیل کا واقعہ اُس کے وقت میں پیش آیا۔ ایک دو نام جو مورخوں نے پیش کئے ہیں محض نام ہی ہیں۔ اُن کے ساتھ کوئی دلیل موجود نہیں ہے۔

(۳) اگر منفتاح کو فرعون موسیٰ نہ مانا جائے تو توراۃ کی بتائی ہوئی تاریخ غلط ہو جاتی ہے۔ توراۃ کہتی ہے کہ حضرت یوسفؑ کے زمانے سے خروج تک بنی اسرائیل مصر میں چار سو تیس برس رہے۔ یہ تو معلوم ہو چکا ہے کہ حضرت یوسفؑ کسی ہیکسوس فرعون کے زمانے میں مصر آئے تھے۔ ہیکسوس نے حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش سے اٹھارہ سو برس پہلے مصر فتح کیا تھا۔ منفتاح ۱۲۱۵ ق م میں ہلاک ہوا ہے۔ یعنی ہیکسوس فتح سے منفتاح کی موت تک پانچ سو پچاسی برس ہوتے ہیں۔ توراۃ یہ بھی بتاتی ہے کہ حضرت یوسفؑ نے ایک سو دس برس کی عمر پائی۔ پانچ سو پچاسی میں سے یہ مدت کم کر دیجئے۔ تو چار سو پچھتر برس رہ جاتے ہیں۔ یعنی توراۃ کی روایت کے موجب پینتالیس برس کا فرق پڑتا ہے مگر ظاہر ہے حضرت یوسفؑ ہیکسوس کے ساتھ مصر میں نہیں آئے تھے۔ بلکہ ہیکسوس حکومت قائم ہو جانے کے بعد آئے تھے۔ بچپن انھوں نے مصر میں گذارا۔ تیس برس کے وزیر بھی بنے۔ اور ایک مدت کے بعد اپنے قبیلہ کو لاکر مصر میں آباد کیا ظاہر ہے سب واقعات پچالیس پچاس برس کی مدت میں ہوئے ہوں گے۔ اس طرح ہم آسانی سے یقین کر سکتے ہیں

کہ جب منفتاح ہلاک ہوا تو مصر میں بنی اسرائیل کو رہتے ہوئے چار سو تیس برس ہو چکے تھے اور یہ کہ منفتاح ہی وہ فرعون تھا، جس سے حضرت موسیٰ کا مقابلہ ہوا اور جسے سمندر میں خدا نے غرق کر ڈالا۔

(۴) قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے، "اغرقنا آل فرعون وکلھم کانوا ظالمین" (ہم نے خاندان فرعون کو غرق کر دیا اور اس خاندان کے سبھی لوگ ظالم تھے) یہ قرآن کا ارشاد ہے اور تاریخ کہتی ہے کہ منفتاح کے بعد مصر میں طوائف الملوکی پھیل گئی اور تخت کے بہت سے دعویدار اُٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ یہ واقعہ اسی لئے پیش آیا کہ منفتاح اپنے اُن سب رشتے داروں کے ساتھ ڈوب گیا تھا جو اُس کے جائز وارث ہو سکتے تھے ان سب کی ایک ساتھ موت کے بعد جب کوئی حقیقی وارث باقی نہ رہا تو دوسرے دعویدار پیدا ہو گئے۔ قرآن مجید کی اس رہنمائی میں بھی ہمیں منفتاح ہی کو فرعون موسیٰ ماننا چاہیئے۔

حضرت موسیٰؑ کا قصہ

اب حضرت موسیٰ اور فرعون کا قصہ بہت اختصار کے ساتھ قرآن مجید کے ارشادات کے مطابق پیش کیا جاتا ہے۔ توراۃ میں بھی پورا قصہ موجود ہے اور مفصل ہے۔ لیکن قرآن مجید نے اس واقعے کے اہم ترین پہلو ہی لئے ہیں اور انہی میں دنیا کے لئے عبرت ہے۔

حضرت موسیٰؑ کی پیدائش ایسے زمانے میں ہوئی جب فرعون کے حکم سے اسرائیلیوں کے لڑکے مار ڈالے جاتے تھے۔ اور لڑکیاں جیسے دی جاتی تھیں۔ حضرت موسیٰؑ کی ماں کو بھی دھڑکا لگا ہوا تھا کہ اُن کے لختِ جگر کی جان نہ لے لی جائے۔ مگر خدا کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ حضرت کی ماں کے دل میں یہ بات ڈالدی گئی کہ بچے کو پالتی رہے

اور جب اُس کی جان کا ڈر ہو تو تابوت میں رکھ کے اُسے دریائے نیل میں بہا دے۔ موجیں تابوت کو اٹھائے ہوئے دوسرے کنارے پہنچا دیں گی اور وہاں قدرت خدا نظر آئے گی۔

یہ تابوت ایسے وقت کنارے لگا جب فرعون کی بیوی نیل میں نہا رہی تھی۔ اُس نے تابوت منگا کر دیکھا تو اندر جیتا جاگتا بچہ لیٹا تھا۔ ملکہ بچے کو محل میں لے گئی۔ فرعون دیکھتے ہی پہچان گیا۔ کہ اسرائیلی بچہ ہے اور مار ڈالنا چاہا۔ مگر ملکہ چلا اُٹھی، "یہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے اسے نہ مارو۔ شاید ہمارے کام آئے یا ہم اسے اپنا بیٹا ہی بنا لیں"۔

فرعون کو چنیتی بیوی کی بات مان لینی پڑی۔ مگر یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ بچہ کسی عورت کی چھاتی راہتا ہی نہیں۔ پھر پلے تو کیسے پلے؟ یہ خدا ہی کی طرف سے ہوا تھا۔ خدا چاہتا تھا کہ بچہ ماتا بھری ماں کی گود میں پہنچ جائے

فرعون پریشان تھا کہ کیا کرے آخر ایک اسرائیلی لڑکی نے خبر دی کہ میں ایک عورت کو جانتی ہوں جو بچے کو دودھ پلا سکتی ہے۔ یہ لڑکی اصل میں حضرت موسیٰ کی بہن ہی تھی ماں نے جب تابوت دریا کے سپرد کیا تھا تو لڑکی سے کہہ دیا تھا۔ دُور سے دیکھتی جا بھائی کہاں پہنچتا ہے۔ لڑکی نے یہی کیا اور اپنا پیام بھی کسی طرح فرعون تک پہنچا دیا۔ اس پر حضرت موسیٰ کی ماں بلائی گئیں اور دودھ پلانے کے لئے بچہ اُنھیں دیدیا گیا۔

آخر موسیٰ جوان ہوئے بڑے غصہ ور اور شہ زور نکلے۔ ایک دن لوگوں کی بھیڑ میں شہر کا چکر لگایا۔ کیا دیکھتے ہیں ایک اسرائیلی اور ایک مصری میں لڑائی ہو رہی ہے۔ اسرائیلی نے موسیٰ سے فریاد کی انھیں غصہ آگیا۔

اور ایک ہی گھونسے میں مصری کا کام تمام کر ڈالا مگر حضرت فوراً پشیمان بھی ہو گئے۔ توبہ کی اور کہا پھر کبھی جبر موں کی طرفداری نہیں کرینگے۔

واقعہ سنگین تھا ایک غلام اسرائیلی کے ہاتھ سے ایک "حاکم" مصری قتل ہو گیا تھا۔ اسی لئے حضرت ڈرے ڈرے اور چوکنے رہنے لگے کہ کہیں پکڑے نہ جائیں۔ لیکن دوسرے ہی دن پھر دیکھا کہ جس اسرائیلی کی طرفداری میں مصری کو مار چکے تھے وہی پھر ایک اور مصری سے لڑ رہا ہے۔ اور موسیٰ کو مدد کے لئے پکار رہا ہے پہلے تو حضرت نے اُسے ڈانٹا کہ تو بڑا گمراہ ہے۔ سب سے لڑتا پھرتا ہے۔ پھر مصری پر جھپٹ پڑے۔ مگر اسرائیلی شاید سمجھا کہ خود اُسی کو مارنے والے ہیں۔ اسلئے چلایا "کل ایک آدمی کی جان لے چکے ہو۔ کیا آج مجھے ٹھنڈا کرنا چاہتے ہو"

مصری کے قتل کا حال اگر کچھ چھپا ہوا تھا تو اس شور سے بالکل کھل گیا اور حضرت موسیٰ کے لئے پورا پورا خطرہ پیدا ہو گیا۔ پھر ایک شخص دوڑتا آیا اور خبر سنائی کہ فرعون کے دربار میں مشورت ہو رہی ہے اور آپ کو مار ڈالا جائیگا یہ سنتے ہی حضرت بچتے بچاتے شہر سے نکل گئے اور چلتے چلتے مصر کی سرحد کے باہر مدین میں پہونچ گئے۔

یہاں کسی کنوئیں پر کچھ لوگوں کی بھیڑ دیکھی جو اپنے جانوروں کو پانی پلا رہے تھے۔ دو جوان لڑکیاں بھی تھیں اور سب سے الگ اپنے جانوروں کو روکے کھڑی تھیں۔ حضرت نے پوچھا کیا چاہتی ہو؟ کہنے لگیں ہمارا باپ بہت بوڑھا ہے۔ ہم پانی پلا نہیں سکتے۔ جب تک چرواہے چلے نہیں جاتے حضرت بڑے زور آور تھے۔ ریل پیل کر چرواہوں کو ہٹا دیا اور بے بس لڑکیوں کے جانوروں نے پانی پی لیا۔ لڑکیاں چلی گئیں اور خود حضرت ایک پیڑ کی چھاؤں میں بیٹھ کر اللہ سے عرض

کرنے لگے "پروردگار جو بھلائی بھی تو مجھ سے کرنی چاہے میں اس کا محتاج ہوں" حضرت ابھی تک کنوارے تھے معلوم ہوتا ہے یہ مناجات اس لئے تھی کہ دونوں لڑکیوں میں سے کوئی ان کی زندگی کی ساتھی بن جائے اور یہ دعا قبول بھی ہوگئی۔

لڑکیوں نے گھر جاکر اپنے باپ کو بتایا کہ آج اتنی جلدی کیونکر آگئیں۔ اس پر باپ نے حضرت کو بلا بھیجا۔ اُنہی میں سے ایک لڑکی شرماتی ہوئی آئی اور حضرت سے کہنے لگی "میرے باپ نے تمہیں یاد کیا ہے۔ تاکہ تمہارے احسان کا بدلہ دے۔ حضرت ساتھ ہوئے اور بوڑھے مرد کو اپنا سارا قصہ سنا دیا اُس نے کہا اب نہ ڈرو۔ ظالموں کے چنگل سے نکل آئے ہو۔ یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ حضرت موسیٰ کے مخاطب حضرت شعیبؑ تھے۔

دونوں مردوں میں باتیں ہو رہی تھیں کہ حضرت شعیبؑ کی ایک لڑکی بول اُٹھی۔ ابا اس شخص کو جانے نہ دیجئے اپنے کام میں لگا لیجئے یہ طاقتور بھی ہے اور ایماندار بھی ہے۔

حضرت شعیبؑ نے موسیٰ سے کہا دیکھو میں اپنی دونوں بیٹیوں میں سے ایک کا نکاح تم سے کر دوں گا اور مہر یہ ہے کہ تم آٹھ برس میرے گھر کام کرو گے۔ اگر دس برس رہ جاؤ تو یہ تمہارا احسان ہوگا۔ میں تمہیں تکلیف دینا نہیں چاہتا۔ انشاء اللہ مجھے اچھا پاؤ گے۔

حضرت موسیٰ نے یہ تجویز منظور کر لی اور بوڑھے بزرگ سے عرض کیا بات پکی ہوگئی۔ دونوں میں سے جو مدت بھی پوری کر دوں۔ عہد پورا ہو جائیگا اور مجھ پر کوئی الزام نہ آئے گا۔

آگ لینے گئے پیغمبری مل گئی

مدت پوری کر کے حضرت موسیٰ بال بچوں کو لے کے چل پڑے۔ طور پہاڑ کے نیچے تو آگ دکھائی دی بیوی سے

کہنے لگے ٹھہرو جاؤ آگ سی دکھائی دی ہے۔ جاتا ہوں۔ شاید کوئی بستی مل جائے یا آگ لے آؤں اور تم سب تاپ سکو۔ جہاں آگ دکھائی دی تھی مبارک و مقدس جگہ تھی۔ موسیٰ پہنچے تو آواز آئی اے موسیٰ میں ہی اللہ ہوں سب جہانوں کا پالنے والا۔ پھر حکم ہوا اپنے جوتے اُتار ڈال اور ہاتھ کی لکڑی زمین پر ڈال دے۔ لکڑی گرتے ہی پھنکارنے لگی۔ اب وہ بھیانک سانپ تھی موسیٰ ڈر کر بھاگے۔ اور اس طرح بھاگے کہ پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھا۔ واقعی ڈرنے کی بات بھی تھی اژدہا پڑا بل کھا رہا تھا لیکن فوراً موسیٰ کے کان میں آواز گونجی کیوں بھاگتا ہے؟ واپس آ ڈر نہیں۔ یہاں تیرے لئے بچاؤ ہی بچاؤ ہے۔ میرے سامنے پیغمبر ڈرا نہیں کرتے۔

موسیٰ آگئے تو حکم ملا اچھا اب اپنا ہاتھ تو گریبان میں ڈال۔ موسیٰ نے یہی کیا۔ جب ہاتھ گریبان سے نکلا، تو برف کی طرح سفید تھا۔ ارشاد ہوا۔ یہ کوئی روگ نہیں ہے کہ تیرا دل کڑھے یہ تو ایک معجزہ ہے اب تو فرعون اور اُس کے درباریوں کے پاس جا اور بنی اسرائیل کو اپنے ساتھ مصر سے لیجانے کا مطالبہ کر۔ موسیٰ نے عرض کیا لیکن میرے خدا میں تو ہکلا ہوں۔ فرعون کے دربار میں تقریر کیسے کرونگا! ہائے میرے بھائی ہارون کی زبان کھلی ہوئی ہے خوب بولتا ہے۔ فرمایا گیا فکر نہ ہم ہارون کو بھی تیرے ساتھ کر دینگے اور اپنے معجزوں اور نشانیوں سے تم دونوں کو ایسا مضبوط بنا دیں گے کہ دشمن تمہارا اور تم پر ایمان لانے والوں کا ایک رُواں بھی میلا نہ کر سکے گا۔

موسیٰ اور فرعون کا مباحثہ

حضرت موسیٰ اپنے بھائی ہارون کے ساتھ فرعون کے دربار میں پہنچے اور اُس سے کہا رب العلمین نے مجھے پیغمبر بنا کر بھیجا ہے۔ اب تو بنی اسرائیل

لہ یہ ایک ایسا [illegible] ہو سکتا ہے جس نے [illegible] والا بنس سے بڑا ایسا

کو میرے ساتھ مصر سے جانے دے۔"
فرعون نے کہا "رب العلمین کیا؟"
حضرت نے جواب دیا۔ وہ آسمانوں
کا، زمین کا، اور دونوں کے بیچ میں جو کچھ
ہے، سب کا رب ہے۔" فرعون ہنس
پڑا اور درباریوں سے کہنے لگا "سن
رہے ہو نا!" حضرت اس کی ہنسی سے
بے پروا ہو کر کہتے رہے "وہ تمہارا
بھی رب ہے، اور تمہارے باپ
دادوں کا بھی رب ہے۔ فرعون نے
چڑ چڑھا کر تے ہوئے درباریوں سے
کہا "جو پیغمبر تمہارے پاس بھیجا گیا
ہے۔ نرا دیوانہ ہے۔" حضرت نے اپنی
بات جاری رکھی "مشرق و مغرب اور
دونوں کے بیچ جو کچھ ہے سب کا رب
ہے۔" فرعون نے ہنستے ہوئے اپنے
وزیر ہامان سے کہا "میرے لئے ایک
اونچا گھر بنواؤ میں اس پر سے دیکھونگا
موسیٰ کا رب کیسا ہے!" پھر حضرت
سے کہنے لگا "اور اگلوں کا کیا حال
ہے؟" حضرت نے فوراً جواب دیا

"اگلوں کا سب حال ایک کتاب میں
میرے رب کے پاس محفوظ ہے۔ اور
میرا رب نہ بھٹکتا ہے۔ نہ بھولتا ہی
ہے اسی نے زمین تمہارے لئے
بچھا دی ہے اور اس میں تمہارے
لئے راستے نکال دئے ہیں اور آسمان
سے پانی برسا کر طرح طرح کی اُگنے والی
چیزوں کے جوڑے پیدا کر دئے۔
تاکہ تم کھاؤ اور اپنے مویشی چراؤ۔
بیشک اس میں سمجھ بوجھ رکھنے والوں
کے لئے بڑی بڑی نشانیاں ہیں۔"
یہ سُنکر فرعون جھنجلا گیا اور حضرت
سے کہنے لگا "خبردار مجھے چھوڑ کر کسی
اور کو خدا مانا تو میں تجھے قید کر دونگا
کیا تو بھول گیا کہ تو ننھا سا بچہ تھا۔ اور
میرے محل میں تجھکو پالا گیا تھا۔ پھر
تو نے میری قوم کے ایک آدمی کو مار
ڈالا اور تو ڈر کے یہاں سے بھاگ
گیا۔ حضرت موسیٰ نے جواب دیا "ہاں
وہ حرکت تو مجھ سے ضرور ہو گئی تھی مگر
ایسی حالت میں ہوئی کہ میں کچھ جانتا نہ تھا

مگر اب میرے رب نے مجھے اختیار بخشا ہے اور مجھے پیغمبر بنا دیا ہے اور حکم دیا ہے کہ میں تجھکو اپنے رب پر ایمان لانے کی نصیحت کروں اور کہوں کہ میری قوم کو آزادی دے۔ تاکہ وہ اپنے وطن بیت المقدس میں چلی جائے فرعون نے جواب دیا میں نہیں جانتا۔ میرے سوا تیرا رب کون ہے؟ نہ میں تیری قوم کو یہاں سے جانے کی اجازت دے سکتا ہوں۔ اور تیرے پاس کیا دلیل ہے کہ تو خدا کا بھیجا ہوا ہے؟ حضرت موسیٰ نے جواب دیا میں خدا کی طرف سے معجزے لایا ہوں فرعون نے دانت پیس کر کہا "سچا ہے تو ابھی دکھا کیا لایا ہے حضرت نے اپنے ہاتھ کی لکڑی زمین پر ڈالدی جو گرتے ہی سانپ بن گئی۔ پھر گریبان میں ہاتھ ڈال کے نکالا" تو دیکھنے والوں کو بالکل سفید دکھائی دیا۔

فرعون نے یہ معجزے دیکھے تو بھونچکا رہ گیا۔ مگر اپنے درباریوں سے کہنے لگا یہ تو کوئی بڑا ہی جادوگر ہے اور اپنے جادو کے زور ہی سے تمہیں تمہارے ملک سے نکال دینا چاہتا ہے۔ بتاؤ کیا صلاح دیتے ہو؟ درباریوں نے عرض کیا" فرمان شاہی جاری ہو۔ شہر شہر سے بڑے بڑے جادوگر کھینچ آئیں گے اور اس شخص کے جادو کا ایسا جواب دیں گے کہ یہ لاجواب ہو جائے گا"۔

فرعون کو یہ رائے پسند آئی اور حضرت سے کہنے لگا" تیرے جادو کا توڑ ہم جادو ہی سے کریں گے۔ بتا تو کب میدان میں آتا ہے؟ ہم خوب سمجھتے ہیں تو یہاں اس لئے آیا ہے کہ ہمارے بڑوں کے راستے سے ہمیں ہٹا دے اور تم دونوں بھائی مل کے اس زمین پر اونچے بن جاؤ یاد رکھو ہم کبھی تیرے قائل نہیں ہوں گے!" حضرت نے جواب دیا" یہ تم حق کے بارے میں کہہ رہے ہو۔ جبکہ وہ تمہارے پاس آچکا ہے۔ کیا یہ جادو ہے؟ جادوگر کبھی کامیاب

ہوئے ہیں۔ لیکن اگر تم جانا ہی سے مقابلہ کرنا چاہتے ہو تو اچھی بات ہے تہوار کے دن مقابلہ ہو جائے تاکہ سارے مصر کے لوگ یہ تماشہ دیکھ سکیں۔

حضرت موسیٰ کا جادوگروں سے مقابلہ

آخر مصر کے جادوگر ہر طرف سے فرعون کے پاس آکر جمع ہوئے۔ فرعون نے انھیں موسیٰ کا قصہ سنایا تو انھوں نے فرعون سے کہا۔ اگر موسیٰ کے مقابلے میں کامیاب ہو جائیں گے تو ہمیں کیا انعام دے گا؟ فرعون نے جواب دیا تم کو بڑے بڑے انعام ملیں گے اور تم دربار میں میرے مقرب بنائے جاؤ گے آخر جادوگر حضرت موسیٰ کے سامنے آئے اور بڑی ہیکڑی سے کہنے لگے "تم اپنا کرتب پہلے دکھاؤ گے یا ہم اپنا کرتب پہلے دکھائیں؟"

حضرت نے جواب دیا "تم ہی پہل کرو" مگر ساتھ ہی جادوگروں کو نصیحت بھی فرمائی۔ "تمہارا برا ہو تم نے جادوگر ہم اپنے جادو سے خدا کے معجزے کا مقابلہ نہ کرو۔ ورنہ یاد رکھو خدا کا عذاب تم پر ٹوٹ پڑے گا اور یہ بھی یاد رکھو کہ خدا پر بہتان باندھنے والا کبھی جیت نہیں سکتا۔"

اس تقریر سے جادوگروں کے دل پر چوٹ لگی اور اُن کے آپس میں پھوٹ پڑ گئی۔ یہ دیکھ کر فرعون کے درباری دوڑے اور جادوگروں کو الگ لیجا کر کانا پھوسی کرنے لگے "دیکھو موسیٰ اور ہارون بھی جادوگر ہی ہیں۔ اور اپنے جادو سے تمہیں تمہاری زمین سے نکال دینے کے لئے آئے ہیں۔ پھر ہمارے تمہارے باپ دادا کا جو اچھا چلن چلا آرہا ہے اُسے بھی ملیامیٹ کر ڈالنا چاہتے ہیں۔ تو اب ذرا اپنا، اپنی قوم کا، اپنے ملک کا خیال کرو۔ ایک دل ہو کے اپنے جادو ٹھیک کرو۔ اور بہادری سے میدان میں کود پڑو۔ یاد رکھو آج کے دن کی جیت ہی اصل جیت ہے۔"

درباریوں کی یہ تقریر خود جادو تھی۔ کام کر گئی، جادوگر میدان میں اُتر آئے اور اپنی پڑھی ہوئی اور پھونکی رسیاں اور لکڑیاں زمین پر ڈال کے زور سے چلائے "قسم ہے فرعون کے جلال کی ہم جیتے ہوئے ہیں"۔

دیکھنے والوں نے دیکھا کہ جادوگروں کی رسیاں اور لکڑیاں، سانپوں کی طرح رینگ رہی ہیں۔ سب تھرّا اُٹھے۔ حضرت موسیٰؑ کا دل بھی دھڑکنے لگا۔ مگر خدا کی طرف سے حکم پہنچا۔ موسیٰ ڈرو نہیں تم ہی اونچے رہو گے۔ اب تم بھی اپنی لکڑی زمین پر ڈالدو"۔

لکڑی زمین پر گرتے ہی اژدہا بن گئی۔ اور یہ بھیانک اژدہا پھنکارتا اور بل کھاتا ہوا لپکا اور جادو کی سب رسیوں اور لکڑیوں کو اس طرح نگل گیا جیسے وہ تھیں ہی نہیں۔ سچائی کا بول بالا ہوا جھوٹ کی کرکری ہو گئی

ہارے ہوئے جادوگر سجدے میں گر پڑے اور بلند آواز سے کہا "ہم ایمان لائے موسیٰؑ اور ہارونؑ کے رب پر"۔ فرعون نے یہ بڑی شکست دیکھی اور اتنی بڑی بھیڑ کے سامنے اور اپنے جادوگروں کا یہ اعلان سنا تو غصہ سے لال ہو گیا۔ اور دانت پیس کر جادوگروں سے کہنے لگا "میری اجازت سے پہلے ہی تم موسیٰ کو مان گئے۔ ضرور یہ تم سب کا گرو گھنٹال ہے۔ اسی نے تمہیں جادو سکھایا ہے۔ تم سب نے مل کر سازش کی ہے۔ اور شہر والوں کو شہر سے نکال دینا چاہتے ہو۔ اچھا تمہیں مزا چکھا دیا جائے گا۔ میں تمہارے ایک ایک طرف کے ہاتھ اور ایک ایک طرف کے پاؤں کٹوا ڈالوں گا۔ پھر تم سب کو سولی پر چڑھا دوں گا۔ اور تم جان جاؤ گے کہ میرا دیا ہوا عذاب زیادہ سخت و پائدار ہے یا موسیٰ کے رب کا"۔

جادوگروں کے دل ایمان سے بھر چکے تھے۔ کہنے لگے "تو ہم سے بس اسی لئے تو بدلہ لیتا کہ ہم نے اپنے رب کی نشانیاں دیکھیں اور ان پر ایمان

لے آئے۔ ہم تجھے حق کے سامنے مان نہیں سکتے۔ ہمیں تو اپنے مالک کی طرف جانا ہے۔ جو کچھ تجھے کرنا ہے کر گزر۔ آخر یہ دنیا کی ساری زندگی بھی تو گزر ہی جائے گی۔ ہم اپنے خدا پر ایمان لے آئے ہیں۔ تاکہ وہ ہماری خطائیں معاف کر دے اور اُس جادو کو بھی جس پر تو نے ہمیں زبردستی مقرر کر رکھا تھا۔ اللہ ہی سب سے اچھا ہے اور وہی باقی رہنے والا ہے۔ پروردگار! ہمارے دلوں کو مضبوط بنا دے اور ہمیں اس حال میں موت دے کہ ہم تیرے فرمانبردار ہوں۔

اس تقریر سے فرعون کا غصہ اور بھی بڑھ گیا۔ ڈرا بھی کہ ہیں پوری مصری بھیڑ موسیٰ کی طرفدار نہ ہو جائے۔ اسی لئے زور سے چلایا "میری قوم کے لوگو! بتاؤ کیا مصر کی بادشاہی اور یہ نہریں جو میرے پیروں تلے بڑی بہہ رہی ہیں میری ہی نہیں ہیں؟ بتاؤ میں بہتر ہوں یا (موسیٰ کی طرف ہاتھ اُٹھا کے) یہ نیچ آدمی۔ جس کے منھ سے بات تک نہیں نکلتی ہم تو جب جانتے کہ سونے کے کڑے آسمان سے اُتر کر اس کے ہاتھوں میں پڑ جاتے۔ یا فرشتوں کے پرے اس کے ساتھ آئے ہوتے۔ یہ کچھ نہیں تو پھر یہ پیغمبر کیسا؟ یاد رکھو! میں ہی تمہارا سب سے بڑا رب ہوں"

مصر پر بلائیں

حضرت موسیٰ کو ایسی کھلی اور بڑی فتح ہوئی تھی کہ فرعون کو جھک جانا چاہیئے تھا۔ مگر اُس کا گھمنڈ سر نیچا کیسے کرتا؟ فرعون نے دن دہاڑے معجزہ دیکھ لینے پر بھی اسرائیلوں کو رخصت کرنے سے انکار کر دیا۔ اور حضرت سے کہنے لگا کتنا ہی جادو دکھاؤ، ہم تمہیں ماننے والے نہیں"

حضرت موسیٰ کا فرعون سے مطالبہ کیا تھا؟ قرآن میں صرف اس قدر بتایا گیا ہے کہ انھوں نے کہا بنی اسرائیل کو میرے ساتھ جانے دو۔ توراۃ میں

تفصیل ہے لکھا ہے کہ حضرت موسیٰ نے فرعون سے کہا تھا کہ وہ خدا کے حکم سے بنی اسرائیل کو مصر سے تین دن کے فاصلے پر بیابان میں لے جائیں گے تاکہ وہاں خدا کی عبادت کریں۔ اور خدا کے سامنے قربانی پیش کریں۔ فرعون نے یہ مطالبہ نامنظور کر دیا۔ اس پر کئی بلائیں باری باری مصر پر نازل ہوئیں۔ قرآن میں ان بلاؤں کا ذکر بہت ہی مختصر ہے اور توراۃ (کتاب خروج) میں بڑی تفصیل سے ہے۔

لکھا ہے کہ جب مصر پر مچھروں کی بلا ٹوٹی تو فرعون نے موسیٰ سے کہا کہ اچھا جاؤ۔ اور اپنے خدا کے لئے قربانی کرو حضرت موسیٰ نے جواب دیا "یوں کرنا لائق نہیں کہ ہم خداوند اپنے خدا کیلئے وہ قربانی کریں جس سے مصری نفرت رکھتے ہیں۔ اگر ہم مصریوں کی آنکھوں کے آگے وہ قربانی کریں جس سے وہ بیزار ہیں تو کیا وہ ہمیں پتھراؤ نہ کریں گے؟ پس ہم تین دن کی راہ بیابان میں جائیں گے اور اپنے خدا کے لئے جیسا وہ ہم کو فرمائے گا قربانی کریں گے"

حضرت کے اس جواب سے ثابت ہوتا ہے کہ ایک ایسا جانور بھی تھا جسے ذبح کرنے والوں کو مصری مار ڈالتے تھے۔ یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ وہ گائے تھی جسے مصری پوجتے تھے اور جس کے مارنے والے کی جان لے لیا کرتے تھے ہندوستان کے ہندوؤں کا چلن بھی یہی ہے اور اس چلن سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندوؤں نے گائے کی پوجا پرانے مصریوں سے لی ہے۔ پچھلے صفحوں میں بھی آپ دیکھ آئے ہیں کہ کئی باتوں میں پرانے مصری اور ہندو ایک ہیں۔ گائے کی پوجا اور گائے کے بدلے آدمیوں کا خون کرنا بھی اس کی ایک مثال ہے۔ ہندوستان میں بھی گائے کی قربانی پر فساد ہوتے ہیں۔ اور انسانوں کو جانور کے بدلے ہلاک کیا جاتا ہے۔ اور مصر میں بھی یہی حال تھا کہ موسیٰ کو گائے ذبح کرنے کی اجازت نہ تھی۔

یہودیوں پر آفت

معلوم ہوتا ہے جب مصر پر فرعون کی اکڑفوں کی وجہ سے بلاؤں پر بلائیں ٹوٹ رہی تھیں اور فرعون بالکل بے بس ہوتا جاتا تھا تو اُس کے درباریوں میں بےچینی پیدا ہوئی۔ اور اُن کے وفد نے فرعون سے کہا "کیا آپ موسیٰ اور اُس کی قوم والوں کو چھوڑے ہی رہیں گے۔ تاکہ ملک میں خرابی پھیلاتے رہیں اور آپ سے اور آپ کے دیوتاؤں سے منہ موڑ کر نئے خدا کا جھنڈا گاڑتے پھریں"۔

آسمانی بلاؤں کا توڑ فرعون کے پاس نہ تھا۔ خدا نے حضرت موسیٰ کو بھی وہ زور دیدیا تھا کہ فرعون اُن کا بال بیکا نہ کر سکتا تھا۔ مگر اپنی بادشاہی اُسے بچاتی تھی۔ درباریوں کو دلاسا دینے کے لئے اور کیا کر سکتا تھا کہ یہودیوں پر پھر وہی ظلم جاری کر دے جو اسکے باپ رامسس دوم نے ایجاد کیا تھا۔ چنانچہ درباریوں کی فریاد سُن کر کہنے لگا۔ گھبراتے اور ڈرتے کیوں ہو۔ اسرائیلی اب بھی ہمارے جنگل میں پھنسے ہوئے ہیں۔ ہم پھر اُنکے لڑکوں کے گلے گھونٹنے کا کام جاری کر دیں گے۔ صرف لڑکیاں جینے دیں گے اسطرح دیکھتے دیکھتے ان کی نسل ختم ہو جائے گی۔

چنانچہ فرعون کے حکم سے یہودیوں کے لڑکوں کا پھر قتل عام شروع ہو گیا اس اندھیر پر اسرائیلیوں کا چیخ اُٹھنا قدرتی بات تھی۔ وہ حضرت موسیٰ سے بھی خفا ہو گئے اور کہنے لگے تجھ سے پہلے بھی ہم بُری طرح ستائے گئے تھے اور تیرے آنے کے بعد بھی ستائے جا رہے ہیں"۔ حضرت نے انھیں ڈھارس دی۔ میری قوم والو اللہ سے مدد مانگو اور اپنے دل مضبوط رکھو یاد رکھو یہ زمین آدمیوں کی نہیں ہے خدا کی ہے اور خدا ہی جسے چاہتا ہے زمین کا مالک

بنا دیتا ہے۔ کیا عجیب ہے تمہارا رب تمہارے دشمن کو مٹا ڈالے۔ اور تمہیں زمین کی حکومت دیکر دیکھے کیا کرتے ہو۔ اور اے میری قوم کے لوگو اگر واقعی تم اللہ پر ایمان لا چکے ہو تو پھر اللہ ہی پر بھروسہ رکھو۔"

یہ موثر تقریر سنکر یہودیوں نے کہا ہاں ہمارا بھروسہ اللہ ہی پر ہے۔ اے ہمارے رب ظالموں کے ہاتھوں ہماری آزمائش نہ ہونے دے۔ بلکہ اپنی بے حساب رحمت سے ہمیں ناشکری قوم کے چنگل سے نکال لے۔"

فرعون کی غرقابی

توراۃ میں لکھا ہے کہ مصر پر جب کوئی نئی بلا ٹوٹتی تو فرعون حضرت موسیٰ سے کہتا اپنے خدا سے دعا کرو۔ یہ بلا دور ہو جائے گی تو میں اسرائیلیوں کو تمہارے ساتھ جانے دوں گا۔ مگر جب حضرت کی دعا سے بلا چلی جاتی تو کر جاتا آخر یہ بلا ٹوٹی کہ ملک بھر کے پہلوٹھی کے بچے ایک ہی رات میں مر گئے آدمیوں ہی کے نہیں مویشیوں کے بھی۔ لیکن اسرائیلیوں کا کوئی بچہ نہ مرا۔ تو رات میں لکھا ہے "اور فرعون رات کو اُٹھا اور اُس کے سب نوکر اور سارے مصری اُٹھے۔ اور مصر میں بڑا نوحہ تھا۔ کیونکہ کوئی گھر نہ رہا جس میں ایک نہ مرا ہو" اس عذاب کے سامنے آخر فرعون کو گردن جھکا دینی پڑی۔ توراۃ میں لکھا ہے کہ فرعون نے رات ہی کو موسیٰ اور ہارون کو بلایا اور کہا "اُٹھو اور میرے لوگوں میں سے نکل جاؤ۔ تم اور بنی اسرائیل جاؤ۔ اور جیسا تم نے کہا ہے خداوند کی عبادت کرو۔ اور اپنے گلے اور گائے بیل بھی لو۔ جیسا تم نے کہا ہے اور روانہ ہو۔ اور میرے لئے بھی برکت چاہو۔" اس کے بعد توراۃ کہتی ہے کہ بنی اسرائیل نے کمر باندھ لی۔ گر جانے سے پہلے مصریوں سے چاندی سونے کے برتن اور قیمتی کپڑے بھی عاریتاً لے لئے اور اس طرح انھوں

نے مصریوں کو "لوٹ لیا"۔

غرض کہ بنی اسرائیل اس حال سے نکل گئے مگر جب فرعون نے یہ سنا کہ بنی اسرائیل مصریوں کی دولت بھی لے گئے ہیں تو فرعون یہ سُن کے بہت خفا ہوا اور حکم دیدیا کہ فوجیں جمع کی جائیں پھر وہ خود سپہ سالار بن کر اسرائیلیوں کا پیچھا کرنے کے لئے روانہ ہوا۔ اسرائیلی بوجھل تھے لدے پھندے چلے جارہے تھے۔ بہت تیز نہیں جاسکتے تھے۔ مگر فرعون اور اُس کی فوج رتھوں اور گھوڑوں پر سوار تھی اسرائیلی سینا کی زمین پر قدم رکھنے بھی نہ پائے تھے کہ فرعون اپنی فوج کے ساتھ آپہونچا۔ اسرائیلی غلامی میں رہنے کی وجہ سے ڈرپوک بن چکے تھے۔ دشمن کو سامنے آتا دیکھکر کانپنے لگے۔ اور موسیٰ سے کہا دشمن آگیا۔ حضرت موسیٰ نے جواب دیا میرا پروردگار میرے ساتھ ہے تم ذرا نہ گھبراؤ۔ بڑی نازک گھڑی تھی۔ اسرائیلی نہتے تھے اور بال بچوں کے ساتھ تھے لڑ ہی نہیں سکتے تھے۔ لیکن فرعون اپنی بے پناہ قوت کے ساتھ آپہونچا تھا۔ مگر خدا جس کے ساتھ ہو اُسے کون چھیڑ سکتا ہے عین وقت پر حضرت کے پاس خدا کا حکم پہنچا۔ اپنی لکڑی سمندر پر مار لکڑی پڑتے ہی سمندر کے دو ٹکڑے ہوگئے بیچ میں سوکھا راستہ بن گیا۔ اور دونوں طرف پانی اس طرح کھڑا ہوگیا۔ جیسے آمنے سامنے دو اونچے پہاڑ کھڑے ہوں۔ حضرت موسیٰ اپنی قوم کو بیچ کے راستے سے لئے چلے گئے اور سینا کی زمین میں پہنچ گئے جو سمندر کے پار تھی۔ فرعون بھی اسی سوکھے سمندر میں اپنی فوج کیساتھ داخل ہوگیا۔ سمجھا کہ پالا مار لیا ہے اب اسرائیلی کہاں بھاگ سکتے ہیں دفعتاً کیا دیکھتا ہے کہ دونوں طرف کا کھڑا ہوا پانی گرنے لگا۔ اور اُس کی فوج ڈوبنے لگی۔ جب خود بھی ڈوبنے لگا تو

کہا "میں بھی اس اکیلے ایک خدا پر ایمان لاتا ہوں جس پر بنی اسرائیل ایمان لا چکے ہیں۔ اور اب فرمانبرداروں میں سے ہوں"۔ اس پر خداوندی صدا بلند ہوئی "اب؟ ..... تو اب ایمان لاتا ہے۔ حالانکہ پہلے کتنی نافرمانیاں کر چکا ہے۔ اور تو فساد پھیلانے والوں میں سے تھا۔ تو اب یوں ہوگا کہ ہم تیری لاش مچھلیوں کو کھانے نہیں دیں گے۔ بگڑنے بھی نہیں دیں گے۔ اور سمندر سے باہر نکال دیں گے تاکہ تو اپنی لاش کے ساتھ اُن سب انسانوں کے لئے نشانی اور عبرت بنا رہے جو تیرے پیچھے دنیا میں آئیں گے"۔ اور یہ وعدۂ خداوندی پورا بھی ہوگیا۔ فرعون اپنی ساری فوج اور لشکر کے ساتھ ڈوب چکا تھا۔ مگر موجیں فرعون کی لاش کو خشکی پر لے آئیں مصری اُسے پایۂ تخت میں لے گئے اور دستور کے مطابق اُس میں مسالے لگائے گئے۔ اور اُسے شاہی قبرستان میں دفن کر دیا گیا۔ مدتوں دفن رہنے کے بعد اب یہ لاش نکل آئی ہے۔ کہیں سے ٹوٹی پھوٹی نہیں ہے اور خدا کے فرمان کے موجب ساری دنیا کو سبق دے رہی ہے کہ پروردگار سے اکڑنے والوں کا حشر یہ ہوتا ہے۔

موسیٰ مصری افسانے میں

منتقاح کی غرقابی مصر کے لئے بہت بڑی مصیبت تھی۔ مدتوں ملک میں خانہ جنگیاں اور لڑائیاں ہوتی رہیں اس اُکھاڑ پچھاڑ میں مصری اپنے اسرائیلی غلاموں کو بھی بھول گئے۔ اور اُن کے سارے قصے کو بھی۔ یہاں تک کہ بطلیموس (سکندر کے سپہ سالار) کی حکومت جب جم گئی تو مصریوں نے توراۃ دیکھی اور اسرائیلیوں کا قصہ پڑھا۔ اچنبھے میں پڑ گئے۔ اپنے ہاں کے پرانے کاغذ چھان ڈالے۔ مگر اسرائیلی قصہ نہ ملا۔ یکمی اُنھوں نے اس طرح پوری کر دی کہ خود اپنے جی سے ایک افسانہ بنا لیا

افسانہ یہ ہے کہ فرعون امنوتھس یا امنوفیس نے چاہا کہ دیوتاؤں کو اپنی آنکھ سے دیکھے مگر اُسے بتایا گیا کہ دیوتا دیکھے نہیں جا سکتے۔ جب تک تمام کوڑھیوں اور اچھوتوں کو نکال نہ دیا جائے فرعون نے ایسے سب لوگوں کو آبادیوں سے نکال کے طُرہ کی کانوں میں قید کر دیا ان کی تعداد اسی ہزار تھی۔ ان میں کچھ بیگاری بھی تھے بیگاری ستائے گئے تھے۔ اس لئے دیوتا روٹھ گئے اور کاہن نے فرعون کو خبر دی کہ ایک قوم سے اچھوتوں کا ایکا ہو جائے گا اور یہ سب مل کے مصر پر تیرہ برس راج کریں گے یہ کہتے ہی کاہن نے خودکشی کر لی تاکہ فرعون اُسے سزا نہ دے سکے۔ مگر کاہن کا کہا پورا ہو کے رہا۔ ہیلی پولیٹان کے ایک مہنت اُسار سیف یا موسیٰ کے جھنڈے تلے اچھوت جمع ہو گئے اور ایک قوم بن گئے۔ موسیٰ نے اُن کے لئے شریعت بنائی اور اُنھیں لڑنا سکھایا۔ پھر موسیٰ نے یروشلم (بیت المقدس) میں بھیڑ بکری چرانے والوں کو اپنے سے ایکا کر لیا۔ اور فرعون کے خلاف بغاوت کر دی۔ فرعون باغیوں سے نہ لڑ سکا اور حبش میں بھاگ گیا۔ باغیوں نے مصر چھین لیا اور ہر طرف بربادی پھیلا دی۔ لیکن تیرہ برس بعد فرعون اپنے بیٹے رامسس کے ساتھ حبش سے آیا اور باغیوں کو ہرا کر ملک شام میں بھگا دیا جہاں وہ اسرائیلی قوم کہلانے لگے۔

توراۃ بتاتی ہے کہ بنی اسرائیل مصر سے چلے تو اُن کے ساتھ دوسری قوموں کے بھی بہت لوگ ہو لئے تھے معلوم ہوتا ہے "سامری" بھی انہی لوگوں میں سے تھا۔ سامری کسی آدمی کا نام نہیں ہے۔ بلکہ ہندی۔ پنجابی، بنگالی دہلوی کی طرح کا ایک لفظ ہے۔ عراق میں "سمیری" نام کی ایک قوم تھی۔ شاید سامری اسی قوم کا ایک شخص تھا، جو مصر سے اسرائیلیوں کے ساتھ نکل آیا تھا اور ضرور ہشیار کاریگر اور لائق آدمی تھا۔ ورنہ ایسا بچھڑا نہ بنا سکتا۔

بہرحال حضرت موسیٰؑ جب کوہ طور سے آئے اور بچھڑے کو پجتے دیکھا تو بہت بگڑے اور سامری کو بددعا دی "جا زندگی میں تیرے لئے یہ ہونا ہے کہ برابر کہتا رہے نہ چھوؤ (مجھے) نہ چھوؤ اور دیکھ جس بت کی پوجا پر تو جھکا رہا اور ریجھا رہا ہے اُسے ہم جلا جلا کر راکھ کر ڈالیں گے اور اس راکھ کو سمندر میں اُڑا کر بہا دیں گے"۔

کھلی بات ہے۔ آپ جان چکے ہیں کہ مصریوں میں چھوت چھات تھی بنی اسرائیل کو اچھوت کہا جاتا تھا۔

پھر یہ بھی معلوم ہے کہ مصری گائے کو پُوجتے تھے۔ اور سامری نے بچھڑا اسی لئے بنایا تھا کہ مصر میں گائے کی پوجا کی اُسے لت پڑ چکی تھی۔

ہو سکتا ہے بلکہ یقینی ہے کہ حضرت موسیٰؑ نے بچھڑا بنانے کے جرم پر سامری کو اپنی قوم سے نکال دیا ہوگا۔ سامری مصر واپس نہیں جا سکتا تھا کیونکہ اسرائیلیوں کا ساتھ دینے کی وجہ سے مصریوں کا باغی بن چکا تھا۔ ان حالات میں بالکل ممکن ہے کہ وہ ہندوستان بھاگ آیا ہو۔ اور اپنے ہی جیسے بھگوڑوں سے مل کر اُس نے ہندوستان میں مصریوں کی بہت سی رسمیں پھیلا دی ہوں۔

منوسمرتی یا میناس سمرتی

ہندوؤں کی شریعت کی کتاب "منوسمرتی" ہے کیا یہ ناممکن ہے کہ اس کتاب کا اصلی نام "میناس سامری" یا "میناس مصری" ہو؟ اور ہزاروں برس کے اندر آہستہ آہستہ بدلتا ہوا "منوسمرتی" بن گیا ہو؟

ہم کہہ چکے ہیں کہ پُرانے ہندوؤں کی کوئی تاریخ کہیں موجود نہیں ہے لیکن مصر کی تاریخ بتاتی ہے کہ وہاں ایک بہت بڑا بادشاہ میناس کے نام سے گزرا ہے۔ اسی بادشاہ کو تمام مورخ ابھی حال تک پورے مصر کا پہلا فرعون مانتے رہے۔ جیسا کہ ہم بتا آئے ہیں۔ بہت ممکن ہے کہ سامری

نے ہندوستان آکر ہی مصری فرعون کی طرف اپنی کتاب منسوب کر دی ہو اور اپنی یاد بھی باقی رکھنے کے لئے اس کا نام "مینا ناس سامری" رکھ دیا ہو۔

پُرانے زمانے کا مصر۔ تمدن و تہذیب میں تو بہت آگے بڑھا ہوا تھا۔ مگر مذہب و روحانیات میں بہت پیچھے تھا مصریوں کے پاس نہ کوئی مذہبی کتاب تھی اور نہ لکھی ہوئی دینی شریعت تھی۔ فرعون اور مندروں کے پنڈت جو کچھ کہتے تھے اُسی کو شریعت اور دینی حکم سمجھا جاتا تھا جب تک فرعونوں میں زور رہا مصری انہی کو زمین پر دیوتاؤں کا مظہر اوتار مانتے رہے۔ فرعون امن دیوتا کا براہ راست بیٹا سمجھا جاتا تھا اُس کی پرجا ہوتی تھی جیتے جی بھی اور مرنے پر بھی فرعون کی اطاعت کرنا اور ہر ممکن طریقے سے اُس کی خوشنودی حاصل کرنا۔ اُسی طرح فرض خیال کیا جاتا تھا جس طرح توحید والوں کے ہاں خدا کی اطاعت کرنا اور خوشنودی حاصل کرنا فرض سمجھا جاتا ہے

مصری بُت پرست تھے۔ بہت سے دیوتا پوجتے تھے۔ ہر شہر بلکہ ہر گاؤں کا دیوتا الگ تھا۔ اور وہاں صرف اُسی کو پوجا جاتا تھا۔ وہی آبادی کا بچانے والا مانا جاتا تھا۔ جب کوئی آدمی اپنے گاؤں یا شہر سے چلا جاتا تھا۔ تو اپنے دیوتا کو بھی چھوڑ جاتا تھا۔ اور نئی جگہ کے دیوتا کی پوجا کرنے لگتا تھا۔ کیونکہ سمجھتا تھا کہ اب دوسرے دیوتا کی عملداری میں آگیا ہے اور یہی دیوتا تو کام آسکتا ہے۔ چنانچہ منفس کا دیوتا۔ فتاح تھا۔ ہیلیوپولیس (عین شمس) کا اتوم تھا۔ تھوتھ کا خنوم تھا اور تھیبس کا امن۔

مصریوں کا یہ عقیدہ بھی تھا کہ بہت سے دیوتا اپنے پوجنے والوں کے سامنے اپنی اصلی صورت میں بھی آجاتے ہیں چنانچہ کہتے تھے۔ شمالی مصر کے شہر ویدو کا دیوتا۔ شہتیر کی صورت میں ظاہر ہوتا تھا۔ اکثر دیوتا۔ کیڑے مکوڑوں اور جانوروں کی شکل کے

مانے جاتے تھے۔ جیسے فتاح کی صورت۔ بچھڑے کی تھی امن کی صورت۔ مینڈھے کی۔ سبک کی صورت۔ مگرمچھ کی۔ راکی اور بس کی صورت۔ سپاہی کی۔ بستیت کی صورت۔ بلی کی۔ انوپیس کی صورت۔ کتے کی۔ اپیس کی صورت بیل کی تحوت کی صورت۔ بندر کی۔ توریس کی صورت۔ سورکی ازوریس کی صورت۔ خرگوش کی بناتے تھے۔

مصری یہ بھی مانتے تھے کہ اُن کے دیوتا۔ شادی بیاہ کرتے ہیں۔ اولاد رکھتے ہیں۔ اور آدمیوں کی طرح مر بھی جاتے ہیں مگر اپنی نسل دنیا میں ضرور باقی رکھتے ہیں چنانچہ تھیبس کا ثالوث (تین خداؤں کا مل کر ایک خدا بن جانا) میاں بیوی اور بیٹے کا مجموعہ تھا! امن میاں تھا۔ موت اُس کی بیوی تھی اور خنس۔ دونوں کا چہیتا بیٹا تھا۔ اور زیرس دیوتا کی موت کے قائل تھے۔

مصریوں کا یہ عقیدہ بھی تھا کہ دیوتا اُن کی طرف سے لڑتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جس جگہ کے مصری زیادہ لڑائیاں جیت لیتے تھے۔ وہاں کا دیوتا۔ زیادہ مشہور ہو جاتا تھا اور زیادہ زبردست مان لیا جاتا تھا۔ تھیبس شہر کے شاہی خاندان نے مصر کو دوبارہ آزادی دلائی تھی۔ اور بہت بڑی سلطنت کھڑی کر دی تھی۔ اس لئے تھیبس کا دیوتا۔ امن سب سے بڑا دیوتا مان لیا گیا تھا۔ کیونکہ اس دیوتا جیسی فتوحات کسی اور دیوتا کو نصیب نہ ہو سکی تھیں پھر امن۔ فرعون کا خاص دیوتا بھی تھا اور سگا باپ بھی تھا۔ اس لئے مصر میں سب سے اونچا نام اسی کا ہو گیا۔ اور ہر جگہ پوجا جانے لگا۔ اگرچہ مقامی دیوتا بھی اپنی اپنی گدی پر بیٹھے رہے!

امن کے عروج اور بڑائی کا اندازہ اُس کے مندر کی آمدنی سے کیا جا سکتا ہے۔ رامسس چہارم (تقریباً ۱۱۵۰ ق م) کے زمانے میں تمام بڑے بڑے مصری دیوتاؤں کے مندر۔ ایک سو اُنتیس گاؤں کے مالک تھے۔ جن میں سے نو شام

اور ایتھوپیا (حبش) میں تھے۔ ایک لاکھ تیرہ ہزار چار سو تینتیس مرد عورت اُن کی غلامی میں تھے۔ چار لاکھ ترانوے ہزار تین سو چھیاسی مویشیوں۔ دس لاکھ اکہتر ہزار سات سو اسی اردیاد زمین (ناپنے کا کوئی مصری پیمانہ) کھیتوں۔ پانچ سو چودہ تاکستانوں اٹھاسی کشتیوں اور جہازوں۔ تین سو چھتیس کیلوگرام سونے اور انتیس لاکھ ترانوے ہزار نو سو چونسٹھ کیلوگرام چاندی کے وہ مالک تھے۔ اس کے علاوہ تانبے کے ڈھیر اور جواہرات اُن کے قبضے میں تھے۔ سینکڑوں کو دام بھی اُن کے اپنے تھے۔ جن میں مہنتوں اور بجاریوں کے لئے اناج تیل۔ شراب شہد۔ سکھایا ہوا گوشت بھرا رہتا تھا اسی قدر نہیں چھ لاکھ اسی ہزار سات سو چودہ زندہ بطیں انھوں نے پال رکھی تھیں۔ اور چار لاکھ چورانوے ہزار آٹھ سو نمک بھری مچھلیاں ہمیشہ اُن کے قبضے میں رہتی تھیں۔

ان سب میں امن کا حصہ سب سے بھی زیادہ تھا۔ امن کے قبضے میں چھیاسی ہزار چار سو چھیاسی غلام۔ چار لاکھ اکیس ہزار تین سو باسٹھ مویشی آٹھ لاکھ اٹھانوے ہزار ایک سو اڑسٹھ "اردیاد" کھیت۔ چار سو تینتیس تاکستان اور چھپن مصری گاؤں تھے۔ شام اور حبش کے سب گاؤں بالکل امن ہی کے تھے۔ کوئی ان میں اُس کا شریک نہ تھا۔ ایک شامی گاؤں میں امن کا مندر بھی تھا اور جب شام والے مصری والسرائے کو خراج دینے آتے تھے تو انہیں فرعون کے امن دیوتا اور باپ کی پوجا بھی کرنی پڑتی تھی۔

عجیب بات یہ ہے کہ مصریوں کے خیال میں آدمیوں کی طرح دیوتاؤں کو بھی دھوکہ دینا آسان تھا اس خیال کی تفصیل تو ہم آگے چل کر دینگے مگر صاف ظاہر ہے کہ جو قوم خود اپنے معبودوں کو ایسا سمجھتی ہو اُس کا چلن بہت اونچا نہیں ہو سکتا۔ یہ بات نہیں

ہے کہ مصر کے تمام باشندے۔ برائیوں اور بدکاریوں میں ڈوبے ہوئے تھے لیکن تاریخ بتاتی ہے کہ پرانے مصر میں اعلیٰ اخلاق کی کمی تھی۔ لوگ اس بھروسے پر کہ مرنے کے بعد دیوتاؤں کو کسی نہ کسی طرح دھوکہ دے کر سزا سے بچ جائیں گے۔ برائیوں میں بڑھ جاتے تھے

مصری مہنتوں اور فرعونوں کے حکموں پر چلتے تھے۔ آہستہ آہستہ یہ حکم۔ ایک طرح کا اخلاقی ضابطہ یا قانون بن گئے تھے۔ جن میں اخلاقی مصنف اور معلّم اپنی کتابوں میں لکھ کر قوم کے سامنے پیش کیا کرتے تھے۔ ان کتابوں کے کچھ کچھ ٹکڑے مل گئے ہیں۔ مگر ان سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ مصر کے باشندوں کا اخلاق اونچا نہ تھا۔

ایک مصری مصنف کا نام "انی" تھا اس کا زمانہ معلوم نہیں ہو سکا۔ لیکن بہت پرانے وقتوں میں تھا۔ بہت بوڑھا بھی تھا۔ اس نے اپنے بیٹے کے لئے نکالے کی صورت میں ایک کتاب لکھی تھی۔ اس کتاب کے اُن حصّوں سے بھی جو آج تک باقی ہیں ظاہر ہوتا ہے کہ مصر کی اخلاقی حالت اچھی نہ تھی۔

"انی" اپنے بیٹے کو مخاطب کر کے لکھتا ہے:۔

"اُس عورت سے ہشیار رہ جو اپنے گھر سے چوری چھپے نکل کر شہر ماری ماری پھرتی ہے۔ نہ اس عورت کا پیچھا کر نہ اس جیسی کسی اور عورت کا۔ ایسی عورتوں کا تجربہ کرنا ایسا ہے جیسے کوئی ایسے سمندر میں جانے کا تجربہ کرے جس کی گہرائی کا حال کسی کو معلوم نہیں ہوا۔

"وہ عورت جس کا مرد گھر سے دور ہے۔ تجھے خط پر خط بھیجتی ہے اور روز اپنے پاس بلاتی ہے۔ مگر کسی وقت جب اکیلی ہوتی ہے۔ خبردار! اگر وہ تجھے اپنے جال میں پھانس لیگی

تو یاد رکھو، یہ ایک ایسا جرم ہے، جس کے کھلتے ہی موت کا سزا ہو جاتی ہے، چاہے آدمی نے بے وقوفی کا کام نہ بھی کیا ہو، اور یہ سزا اس لئے دی جاتی ہے کہ اکیلے میں ایسی ترغیب اور بُوجھ کے ہوتے ہوئے آدمی ہر قسم کا گناہ اور جرم کر سکتا ہے۔"

"انی" کی ان سطروں سے ظاہر ہوتا ہے کہ پُرانے مصر میں بدکاری کا زور تھا عورتوں میں بے حیائی بڑھی ہوئی تھی۔ مردوں کو خود بلاتی تھیں! ساتھ ہی یہ مصری قانون بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ اکیلے گھر میں عورت سے ملنا چاہے کسی ارادے سے ہو، بہت بڑا جرم تھا اور اس جرم پر موت کی سزا دی جاتی تھی۔ یہ سخت قانون اسی لئے بنایا گیا ہوگا کہ ایسے جرم عام ہو چکے تھے۔

آگے چل کر بوڑھا "انی" اپنے بیٹے سے کہتا ہے:۔

"شراب خانوں میں جھگڑا نہ کیجو دنیا بھر کے آدمیوں کے ساتھ رہیو۔ تجھے اُن لفظوں پر بُرا کہا جائے گا جو بیہوشی کی حالت میں تیرے منہ سے نکل جائینگے۔ بہت نشہ ہو جائیگا تو گر پڑے گا۔ تیرے گھر والے بے سہارا ہو جائیں گے اور خود تجھے سنبھالنے کے لئے کوئی ہاتھ بھی نہ بڑھے گا۔ تیرے جانی دوست بھی جو تیرے ساتھ ہونگے اچھلا اُٹھینگے "نکالو اس بدمست شرابی کو یاد رکھو تو پیدا ہوا ہے کچھ کام کرنے کے لئے مگر تو پایا گیا ہے لڑکھتا ہوا زمین پر ننھے بچوں کی طرح"۔

یہ نصیحت بھی ظاہر کرتی ہے کہ مصریوں کا اخلاق زیادہ اونچا نہ تھا۔ شراب خانوں میں بدمست ہو کر لڑتے تھے اور گہرے دوست بھی وقت پر ساتھ چھوڑ دیا کرتے تھے۔ لیکن "انی" نے اپنے بیٹے کو ماں کے بارے میں جو نصیحت کی ہے، وہ اثر میں ڈوبی ہوئی ہے اور اس لائق ہے کہ دنیا بھر کے آدمیوں کے ساتھ رہے۔

"انی" لکھتا ہے:-

"سب ماؤں کی طرح جب تیری ماں تجھے اپنے پیٹ میں اٹھائے ہوئے تھی تو تو بھاری بوجھ تھا مگر وہ تجھ سے یہ بھی کہہ نہ سکتی تھی کہ اپنا بوجھ اٹھانے میں اُس کا ساجھی بن جا۔ اور جب تو نو مہینے پورے ہو جانے پر پیدا ہوا تو تجھے پالنے اور سُکھ دینے کے لئے وہ خود اپنی مرضی سے تیری لونڈی بن گئی اُس کی چھاتی تین برس تیرے منہ میں پڑی رہی۔ تیری عادتیں میلی ہوتی جاتی تھیں مگر اُس کے دل نے کبھی گھن نہیں کھائی۔ اُس نے کبھی یہ بھی نہیں کہا کہ یہ سب میں کیوں کروں! اور جب تو لکھنا پڑھنا سیکھنے مدرسے جاتا تھا تو وہ روز تیرے پیچھے گھر سے کھانا پانی لے جاتی تھی۔

اب تو پورا جوان ہے۔ تیری بیوی بھی آگئی ہے۔ تو اپنے لئے الگ گھر بھی بنا چکا ہے، اگر نہ تجھے اپنی پیدائش بھولنی چاہیئے اور نہ وہ تکلیف جو تیری ماں تیرے لئے اٹھا چکی ہے خبردار! اُس کا غصہ کبھی تجھ پر بھڑکنے نہ پائے، اور وہ تجھ سے کڑھ کر کبھی اپنے ہاتھ خدا کی طرف نہ اُٹھائے، کیونکہ خدا اُس کی فریاد ضرور سُن لے گا۔"

اُوپر بتایا جا چکا ہے کہ مصر میں گاؤں گاؤں کا دیوتا الگ الگ تھا۔ ساتھ ہی یہ بھی کہا جا چکا ہے کہ جس دیوتا کے پوجنے والے زیادہ لڑائیاں جیت لیتے تھے وہی دیوتا زیادہ مشہور و مقبول ہو جاتا تھا۔ شہر تھیبس کا دیوتا اسی لئے سب سے اونچا ہو گیا تھا کہ تھیبس کے فرعونوں نے ایسے پائے مارے تھے جو کبھی مصریوں کے خیال میں بھی نہیں آئے تھے۔ اس عقیدے کی وجہ سے دیوتاؤں کی تعداد میں بہت کمی ہو گئی۔ پھر بھی مصری بہت سے دیوتا مانتے ہی رہے، جن میں سے بعض کے مختصر حالات بیان کئے جاتے ہیں

خنمو

اس دیوتا کا دھڑ آدمی کا سا ہوتا تھا

اور چہرہ بھیڑ کا۔ اس کے سر پر "مقدس" تاج دکھاتے تھے جس کی حفاظت ایک سانپ کیا کرتا تھا۔ خیال کیا جاتا ہے کہ مصریوں کا یہ ایک سب سے پرانا دیوتا ہے۔ سمجھتے تھے کہ خنموں دیوتا امن اور دیوتا فتاح کی بعض صفتیں پائی جاتی ہیں۔ اسی لئے خنمو کی تصویریں اس طرح بناتے تھے کہ وہ مٹی سے آدمی کے پتلے ڈھال رہا ہے۔ یہ صفت فتاح کی تھی۔ مصریوں کا یہ عقیدہ بھی تھا کہ خنمو ہی نے اوزیریس دیوتا کی بکھری ہوئی ہڈیاں جمع کی تھیں۔ ساتھ ہی خنمو کو دیوتاؤں کا باپ بھی مانتے تھے۔ اس کا بت ہمیشہ ہرے رنگ میں رنگا رہتا تھا۔

فتاح

یہ دیوتا خنمو سے بھی زیادہ پرانا سمجھا جاتا ہے۔ مصر کی پہلی راج دہانی منفس میں اس کی پوجا پہلے شاہی خاندان کے جنم لینے سے بھی پہلے ہوتی تھی (تقریباً ۳۰۰۰ ق م)۔ مصری کہتے تھے کہ تمام دیوتا اسی فتاح کی آنکھ سے پیدا ہوئے ہیں، اور آدمی اُس کے منھ سے ہندو دھرم میں بھی دیوتا برہما کے بارے میں تقریباً قریب ایسا ہی عقیدہ ہندو رکھتے ہیں ہندو کہتے ہیں کہ برہمن برہما کے منھ سے پیدا ہوئے ہیں۔ چھتری اُس کے بازو سے۔ ویش اُس کے پیٹ سے اور شودر اُس کے پاؤں سے! بہر حال مصری اپنے اس دیوتا کی تصویر اس طرح بناتے تھے کہ عصا اس کے ہاتھ میں ہوتا تھا، جسے قوت زندگی اور دوام کا نشان مانتے تھے۔

تمو یا اتمو

یہ دیوتا، دن اور رات کا ختم کرنے والا مانا جاتا تھا۔

موت

یہ شہر تھیبس کی ایک دیوی تھی جسے پیدا کرنے والے نیچر کا مظہر مانتے تھے۔

خبیرہ

اسے بھی فتاح کی صفتوں کا مالک مانا جاتا تھا۔ کہتے تھے اس دیوتا نے خود اپنے آپ کو پیدا کیا ہے۔ اس کی صورت اس طرح بناتے تھے کہ دھڑ آدمی کا اور منھ کو برے (کالے سانپ) کا یہ اعتقاد پھیل گیا تھا کہ یہ دیوتا سب دیوتاؤں کا باپ ہے اور دنیا بھی اسی نے پیدا کی ہے۔

بَسْت

یہ دیوی شمالی مصر کے شہر بَست (بوسطہ) میں پوجی جاتی تھی۔ اس کی صورت آدمی کی سی اور سر بلی کا سا ہوتا تھا۔ فتاح کی صفتوں میں شریک مانی جاتی تھی۔ بعض مؤرخوں نے اس کا نام "سخت" لکھا ہے۔

بَتْ

یہ صعید (جنوبی مصر) کی دیوی تھی۔ اس کے ہاتھ میں تیر کمان دکھاتے تھے اور اس کے بت کو سبز رنگ سے رنگا کرتے تھے۔

رَا

یہ آفتاب کا دیوتا ہے۔ ہیلیوپولیس (عین شمس) میں پوجا جاتا تھا۔ پھر بہت سے شہروں میں پہنچنے لگا۔ اس کی شکلیں کئی قسم کی تھیں، اور اس کا نام خاص خاص موقعوں کے علاوہ زبان پر لایا نہیں جاتا تھا۔

ہُورِس

یہ دیوتا صبح کا سورج ہے۔ اس کا سر شکرے کا سا ہوتا تھا اور کہتے تھے کہ یہ ایزیس اور اُوزیرس کا بیٹا ہے۔ اس کا لقب تھا "اپنے باپ کا بدلہ لینے والا کیونکہ اس نے "ست" سے بدلہ لیا تھا۔

اُوزیرِس

یہ شہر مندس کا دیوتا تھا۔ شروع شروع

اسے دریائے نیل کا مظہر سمجھتے تھے، مگر زمانہ تاریخ سے بہت پہلے اسے مردوں کا اور آخرت کا دیوتا مان لیا گیا تھا اور اس کی پرستش سارے مصر میں پھیل گئی تھی۔ مصریوں کا عقیدہ تھا کہ اوزیرس، سبو کا بیٹا ہے اور اس نے اپنی بہن ایزیس سے شادی کی۔ پھر اپنے باپ کو مصر کے تخت پر بٹھا کے ساری دنیا کو فتح کرنے اور تہذیب بنانے کے لئے چلا گیا۔ مگر اس کے ہم زلف ست نے دغا سے اسے مار ڈالا۔ مدت تک اس کی ہڈیاں بکھری رہیں۔ پھر اوزیرس زندہ ہو گیا اور آسمان کی بادشاہی کا مالک بن گیا۔ آخرت میں حساب کتاب کرنا بھی اسی کا کام ہے اور اسی کی خوشنودی سے یہ نے مصریوں کے بقول آدمی نجات پا سکتا ہے!

ایزیس

یہ دیوی ہورسیس کی ماں اور اوزیرس کی بیوی کہی جاتی تھی۔ اوزیرس کے قاتل ست نے نفتیس سے شادی کی تھی جو ایزیس کی بہن تھی۔ اوزیرس، ایزیس، نفتیس اور ست یہ سب آپس میں بہن بھائی بھی تھے۔ ایزیس کی صورت دو قسم کی ہوتی تھی کبھی حسین عورت کی صورت اور کبھی حسین عورت کے جسم کے ساتھ گائے کا منھ

نفتیس

اوزیرس اور ایزیس کی بہن اور ست کی بیوی۔ اس کی تصویریں اس طرح ہیں کہ اوزیرس کی لاش کے سامنے کھڑی ماتم کر رہی ہے۔ مصری خرافات میں ہے کہ ایک زنا و دھوکہ سے اوزیرس اسے ایزیس یعنی اپنی بیوی سمجھا۔ اس غلطی کا یہ نتیجہ نکلا کہ نفتیس کو حمل رہ گیا اور انوبیس پیدا ہوا۔

ست

یہ بدی کا دیوتا ہے۔ اوزیرس کو اسی نے مارا تھا، لیکن اوزیرس کے بیٹے

ہورس نے اس سے بدلہ لے لیا ہیکوس اسے پوجتے تھے، اور اس کی ماں ختاس کے نام پر قربانیاں کرتے تھے۔

انوبیس

اوزیرس کا ناجائز لڑکا، جسے مردوں کا دیوتا سمجھتے تھے۔ اس کا جسم آدمی کا اور سر گیدڑ کا ہوتا تھا۔

سبو

(آسمان) کا شوہر اور اوزیرس، ایزیس، اور دوسرے بہت سے دیوتاؤں کا باپ سمجھا جاتا تھا

توت

آخرت کے دیوتا، اوزیرس کا میر منشی، وقت کا حساب لگانے والا، اور گنتی کا ایجاد کرنے والا مانا جاتا تھا۔ اس کی تصویریں اس طرح ہیں کہ اوزیرس کی عدالت میں کھڑا ہے۔ ہاتھ میں کاغذ اور قلم ہے۔ تاکہ نیکیوں اور بدیوں کا وزن لکھتا جائے۔

سبک

اس دیوتا کا سر مگرمچھ کا تھا۔ نوم امبو اور نیوم میں پوجا جاتا تھا۔

ہاتور

اتوم کی بیوی تھی جو "را" دیوتا کا ایک روپ ہے۔ اس کی شکل عورت کی تھی، جو اپنے سر پر باز کی صورت کا ایک خول چڑھائے رہتی تھی اور اس پر سینگ بھی ہوتے تھے۔ اس دیوی کے کئی نام تھے:۔ دیوتاؤں کی محبوبہ" "مغرب کی ملکہ" "تھیبس کی ہاتور"۔ یہ نسوانی فطرت کی طاقت کا مظہر تھی۔ اس میں ایزیس کی توت، اور موت کی بعض صفتیں مانی جاتی تھیں۔ اسے اکثر گائے کی صورت کا بناتے تھے جو تھیبس کی پہاڑیوں سے نکل رہی ہو۔

مائرت

یہ قانون کی دیوی تھی اور "را" یعنی سورج دیوتا کی بیٹی سمجھی جاتی تھی اس کی صورت عورت کی سی تھی جس کے سر پر قانون کا پر لگا رہتا تھا۔

جابی

یہ دریائے نیل کا دیوتا تھا۔ اور اس طرح بنایا جاتا تھا کہ آدمی ہے جو سر پر پھول اٹھائے ہوئے ہے اسے ہرے اور لال رنگوں سے رنگا جاتا تھا۔

اَپیس

یہ گائے کا بچھڑا ہوتا تھا اور بہت پرانے وقتوں سے ممفس میں پوجتا تھا۔ سقارہ کی زمین سے کئی ممی کئے ہوئے بچھڑے نکلے ہیں جنھیں حضرت مسیحؑ کی پیدائش سے ایک ہزار سال سے پانسو برس پہلے کا خیال کیا جاتا ہے۔

اَمن

پایۂ تخت تھیبس میں جیسا پہلے بتایا جا چکا ہے ایک تالوث تھا (یعنی تین دیوتاؤں کا مجموعہ تھا) جس میں امن سب سے بڑا تھا۔ مصریوں کا عقیدہ تھا کہ آمن، فتاح دیوتا کا بیٹا ہے اس کا لقب تھا "دونوں مصروں کا خدا" اور دیوتاؤں کا شہنشاہ" اس کی شکل کبھی انسان کی بھی بناتے تھے، جو سر پر سینگ پہنے رہتا تھا۔ مصری اسے اپنے آزادی و خود مختاری کا بھی دیوتا یقین کرتے تھے کیونکہ اسی کے پوجنے والے مصری نوابوں نے مصر کو ہیکسوس کی غلامی سے نکالا تھا اور بڑی بھاری سلطنت قائم کر دی تھی۔

مُوت

یہ تھیبس کے تالوث کی دیوی ہے۔

امن کی بیوی۔ اسے پیدا کرنے والے بنجر کا مظہر مانا جاتا تھا۔

خنسو

تھیبس کے ثالوث کا دیوتا اور امن کا بیٹا مانا جاتا تھا۔ اسے چاند کا دیوتا سمجھتے تھے اس کی شکل اس طرح کی تھی کہ دھڑ آدمی کا اور منھ باز کا۔ یہ اپنے سر پر چاند اٹھائے دکھایا جاتا تھا، اس کا دوسرا نام نفر حتپ تھا۔

منتو

بعد کی قوموں کی طرح پرانی مصری قوم کے بھی جنگی دیوتا تھے۔ ان دیوتاؤں میں دو زیادہ مشہور ہیں۔ ایک کا نام منتو۔

منتو کو بعد کے زمانے میں دیوتا "را" (سورج) کے ساتھ ملا دیا گیا تھا، اور اُسے "منتورا" کہنے لگے تھے۔ اس کی پوجا بہت سے مقاموں میں ہوتی تھی، جیسے تھیبس مذامودار منت،

طود، اور اس دیوتا کے القاب بھی بہت تھے۔ پرانی تحریروں میں اسے "تھیبس کے سردار، دیوتاؤں کے بادشاہ، اور دو توں کے حریوتا" کے القاب سے یاد کیا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ دیوتا بہت پرانا تھا کیونکہ اس کا نام دوسرے دیوتاؤں کے ساتھ اہرام کے اندر بھی ملتا ہے اور اس کی پرستش بھی کم سے کم چھٹے شاہی خاندان کے زمانے سے عام ہو چکی تھی، کیونکہ اس خاندان کا ایک فرعون "مرن را" اپنے بارے میں لکھتا ہے کہ میں دیوتا منتو کی طرح میدان جنگ سے فتحیاب لوٹا۔

دیوتا منتو کو عام طور پر ایک ایسے انسان کی صورت میں دکھایا جاتا تھا، جس کا دھڑ تو آدمی کا ہے، مگر سر باز کا سا ہے جس پر سورج کا تاج رکھا ہے اور دو پر بھی تاج کے ساتھ لگے ہوئے ہیں ایک تصویر میں اُسے اس طرح بھی دکھایا گیا ہے کہ لمبا نیزہ ہاتھ میں لئے ہوئے ہے، جس کی آنی لوہے

یا برونز دھات کی ہے اور ایک دشمن قیدی پر وار کر رہا ہے۔

لیکن اس دیوتا کی جب پرستش شہر زرت میں شروع ہوئی (یہ شہر آج کل ایک گاؤں ہے۔ طود اس کا نام ہے، اور اقصر سے بیس کیلو میٹر کے فاصلے پر جنوب میں واقع ہے) تو اس کی صورت بدل گئی، اگرچہ اس کی جنگی طبیعت میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی، اور یہ بدستور لڑائی کا دیوتا ہی رہا۔ زرت میں اسے آدمی کی طرح بنانے لگے، جس کا سر بیل کا ہوتا تھا، اور اس کے ہاتھ میں کئی قسم کے ہتیار رہتے تھے۔

جنگ قادش کے حالات میں اس دیوتا کا بہت تذکرہ آیا ہے۔ لکھا ہے کہ فرعون رام سیس دوم میدان جنگ پر اس طرح چمکا جس طرح "را" (سورج) چمکتا ہے، اور اُس نے باپ منتو کے ہتیار اپنے ہاتھ میں لے لئے پھر دشمنوں پر تھیبس کے سردار منتو دیوتا کی طرح ٹوٹ پڑا۔ فرعون نے ہتیار اٹھائے۔ اپنی رتھ پر سوار ہو گیا، معرکے میں گھس پڑا اور تمام دشمنوں کو برباد کر کے فتحیاب ہو گیا۔

منتو دیوتا کا ایک لقب "طاقتور بیل" بھی تھا۔ اس لقب سے غرض یہ تھی کہ دیوتا کو طاقت و قوت کا مظہر بتایا جائے۔ شہر مدآمود کے مندر پر یہی لقب لکھا ہوا ہے، اور پرانی تحریروں میں بتایا گیا ہے کہ اس شہر میں لڑائی کا ایک میدان بھی تھا جس میں "مقدس بیل" (جو منتو دیوتا کا مظہر سمجھا جاتا تھا) لڑتا تھا۔ ظاہر ہے لڑائی کا مطلب اصلی لڑائی نہیں ہو سکتا، کیونکہ اصلی لڑائی میں "مقدس بیل" کے زخمی ہونے یا مر جانے کا اندیشہ تھا، اور معلوم ہے مصری اپنے دیوتا کا یہ حشر دیکھنا پسند نہیں کر سکتے تھے۔ لہذا لڑائی سے مراد فرضی لڑائی ہے

خود مدآمود کا مصری نام "حت عجات" تھا جس کے معنی ہیں "لڑائی کا گھر"۔ منتو دیوتا کا اصلی مندر، مدآمود ہی

میں تھا، اور اس کی عبادت پر وہ تمام فرعون بہت زور دیتے تھے جو جنگ اور فتوحات کے شائق تھے۔ اٹھارویں خاندان میں اس دیوتا نے بڑی اہمیت حاصل کرلی تھی، کیونکہ یہ خاندان بڑا جنگ جو تھا۔ اس خاندان کے مشہور فرعون، تھوتمس سوم نے، جسے پرسٹڈ نے مصر کا نپولین کہا جاتا ہے منتو دیوتا کا مندر نئے سرے سے بنایا تھا۔ اس کے بعد فرعون امنوفیس اور تھوتمس چہارم نے اس مندر میں بہت اضافہ کیا۔ انیسویں خاندان کے فرعون بھی یہی کرتے رہے سیتی اوّل اور رامسس دوم نے اس دیوتا کے لئے ایک عظیم الشان نیا مندر بنایا۔ عجیب بات یہ ہے کہ یونانی دور میں بھی اس دیوتا کی عظمت باقی رہی۔ بطلیموس سوم نے جو بڑا جنگ جو بادشاہ تھا۔ اس دیوتا کے لئے ایک نیا مندر مدآمود شہر میں بنا کر اپنی عقیدت کا ثبوت دیا۔ اسکے بعد بطلیموس نینجم نے بھی ایک مندر بنوایا، حتیٰ کہ جب رومن شہنشاہی قائم ہوئی، اور مصر روم کا ایک صوبہ بن گیا، تب بھی اس دیوتا کی بڑائی قائم رہی خود رومن فاتحوں نے اس سے عقیدت ظاہر کی اور اس کے مندر کو زیادہ سے زیادہ آراستہ کردیا۔ مسیحی زمانے ہی میں یہ دیوتا ہمیشہ کے لئے ختم ہوا ہے۔

پردی کاغذوں سے معلوم ہوتا ہے کہ تیرہویں خاندان کے دور حکومت میں بھی منتو کی بڑی تعظیم کی جاتی تھی، اور سال میں دو دفعہ اس کے نام پر تہوار منائے جاتے تھے جن میں فرعون سے لے کر معمولی مصری بھی شریک ہوتے اور خوشیاں مناتے تھے یہ بھی لکھا ہے کہ ان تہواروں میں اکثر رات کو کوئی سو جاتا تھا تو اُسے اٹھا دیتے تھے تاکہ خوشی میں اپنا پورا حصہ لے!

دیوی سخمت

یہ دیوی چلانے والے سورج کی گرمی کا مظہر سمجھی جاتی تھی، اور اسی لئے قتل اور

بربادی کی دیوی تھی۔ اس کے بارے میں پرانے مصریوں نے ایک لمبا قصہ گھڑا تھا، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ

"رآ بہت ہی زبردست دیوتا تھا اور مدتوں مصر پر حکومت کرتا رہا۔ لیکن جب بوڑھا ہو گیا تو اُس کی کمر جھک گئی اور رطوبت گھٹ گئی۔ اُس کے ہونٹ کانپنے لگے، اور رال بہنے لگی۔ لوگوں نے یہ دیکھا تو دیوتا کا مذاق اُڑانے لگے، اور کہنا شروع کر دیا کہ ہمارے دیوتا کا گوشت سونا بن گیا ہے۔ ہڈیاں چاندی ہو چکی ہیں، اور بال، لاجورد کے تار ہیں۔

"دیوتا جلد ہی سمجھ گیا کہ اُس کا مذاق اُڑایا جا رہا ہے۔ کبھی اُس کو خیال بھی نہیں ہو سکتا تھا کہ اُس کے غلام اور چاکر ایسی گستاخی کریں گے۔ مگر اب وہ دیکھ رہا تھا کہ یہ لوگ گستاخی کر رہے ہیں۔

بہت سوچنے کے بعد دیوتا رآ نے دوسرے دیوتاؤں کو جمع کیا اور اُنھیں گستاخیوں کا حال سُنا کر کہا کہ ناشکروں سے بدلہ لینا ضروری ہے۔ ایک دیوتا نے کہا کہ معاملہ بالکل آسان ہے۔ مجرموں کو پکڑ لیا جائے۔ اُن پر مقدمہ چلایا جائے اور ایسی سزائیں دی جائیں کہ سب لوگ ہمیشہ کے لئے ڈر جائیں۔ مگر رآ نے کہا یہ ٹھیک نہیں ہے۔ گرفتاریاں شروع ہوتے ہی لوگ، صحرا میں بھاگ جائیں گے اور مصر ویران ہو جائے گا آخر بہت صلاح مشورے کے بعد دیوتا نے رآ نے طے کیا کہ رآ، اپنی ایک آنکھ کے نام فرمان صادر کرے اور اُسے اجازت دیدے کہ اُن لوگوں سے پورا پورا بدلہ لے، جنھوں نے یہ گستاخی کی ہے۔ رآ نے یہ صلاح مان لی۔ اور اُس کی آنکھ نے ایک عورت کی صورت اختیار کر لی، جس کا سر شیرنی کا تھا۔ رآ کی یہی آنکھ دیوی سخمت ہے اس کے بعد یہ ہوا کہ دیوی سخمت خون اور قتل کی پیاسی ہو کر پہاڑوں میدانوں، شہروں آبادیوں میں دوڑنے اور بڑی ہی بے رحمی سے قتل عام کرنے لگی۔ حالت یہ ہو گئی کہ ملک بھر میں ہر طرف

خون کی ندیاں ہی بہتی دکھائی دیتی تھیں رآ نیک دل معبود تھا اور بہت ہی نرم مزاج۔ اُس نے دیکھا کہ جو دنیا اُس کے ہاتھوں بنی اور پروان چڑھی تھی، اب ویران ہو چکی ہے، اور اُس کے پیدا کئے ہوئے آدمی موت کے گھاٹ اُتر چکے ہیں۔ دنیا میں جو کچھ بھی اچھا اور خوبصورت تھا، فنا ہو گیا ہے۔ یہ دیکھ کر رآ کو بہت رنج ہوا، اور وہ بڑی ندامت سے اپنے دل میں کہنے لگا کہ آخر میں نے یہ کیا کیا؟

رآ نے چاہا کہ خوں ریزی اور بربادی ختم ہو جائے۔ مگر سخ مت خون پینے کی عادی بن چکی تھی، اُس نے دیوتا کی ایک نہ سُنی اور اپنا کام کرتی رہی۔ قتل عام کرتی ہوئی، مصر کے درمیانی علاقوں میں بھی پہنچ گئی، مگر یہاں رات ہو گئی اور دیوی بے اختیار سو گئی۔

"رآ نے یہ موقعہ غنیمت جانا اور سوچنے لگا کہ کسی طرح اور زیادہ خوں ریزی نہ ہونے پائے۔ بہت سوچ کے اُس نے حکم دیا کہ بیر شراب بنائی جائے۔ فوراً بے شمار مقدار میں بیر بن گئی۔ دیوتا نے حکم دیا کہ زمین پر ہر جگہ یہ شراب بہا دی جائے۔ یہی کیا گیا، اور جب سخ مت جاگی تو اُسے ہر طرف یہ شراب دکھائی دی جس کا رنگ خون جیسا تھا۔

"سخ مت یہ دیکھ کر خوش ہو گئی اور سمجھی کہ یہ سب خون خود اُسی نے بہایا ہے پھر اُس نے زمین پر بہتی ہوئی شراب پینی شروع کر دی، کیونکہ خون پینے کی اُسے لت پڑ چکی تھی، اور اس شراب کو خون ہی سمجھتی تھی۔ جب بہت پی گئی تو شراب کا اُس پر اثر ہوا مست ہو کر سو گئی، اور صبح جب جاگی تو بھول چکی تھی کہ قتل اور خوں ریزی اُس کا کام تھا۔

"اب سخ مت رآ کے پاس نادم آ گئی، کیونکہ نیک بن چکی تھی۔ رآ نے اُس کا شاندار استقبال کیا، اور حکم دیا کہ

ہر سال نوروز پر سنح مت کے لئے بیر پیش کی جائے۔

"اُس وقت سے اس دیوی کو برابر خوراک پہنچ رہی ہے۔"

غرضکہ سنح مت دیوی بھی مصریوں کے جنگی دیوتاؤں میں سے ایک تھی۔

وحدانیت کیطرف کھنچاؤ

اُوپر آپ دیکھ آئے ہیں کہ دیوتاؤں کے بارے میں مصریوں کی ذہنیت کیا تھی اور کس طرح جنگی فتوحات نے پایہ تخت تھیبس کے دیوتا، امن کو سب سے زیادہ مشہور و مقبول بنا دیا تھا۔ مصریوں کی یہ ذہنیت، تمدن کی ترقی کے ساتھ مضبوط ہوتی چلی گئی۔ اور وہ آہستہ آہستہ وحدانیت کی طرف کھنچنے لگے۔

مصری مذہب کی تاریخ کو غور سے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اونچے درجے کے لوگ عام طور پر را یعنی سورج کو پوجتے تھے تھیبس مصر کی راج دہانی تھا اور تہذیب کا مرکز، مگر اس شہر کا دیوتا، را نہیں امن تھا۔ کھلی بات ہے امن ایک فرضی اور بناوٹی دیوتا تھا اور را بہرحال زبردست مادّی وجود رکھتا تھا سورج بھی خدا کی ایک مخلوق ہی ہے۔ مگر بڑی شاندار ہے، اور خدا نے ہماری زمین کی زندگی کا ذریعہ سورج ہی کو بنا دیا ہے۔ بہت سی قومیں سورج کی عظمت اور اُس کا جلال دیکھکر اُس کی پُجاری بن گئیں۔ مصریوں کا بھی یہی حال ہوا اُن کے خواص امن اور دوسرے سب دیوتاؤں پر را، یعنی سورج دیوتا کو ترجیح دینے لگے۔ تھیبس والوں نے یہ دیکھا تو ڈرے کہیں امن کے ساتھ تھیبس کی بڑائی بھی ختم نہ ہو جائے عقلمند لوگ تھے، انہوں نے امن اور را کو ایک ساتھ ملا دیا، اور "امن را" کے نام سے اپنے دیوتا کی شہرت پھیلا دی۔

اُنھوں نے بس یہی نہیں کیا بلکہ
"امن را" کو ایک مستقل دیوتا قرار دیا
اور مصر کے خواص میں را (سورج) کی
وحدانیت کا جو خیال پھیل ہو چکا تھا،
اُسے "امن را" سے جوڑ دیا۔ یہی
وجہ ہے کہ ہم اس عجیب دیوتا کی شان
میں ایسی مناجاتیں پاتے ہیں جو اللہ
وحدہٗ لاشریک لہٗ کے لئے ہو سکتی
تھیں۔ ایک مناجات کا ترجمہ یہاں
دیا جاتا ہے:۔

"تجھی نے زمین، چاندی، سونا
بنایا ہے اور تجھی نے بالکل اپنی
خوشی سے سچے جواہرات بنائے
ہیں!" تجھی نے ہری بھری گھاس
اُگائی ہے جسے چرند چرتے ہیں
اور تجھی نے سبزیاں پیدا کی ہیں،
جن پر آدمی جیتے ہیں۔

"تو ہی مچھلی کو دریا میں زندہ رکھتا
ہے، اور چڑیوں کو جو ہوا میں سانس
لیتی ہیں۔"

"تو ہی انہیں ہوا بہنچاتا ہے جو انڈوں
کے اندر بند ہیں اور تو ہی کیڑوں میں
روح پھونکتا ہے۔

"تو ہی بھنبھیریوں میں پیٹ پر رینگنے
والوں میں مچھروں میں سانس پھونکتا
ہے، اور تو ہی بلوں میں چوہے کو روزی
دیتا اور ڈال پر چڑیا کو سنبھالتا ہے۔

"تیرے ہی یہ سب احسان ہیں،
اور اسی لئے تو مبارک ہے!

"تو ایک اکیلا ہے لیکن تیرے ہاتھ
بہت سے ہیں!

"آدمی تیری دونوں آنکھوں سے نکلے
ہیں اور جب آدمی تیری ستائش کرتے
ہیں تو جلوہ ہی تھک کر اُن کا سانس پھول
جاتا ہے، چاہے وہ مصری ہوں، یا
لیبیائے حبشی ہوں، یا ایشیا کے!

"مرحبا ہے تیرے لئے اے معبود!
سب ہی کہتے ہیں تیرے لئے حمدیں ہیں
کیونکہ تو ہم میں ظہور رہتا ہے!

"تیرے نے ہمارے سب ہی احترام
ہیں کیونکہ تو ہی نے ہمیں پیدا کیا ہے!
دوسری قومیں آرہی ہیں تمام زندہ چیزوں

کی طرف سے!

"تیرے پجاری ہر جگہ پھیلے ہوئے ہیں۔ آسمان کی اونچائیوں میں بھی اور زمین کی چوڑائیوں میں بھی، اور سمندر کی گہرائیوں میں بھی۔

"تیری عظمت کے آگے سب دیوتا جھک جاتے ہیں!

"دیوتا تجھ سے عرض کرتے ہیں، چلا جا سلامتی میں، اے وہ جو سب دیوتاؤں کے باپوں کا باپ ہے!

"جس نے آسمانوں کو کھمبوں کے بغیر تان دیا ہے، جس نے زمین کو بچھونا بنا دیا ہے جو پیدا کرنے والا ہے سب جانداروں کا، جو بنانے والا ہے سب چیزوں کا۔

"تو دیوتاؤں کا سردار اور شہنشاہ ہے!

"ہم تیری روحوں کو آداب عرض کرتے ہیں کیونکہ تو ہی نے ہمیں بنایا ہے!

ہم تجھ پر دل کھول کے چڑھاوے چڑھاتے ہیں، کیونکہ تو ہی نے ہم میں جان ڈالی اور ہم جیتے جاگتے آدمی بن گئے۔

"ہم تجھ پر برکتوں کی بارش کرتے ہیں، کیونکہ تو ہم میں سدا رہتا ہے!"

پرانے کتبوں اور مہنتوں کی لاشوں پر کی تحریروں سے ظاہر ہوتا ہے کہ امن دیوتا کے سب مہنت ایک درجے کے نہیں تھے بلکہ اُن کے کئی درجے ہوتے تھے۔ سب سے اونچے درجے کے مہنت وہ تھے، جو "آسمانی، دنیوی، اُخروی، شہیازوں کے سردار" کہلاتے تھے یہ لوگ گویا مصری مذہب کے امام تھے، اور اسی لئے صرف انہی کے لئے جائز تھا کہ دیوتا کے مندر کے آخری حصے تک اُس حصے تک بھی چلے جائیں، جہاں خود دیوتا کا بڑا بُت نصب تھا۔

باقی مہنتوں کے لئے وہ جگہیں مقرر تھیں، جہاں تک وہ جا سکتے تھے۔ مندر کا پہلا حصہ سب کے لئے کھلا رہتا تھا اور ہر شخص اُس میں جا سکتا تھا، لیکن دوسرے حصے میں جو مصری زبان میں سنجیت کہلاتا تھا صرف وہی مہنت جا سکتے تھے، جو قربانیاں اٹھاتے تھے۔

پھر یہ لوگ بھی اس حصے کی ایک ہی حد تک جا سکتے تھے۔ یہاں کھڑے ہو کر وہ قربانی کے متعلق خاص مناجاتیں پڑھتے اور لوٹ آتے تھے۔

مندر میں ایک ایوان کا نام "آسمان کا ایوان" تھا۔ اس ایوان میں خاص خاص لوگ ہی جا سکتے تھے۔ اس ایوان میں جب روشنی ہوتی تو آنکھوں میں چکا چوند پیدا ہو جاتی تھی۔ کیونکہ ایوان کی دیواریں الیکٹرو دھات کی چادروں سے ڈھکی ہوئی تھیں اور جب قندیلیں جلائی جاتی تھیں، تو دیواریں جگمگ جگمگ کرنے لگتی تھیں، اور ایوان کا رنگ آسمانی ہو جاتا تھا۔ اسی مناسبت سے اُسے آسمان کا ایوان کہتے تھے۔

امن دیوتا کے مہنتوں میں ایک گروہ "یونی نفر" یعنی مقدس باپ کہلاتا تھا۔ معلوم نہیں ان لوگوں کے فرائض کیا تھے۔ مگر عجیب بات یہ ہے کہ تابع لڑکوں کی مومیوں پر بھی یہ لقب لکھا ہوا ہے۔ شاید یہ لقب اعزازی تھا اور مہنتوں کے مخصوص خاندانوں کا ہر آدمی اسی لقب سے یاد کیا جاتا تھا۔ چاہے وہ خود مہنت نہ بھی ہو۔ یہ خیال اس لئے بھی پیدا ہوتا ہے کہ اس لقب کے ساتھ ہر کسی پر کوئی اور لقب بھی موجود ہے، اور اس دوسرے لقب سے صاف ظاہر ہو جاتا ہے کہ مہنت خاندان کے یہ لوگ جو مقدس باپ کہلاتے تھے۔ مندر کی جائدادوں کا بھی انتظام کرتے تھے اور اُن میں جو آدمی جو کام کرتا تھا، اُس کی مناسبت سے اُسے دوسرا لقب بھی دیدیا جاتا تھا۔ چنانچہ مہنت خاندانوں کے افراد کی مومیوں پر اس قسم کے القاب لکھے ہیں:۔ امن کے بیلوں کا نگراں۔ امن دیوتا کے مویشیوں کا رکھوالا۔ امن کے گھر کی چہار دیواری کا پاسبان۔ امن کی جائداد کا کارپرداز۔ مقدس آمدنی کا میر منشی۔ امن کے رجسٹر کا رکھنے والا۔ امن کے گھر سے دھاتیں نکالنے والوں کا سردار۔ شہر تھیبس میں انصاف کا حکم

دینے والا۔ سردار ایتوبیا کے گھر کا داروغہ وغیرہ وغیرہ۔

امن دیوتا اور بعض دوسرے بڑے دیوتاؤں کے خادم، مرد ہی نہیں ہوتے تھے عورتیں بھی ہوتی تھیں۔ ان عورتوں کے بھی کئی گروہ تھے۔ ایک گروہ کی عورتیں "کمایتونی امنو" کہلاتی تھیں اور ان کی پوزیشن ویسی ہی تھی، جیسے "مقدس باپوں" کی۔ یعنی عورتیں مندر میں دیوتا کی حمد و ثنا کے گیت تو گاتی تھیں اگر گھر گرہست بھی تھیں۔ اپنے شوہروں اور رشتے داروں کے ساتھ مندر میں مقررہ وقتوں میں آتی تھیں اور اپنا کام کر کے چلی جاتی تھیں۔

ان عورتوں کے علاوہ اور عورتیں بھی تھیں، اور مندر سے زیادہ گہرا تعلق رکھتی تھیں۔ انھیں "حسیت" کہا جاتا تھا، اور یہ بھی دیوتا کی بڑائی کے گیت گاتی تھیں۔ ان کے بارے میں زیادہ تفصیل اب تک معلوم نہیں ہو سکی۔

ان دونوں گروہوں سے الگ عورتوں کا ایک اور گروہ بھی تھا۔ یہ عورتیں "کنواری" رہتی تھیں۔ دیوتا کے لئے اپنے آپ کو وقف کر دیتی تھیں، اور مندر ہی کی عمارتوں میں رہتی تھیں۔ یہ گویا ہندوستان کی بول چال میں "داسیاں" یا "اچھوتیاں" تھیں مگر حقیقت میں یہ عورتیں بہت بڑا فتنہ تھیں۔ ان عورتوں کی سردار عورت کا لقب "خزیتو" تھا۔

ان عورتوں کے ٹھیک مقابلے میں مردوں کا بھی ایک گروہ رہتا تھا۔ یہ لوگ نفریو کہلاتے تھے یعنی "نوجوان" اور یہ بھی "مجرّد" رہا کرتے تھے۔

"حسیت" عورتوں کے جواب میں "حسیو" نام کے مرد تھے، اور وہی کام کرتے تھے، جو "حسیت" عورتیں کرتی تھیں۔

ان کے علاوہ مردوں کا ایک گروہ تھا، جو "بو" کہلاتا تھا یعنی راہبوں کا گروہ تھا۔ ان لوگوں کا کام صرف

یہ تھا کہ دیوتا کی ہر وقت "عبادت" کرتے رہیں۔

ایک اور گروہ بھی تھا، جسے "حریجو" کہتے تھے۔ اس گروہ کے لوگ لکھے پڑھے ہوتے تھے اور مصری مذہب کے گویا فقیہ تھے۔

ایک اور گروہ "حن نتر" کہلاتا تھا یہ لوگ بہت بڑے عالم فاضل سمجھے جاتے تھے، اور ان کی بہت عزت بھی کی جاتی تھی۔

مہنتوں اور پجاریوں کی یہ تقسیمیں مندر کے اصول پر تھیں۔ مگر سرکاری طور پر ایک ہی بڑا مہنت مانا جاتا تھا جسے پاپائے اعظم کہنا چاہیئے۔ یہ سب سے بڑا مہنت امن دیوتا کے دین اور مندر کا سب سے بڑا افسر ہوتا تھا اور "حن نتر نی امن را" کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا۔

شروع شروع یہ شخص محض مذہبی پیشوا ہوتا تھا، اور فرعون کے اثر میں رہتا تھا، لیکن دیوتا امن کی مقبولیت جتنی بڑھتی گئی، یہ پیشوا بھی اُتنا ہی طاقتور ہوتا چلا گیا۔

سب سے پہلے اٹھارویں خاندان کے فرعون "اخناتون" نے اس پیشوا کی قوت و اقتدار سے خطرہ محسوس کیا اور اس خطرے سے بچنے کے لئے فرعون نے امن دیوتا ہی سے بغاوت کر دی اور را (سورج) دیوتا کی پرستش جاری کی۔ مگر امن دیوتا، فرعون سے زیادہ طاقتور ثابت ہوا، اور اس کے مہنت اکیسویں خاندان میں فرعون ہی بن بیٹھے، جیسا کہ تفصیل سے اوپر لکھا جا چکا ہے۔

مصر میں مذہبی انقلاب

اُوپر بتایا جا چکا ہے کہ مصر کے خواص صرف ایک دیوتا۔ را یعنی سورج کو پوجنا پسند کرتے تھے، لیکن مصر کے عوام بہت سے دیوتاؤں پر بیٹھے ہوئے تھے، عوام اور خواص کی ذہنیتوں کا یہ اختلاف، ملک میں خرابی ڈال سکتا تھا

ہی سوچ کر یا یہ تخت تعیش کے مدبر دیا اور مہنتوں نے یہ کیا کہ اپنے دیوتا امن کو رع سے ملا دیا اور دونوں کو ایک ہی دیوتا کہنا شروع کر دیا۔ یہ کارروائی اصل میں عوام و خواص کے مذہبی خیالات میں ایک طرح کا سمجھوتہ تھی، اور تاریخ بتاتی ہے کہ یہ سمجھوتہ دانشمندانہ اور مصر کے حالات کے ٹھیک موافق تھا، کیونکہ یہ سمجھوتہ اُس وقت تک باقی رہا جب تک مصریوں نے عیسائی مذہب قبول نہ کر لیا۔

لیکن مصر میں ایک ایسا فرعون بھی گزرا ہے، جو اپنے خیالات میں بہت سخت تھا، اُسے یہ لیپا پوتی پسند نہ آئی اور اُس نے طاقت کے زور سے صرف ایک دیوتا کی پرستش پر اپنی رعایا کو مجبور کر دیا۔

مصر کی تاریخ کے باب میں ہم اس فرعون کی طرف اشارہ کر رہے ہیں۔ یہ امنہوتپ چہارم تھا، جو ۱۳۷۵ ق م سے ۱۳۵۸ ق م تک بادشاہی کرتا رہا۔

اور اخن اتون کے نام سے مشہور ہوا اخن اتون یا اخناتون کا مذہبی انقلاب سمجھنے کے لئے خود اس فرعون کے کچھ حالات جان لینے مناسب ہیں۔

یہ امنہوتپ سوم کا بیٹا تھا اور اپنے باپ کی موت پر جب تخت نشین ہوا تو اس کی عمر صرف گیارہ برس کی تھی۔ مگر بلا کا ذہین تھا۔ اس چھوٹی عمر میں بھی سمجھ کا یہ حال تھا کہ فرعون بنتے ہی اس نے ایک لقب یہ قرار دیا "وہ جو سچائی میں رہتا ہے"۔ مصریات کے مشہور عالم، سر فلنڈر پیٹرک نے بالکل ٹھیک کہا ہے کہ بچے اخناتون کا یہ لقب اُسے زیب بھی دیتا تھا کیونکہ اپنے قول و فعل میں وہ ہمیشہ سچا رہا، اور کبھی جھوٹ یا بناوٹ سے اُس نے کام نہیں لیا۔

فرعونوں کا دستور تھا کہ اپنی تصویریں اور اسٹیچو زیادہ سے زیادہ شاندار اور خوبصورت بنواتے تھے، چاہے خود کتنے ہی کمزور اور بدصورت ہوں۔

اپنی رنج کی زندگی بھی تصویروں میں کبھی نہیں دکھاتے تھے کیونکہ ڈرتے تھے، عام لوگوں میں بے قدر نہ ہو جائیں لیکن اخناتون نے یہ ریاکاری ختم کر ڈالی، وہ جیسا تھا ویسا ہی اپنی تصویروں اور اسٹیچوؤں میں ظاہر ہوا۔ اپنی رنج کی زندگی کے مرقعے بھی عام کر دیے۔ تاکہ سب جان جائیں۔ فرعون اپنے محل میں بال بچوں کے ساتھ کس طرح رہتا تھا؟ بہت سی تصویروں میں وہ اپنی ملکہ کے ساتھ ہے دونوں بڑی محبت سے گلے مل رہے ہیں، یا آمنے سامنے بیٹھے ہنس بول رہے ہیں، اور اُن کے بچے کلیلیں کر رہے ہیں۔ پہلے کے اور بعد کے فرعون اپنی ایسی تصویریں کبھی پبلک میں لانے کی ہمت ہی نہ کر سکے، لیکن اخناتون، بناوٹ اور جھوٹ سے گھن کھاتا تھا۔ اسی لئے وہ جیسا تھا، ویسا ہی اپنی رعایا کے سامنے آ گیا۔ یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ بڑے ہی دل گردے کا آدمی ایسا کر سکتا ہے۔ بادشاہوں کے لئے یہ اور بھی مشکل ہے۔

اخناتون بہت ہی دُبلا پتلا بے رعب اور چھاسا آدمی تھا۔ آخر عمر تک ایسا ہی رہا زیادہ سے زیادہ تیس برس جیا۔ ڈاڑھی مونچھ نکلی ہوگی، مگر مصر میں فرعون بھی اور عام آدمی بھی سر کے ساتھ ڈاڑھی مونچھ بھی مُنڈا دیتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ اخناتون اپنی تصویروں میں بالکل بے رُوبلکہ زنانہ سا دکھائی دیتا ہے۔ اخناتون، سچائی اور سادگی چاہتا تھا۔ پروہتوں اور مہنتوں کے اقتدار کا مخالف تھا اور صرف اپنا اقتدار چاہتا تھا۔ امن دیوتا کے مہنت، بہت طاقتور ہوتے جاتے تھے، اور فرعون اُن کا زور بڑھانا چاہتا تھا۔

اخناتون کا مذہبی انقلاب یہ تھا کہ اُس نے سب دیوتاؤں کی پوجا بند کر دی۔ امن سب سے بڑا بن گیا تھا۔ اسی لئے امن کی پوجا اُس نے جرم قرار دیدی، اور

جہاں بھی اس دیوتا کا نام لکھا پایا، مٹا ڈالا فرعون نے ایک اکیلے سورج کی پوجا ضروری ٹھہرائی۔

مصری زبان میں "را" سورج ہے، مگر ایسا سورج جس کے ساتھ کوئی صفت نہ ہو اخناتون نے اپنے دیوتا کا نام "را" نہیں "اتون" رکھا۔ یہ لفظ صدیوں سے مصر میں بولا جاتا تھا، اور اس کے معنی، مصری زبان میں یہ تھے کہ ایسا سورج جو دکھائی دیتا ہے اتون دیوتا یا سورج کے کئی اور نام بھی تھے جیسے شُو، اتُوم، اور کھیپیرا مگر اخناتون نے صرف اتون نام ہی لیا، تاکہ کئی ناموں کی وجہ سے لوگ دھوکا کھا کر کئی دیوتا نہ سمجھ لیں۔ وہ چاہتا تھا کہ صرف ایک اتون چمکتے ہوئے سورج ہی کی سب پوجا کریں۔

اخناتون امن ہوتپ چہارم کے نام سے تخت پر بیٹھا تھا۔ امن ہوتپ کے معنی [illegible] "امن" [illegible] اپنی

بادشاہی کے چھٹے سال اُس نے "امن" دیوتا کو بالکل چھوڑ دیا اور اپنا نام بدل کر "اخن۔ اتون" رکھا، یعنی "اتون کا سعادت مند" ساتھ ہی اپنا مذہبی انقلاب بھی جاری کر دیا۔

پایۂ تخت تھیبس اور دیوتا امن میں چولی دامن کا ساتھ تھا۔ تھیبس کے رہتے ہوئے امن کا سر کچلا نہیں جا سکتا تھا۔ یہی سوچ کر اخناتون نے تھیبس کو چھوڑ دیا اور "تل العمران" کی زمین پر ایک نیا شہر بسایا۔ اس شہر کا نام "اخیتاتون" یعنی اتون کی افق رکھا، اسی کو اپنا پایۂ تخت قرار دیا۔ ساتھ ہی اتون کے لئے بہت ہی عالی شان مندر بنوایا۔ اور خود آپ اس دیوتا کا سب سے بڑا مہنت بن گیا۔

اخناتون نے یہی نہیں کیا بلکہ اپنے دیوتا، اتون کے مندروں میں اپنی اور اپنی ملکہ نیفرتیتی کی تصویریں بھی بنوا دیں اور دیوتا کے ساتھ ان

تصویروں کی پوجا بھی ضروری ٹھہرا دی۔ یہ اس لئے کہ اخناتون اپنے آپ کو اور اپنی ملکہ کو اتون کی سگی اولاد سمجھتا تھا اور کہتا تھا، مجھے اور میری ملکہ کو اتون نے اسی لئے پیدا کیا ہے کہ اُس کے نام پر ہم دونوں ساری دنیا پر حکومت کریں!

اخناتون نے اپنا مذہبی انقلاب برپا کر کے خود اپنے لئے جو خاص مذہبی پوزیشن حاصل کر لی تھی، وہ اُس کے وقت کی تحریروں سے ظاہر ہے۔ اُسے اتون دیوتا تو نہیں سمجھا جاتا تھا۔ لیکن اتون کے بعد وہی سب سے زیادہ مقدس مانا جاتا تھا!

اخناتون کے وقت کی ان تحریروں سے آپ سمجھ لینگے کہ اس فرعون نے مذہبی انقلاب برپا کر کے اپنے آپ کو کتنا اونچا کر دیا تھا۔

ان تحریروں میں اخناتون ہی کو مخاطب کیا گیا ہے:۔

"تو قسمت کا بنانے والا ہے۔ تعلیم دینے والا ہے۔ بڑی عمر بخشنے والا ہے زندگی کا مالک ہے۔"

ایک درباری نے اخناتون کو اس طرح مخاطب کیا تھا۔

"تو میری زندگی ہے۔ تیرے دیکھنے ہی سے میری تندرستی ہوتی ہے۔ اور لاکھوں نیل خداوند، بڑائیاں ہیں تیرے لئے! تو ہی نے مجھے ڈھالا ہے، اور تو ہی مجھے بھلائیوں سے نہال کرتا ہے!"

ایک اور درباری کہتا ہے:۔

"تو نیل ہے، جس کے حکم سے آدمی مالا مال ہو جاتے ہیں۔ اور اچھے حاکم! تو ہی نے مجھے بنایا ہے۔ مجھے پالا ہے، اور مجھے شاہزادوں کے برابر کر دیا ہے، حالانکہ میں کچھ بھی نہ تھا۔ او خدا! تیرا ہی نور دیکھ کر میں جیتا ہوں!"

عجیب بات یہ ہے کہ اخناتون نے یہ بڑا مذہبی انقلاب تو برپا کیا، لیکن اپنی قوم کے لئے نہ کوئی اخلاقی ضابطہ بنایا

نہ روح اور آخرت کے بارے میں اُن کے عقیدوں کو چھیڑا حالانکہ ان عقیدوں میں بڑی اصلاح اور تبدیلی کی ضرورت تھی۔ یہ سچ ہے کہ اخناتون نے پرانی قدامت پرستی کا خاتمہ کر دیا، مگر ملک میں کوئی عملی اصلاح اُس کے ہاتھوں نہیں ہوئی۔

اخناتون کے مذہب کی عمر بھی اُتنی ہی ہوئی جتنی خود اُس کی اپنی فرعون کی تھی۔ تاج پوشی کے ترہویں برس جب فرعون کی آنکھیں بند ہوئیں تو اُس کا مذہب بھی مر گیا، صرف وہی تھوڑے سے آدمی فرعون کو چاہ سکتے تھے جنھیں اُس نے بڑھایا تھا باقی تمام مذہبی پیشوا، اور وہ سب عہدہ دار اور عوام، جن کی عزت کو، دولت کو، اثر کو، مذہب کو، فرعون سے نقصان پہنچا تھا، اُس کے مرتے ہی نئے مذہب سے بغاوت کر بیٹھے اور دیکھتے دیکھتے اتون کا نام اُس کا بوجا، اُس کے مندر، سب چیزیں اس طرح مٹا گئیں، جیسے کبھی تھی ہی نہیں۔ خود اخناتون کے داماد وں نے جیسا کہ ہم تاریخ کے حصہ میں بیان کر آئے ہیں، پوری سختی سے نئے مذہب کا نام و نشان مٹایا، حتیٰ کہ اخناتون کی تصویریں اور اسپنچوں بھی توڑ ڈالے گئے۔ جہاں بھی اُس کا نام لکھا پایا گیا، حرف غلط کی طرح اُڑا دیا گیا۔ اُس کے پایہ تخت کی بھی اینٹ سے اینٹ بجا ڈالی گئی۔ کھنڈر تک باقی رہنے نہ دیے گئے تعصب اس قدر بڑھا کہ اخناتون کا نام لینا بھی جرم ہو گیا، اور اگر کبھی مجبوراً کسی کو لینا پڑتا تھا تو گنہگار، مجرم اخناتون" کہتا تھا۔ نئے سرے سے امن را" اور دوسرے دیوتاؤں کی پوجا زندہ کر دی گئی۔

اسی عام بربادی کا نتیجہ یہ ہے کہ ہم نہیں جانتے اتون کی پرستش کس طرح کی جاتی تھی؟ ہاں چند مناجاتیں کسی طرح بچ رہی ہیں، جو اتون کے لیے

ہیں۔ یہاں ہم اُن کا ترجمہ درج کرتے ہیں۔

"تجھے سلام ہے اے اتون جب تو اُٹھتا ہے جب تو دوبتا ہے۔

"تو ظاہر ہوتا ہے، ظاہر ہوتا ہے۔

"تو چمکتا ہے، چمکتا ہے

"اے تو جو کائنات کا شہنشاہ بنکر اپنے سر پر تاج رکھ چکا ہے۔

"تو مالک ہے زمین کا۔ تو مالک ہے آسمانوں کا۔ تو پیدا کرنے والا ہے اُن سب چیزوں کا جو افق میں ہیں اور جو زمین کی گہرائیوں میں سانس لے رہی ہیں۔

"تو ہی معبود ہے، بالکل اکیلا معبود جو ہمیشہ سے چلا آتا ہے۔

"تو نے ہی زمین پیدا کی ہے، تو نے ہی آدمی کو پیدا کیا ہے، تو نے ہی گوندھ کر آسمان کھڑے کئے ہیں تو نے ہی نیل بہایا ہے۔

"تو ہی پانی کا اور سمندروں کا پیدا کرنے والا ہے۔ تو ہی اُن سب کو جیتا رکھتا ہے جو پانیوں کے اندر چھپے رہتے ہیں۔

"تو نے ہی پہاڑ بنائے ہیں، اور تیرے ہی پاک ہاتھوں سے سب آدمی اور سب جاندار بنے ہیں۔

"تو نے ہی زمین، آسمان، اور سب کائنات اسی لئے بنائی ہے کہ تیری بڑائی کی جائے۔ تجھے پوجا جائے۔ اے مالک سب کے!

"تو ایک ہے۔ اکیلا ہے تیرا جیسا کوئی نہیں۔ تو سب طرح مکمل ہے۔

"سلام ہے تجھے، اے وہ جسے ہر کوئی سلام کرتا ہے۔

ایک مناجات اس طرح ہے:۔

"سلام تجھ پر اے شاہزادے! جو فطرت کے مرکز سے آرہا ہے۔

"سلام تجھ پر، جو اولین مادّے کا جلوہ ہے۔

"سلام تجھ پر، اے سنہرے دار کے جو مندروں میں اپنی تجلّی دکھاتا ہے۔

"سلام تجھ پر، جو وقت کا چلانے والا ہے، اور مہینے برس بنانے والا ہے۔

"سلام تجھ پر، جو دائمی زندگی کا مالک ہے

ایک اور مناجات، جسے مصریات کے عالم، خود اخناتون کی تصنیف سمجھتے ہیں، یہ ہے:۔

"تو مصر کی دونوں زمینوں (شمال و جنوب) کو اپنی محبت سے بھرپور کئے ہوئے ہے اور اچھے حاکم، جس نے خود اپنے آپ کو بنایا ہے۔

"تو ہی سب زمینوں کا پیدا کرنے والا ہے، اور اُن سب کا بنانے والا، جو زمینوں پر دکھائی دیتے ہیں انسان بھی جانور بھی، مویشی بھی، پیڑ بھی، جو نرم زمین پر اُگتے ہیں ..... یہ سب جیتے ہیں جب تو ان کے لئے اُٹھتا اور چمکتا ہے۔

"تو ماں بھی ہے اور باپ بھی اُن سب کا جنھیں تو نے پیدا کیا ہے۔

"تو جب پچھم کے اُفق پر جا بیٹھتا ہے، تو سب جاندار اس طرح لیٹ جاتے ہیں جیسے مُردے ہوں۔ اُن کے ہاتھ گرم کپڑوں میں لپٹے ہوتے ہیں، اور نتھنے بند رہتے ہیں، یہاں تک کہ دوسرے دن صبح تڑکے پورب کے اُفق پر نمودار ہو، اُس وقت سب کے ہاتھ تیری حمد و ثنا کے لئے اُٹھ جاتے ہیں!

"جب تو اپنی کرنیں چھوڑتا ہے تو ہر زمین تہوار منانے لگتی ہے، گانے بجانے والے خوشی سے بھرپور ہو کر تیری بڑائی کے گیت گانے لگتے ہیں۔

"تو اخناتون کو ہر جگہ سے پیار کرتا ہے جہاں اچھے اور چربیلے کھانے چُنے جاتے ہیں۔

"سب آدمی تیرا جلوہ دیکھ کر جیتے ہیں، آسمان پر تیرے اُٹھتے ہی پورا ملک کھڑا ہو جاتا ہے، اور سب ہاتھ تیری جلالی اُٹھان کو سلام کرنے کے لئے اُٹھ جاتے ہیں۔

"سب آدمی، سب جانور، سب پرند، سب رینگنے والے، جو زمین پر سانس لیتے ہیں، تجھی کو دیکھ کر جیتے ہیں اور جب تو بیٹھ جاتا ہے، تو وہ بھی لیٹ جاتے ہیں۔"

رُوح اور آخرت

مصریوں کے مذہبی اعتقاد میں یہ عجیب بات دکھائی دیتی ہے کہ وہ دنیاوی زندگی سُدھارنے کی اُتنی فکر نہیں کرتے تھے جتنی آخرت کی زندگی میں خوشی حاصل کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ وہ بھی مانتے تھے کہ دیوتاؤں خاصکر اوزیرس کی خوشنودی کے بغیر اُن کی آخرت اچھی نہیں ہو سکتی اُن کا یہ عقیدہ بھی تھا کہ دیوتا نیکیوں سے خوش ہوتے ہیں اور بدیوں سے ناخوش۔ مگر جیسا کہ پہلے لکھا جا چکا ہے یہ خیال بھی اُن میں پھیلا ہوا تھا کہ دیوتاؤں کو دھوکہ دیا جا سکتا ہے! دنیا کی کسی شائستہ قوم میں ایسا خیال کبھی پایا نہیں گیا۔ حیرت ہوتی ہے کہ مصر میں یہ خیال آیا کہاں سے اور صدیوں باقی رہا کیسے؟

لیکن یہ واقعہ ہے کہ اس خیال نے مصریوں کو بہت زیادہ نقصان پہنچایا۔ اخلاقی بھی، ذہنی بھی، مالی بھی۔ وہ اپنی زندگی کو نیکیوں سے سنوارنے اور سجانے کی بجائے جادو کے چکر میں پڑ گئے۔ سمجھ بیٹھے کہ جادو کے منتروں اور دعاؤں کے اثر سے ضرور دیوتاؤں کی عدالت میں سُرخ رو ہو جائینگے۔ اُنھوں نے اپنی تمام توجہ مقبرے بنانے اور آخرت میں عیش پانے کی دُھن میں خرچ کر ڈالیں، مگر یہ دُھن جھوٹی تھی، کیونکہ نیکیاں اس کے ساتھ نہ تھیں۔ ملک کی دولت کا بہت بڑا حصہ مُردوں پر تلف ہو گیا۔ اور زندہ لوگ غربت و پستی میں گرتے چلے گئے حالت یہ تھی کہ فرعون کا سب سے بڑا انعام و اعزاز یہ سمجھا جاتا تھا کہ وہ کسی سے خوش ہو، اور اُس کے لئے مقبرہ بنوا دے، پائیدار مقبرہ بنانے پر بڑی بھاری رقم خرچ ہوتی تھی، خوش حال لوگ بھی یہ خرچ برداشت نہ کر سکتے تھے۔ اسی لئے مصریوں کی آرزو رہتی تھی کہ فرعون کو کسی طرح خوش کریں اور

اُن کے لئے ایسا مقبرہ بن جائے جو ہمیشہ باقی رہے۔

مصریوں کا عقیدہ تھا کہ انسان دو چیزوں سے بنا ہے۔ جسم سے اور روح سے۔ سب قومیں ہی مانتی ہیں، لیکن مصریوں کی خصوصیت یہ تھی کہ وہ جسم کی طرح روح کو بھی فانی مانتے تھے۔ وہ روح کو طرح طرح کی صورتوں میں خیال کرتے اور اُس کی تصویریں بناتے تھے۔ کبھی مرغابی کی صورت میں کبھی باز کی صورت میں۔ کبھی انسانی سر کے ساتھ باز کی صورت میں۔ اور کبھی روشن لاٹھی کی صورت میں۔

مصریوں کا عقیدہ تھا کہ روح پر جو کچھ گزرتا ہے، وہی لاش پر بھی گزرتا ہے، اور جسم کی جو حالت ہوتی ہے، وہی روح کی ہوتی ہے۔ کیونکہ موت کے بعد بھی جسم اور روح کا ساتھ جدا نہیں کا رہتا ہے، اور دونوں کبھی ایک دوسرے سے الگ ہو نہیں سکتے۔

اسی لئے وہ سمجھتے تھے کہ موت آنے پر جسم اگر فنا ہو جائیگا تو روح بھی فنا ہو جائے گی لہٰذا ضروری ہوا کہ روح اور جسم دونوں کی زیادہ سے زیادہ حفاظت کا سامان کیا جائے اسی خیال نے انھیں مجبور کیا کہ لاش محفوظ رکھنے کا طریقہ ایجاد کریں، اور اُنھوں نے ایجاد بھی کر لیا۔ اسے ممی کرنا کہتے ہیں۔

ممی کرنے یا بنانے کا ایک نہیں تین طریقے تھے۔ پہلا طریقہ جس پر زیادہ خرچ بیٹھتا تھا یہ تھا کہ پہلے ناک کی راہ سے دماغ نکال لیتے تھے۔ پھر ایک تیز نوکیلے پتھر کے اوزار سے لاش کے پہلو میں سوراخ کرتے اور آنتیں وغیرہ نکال لیتے تھے۔ آنتوں کو صاف کر کے کھجور کی تاڑی اور بعض خوشبوؤں میں چند دن رکھنے کے بعد لاش میں لوٹا دیتے اور اُس کے پیٹ میں ایلوے کا سفوف اور دار چینی وغیرہ خوشبوئیں بھر کر پہلو کا سوراخ سی دیتے تھے۔ پھر دو مہینے دس دن

لاش کو بورۂ ارمنی میں رکھ کر غسل دیتے اور عربی گوند میں سونی کپڑے کی پٹیاں بھگو اور سکھا کر لاش پر لپیٹ دیتے پھر اسکے وارثوں کو واپس دیتے تھے

ممی کرنے کا دوسرا طریقہ اس سے سستا تھا۔ لاش کے اندر نیچے کی طرف سے کوئی ایسا مسالا داخل کر دیتے تھے جسے آج کل کوئی نہیں جانتا، مگر وہ مسالا پیٹ کا سب چربی کو پگھلا کر بہا دیتا تھا۔ جب آنتیں وغیرہ فنا ہو جاتی تھیں تو اس سارے کو بھی لاش کے اندر سے نکال دیتے تھے، کیونکہ اندر رہ جانے سے وہ پوری لاش کو پگھلا ڈال سکتا تھا۔ اس کے بعد لاش پر بورۂ ارمنی چڑھا دیتے تھے تاکہ گوشت بھی پگھل جائے۔ پھر لاش کو سرخی پٹیوں میں لپیٹ دیتے تھے

ممی کرنے کا تیسرا طریقہ غریب آدمیوں کے لئے تھا اور بہت ہی سادہ تھا۔ لاش کو پہلے نمر بیس کے عرق میں رکھتے تھے۔ پھر ستر دن بورۂ ارمنی میں رکھ دیتے تھے۔ اس کے بعد سونی پٹیوں میں لپیٹ کر اسے وارثوں کے حوالے کر دیتے تھے۔

ممی کرنے والے ہی لوگ تھے جن کے باپ دادا صدیوں سے یہی پیشہ کرتے تھے۔ کوئی اور آدمی کسی لاش کی ممی نہیں کر سکتا تھا۔ پھر ممی بھی تمام مذہبی رسموں اور دعاؤں کے ساتھ کی جاتی تھی، کیونکہ اس کے بغیر مصریوں کے خیال میں آخرت کی خوشی نصیب ہی نہیں ہو سکتی تھی۔

اس سلسلے میں قابل ذکر بات یہ ہے کہ حسین عورتوں کی لاشیں تین دن اپنے گھروں میں رہتی تھیں۔ اس کے بعد ممی کرنے والوں کے ہاں بھیجی جاتی تھیں، کیونکہ بہت سے واقعات نے ثابت کر دیا تھا کہ ممی کرنے والے خوبصورت عورتوں کی لاشوں سے ایسا برتاؤ کرتے ہیں جس پر جانور بھی شرما جائیں۔

لاشیں محفوظ رکھنے میں تو مصری کامیاب ہو گئے، کیونکہ اُن کی بہت سی لاشوں پر سیکڑوں ہزاروں برس گذر چکے ہیں، مگر جیسی تھیں آج تک ویسی ہی باقی ہیں۔ لیکن ایک اور مشکل سے انھیں دوچار ہونا پڑا۔ اُن کا عقیدہ تھا کہ روح بھی اُن سب کھانوں اور چیزوں کی محتاج ہے۔ جس کی ضرورت زندہ جسم کو ہوتی ہے۔ اگر روح کے لئے یہ سب سامان مہیّا نہ کیا جائے تو وہ مرجاتی ہے۔ اس مشکل کو اس طرح دور کیا گیا کہ زندہ لوگ روحوں کی ضرورتیں پوری کیا کریں مگر اندیشہ تھا کہ زندہ آدمی کہیں مُردوں سے بے پروا نہ ہو جائیں، اس لئے یہ عقیدہ پھیلا دیا کہ جگہ روحوں کی بھیڑ لگی رہتی ہے۔ آئندہ لوگ اُن کی ضرورتیں پوری نہیں کرینگے تو وہ اُن سے زبردستی کریں گی، راتوں کو گھروں میں چلی آئینگی۔ زندوں کے جسموں میں گھس جائینگی۔ انھیں ستائینگی طرح طرح کی بیماریاں پیدا کر کے انھیں گھلا ئینگی اور مار ڈالینگی۔

اس عقیدے کا نتیجہ یہ نکلا کہ لوگ ڈر گئے اور بڑی مستعدی سے روحوں کے "مطالبے" پورے کرنے لگے۔ ہر خاندان اپنے مُردوں کے لئے زیادہ سے زیادہ پائیدار قبر بنواتا، اور قبر کے ساتھ ہر قسم کے کھانے، روٹی، میوے، گوشت، اناج، برتن، کپڑے، ہتھیار وغیرہ رکھ دیتا جن کی ضرورت زندہ لوگوں کو رہتی ہے۔ تہواروں میں ہر جگہ گھر اپنے مُردوں کے مقبروں میں یہ چیزیں پہنچاتا تھا۔

ممیاں پائی۔ معطر پانی۔ لال اور سفید شرابیں۔ چار قسم کی بیر۔ دنبہ ہی کباب۔ روغنی روٹی۔ ہنڈیاں۔ کھجور۔ انار۔ انجیر۔ عناب۔ کھیرے۔ پینے کی بعض ایسی چیزیں جن کی ترکیب اس زمانے میں کوئی نہیں جانتا۔ اور مقدس گوشت یعنی گائے کا گوشت

عہ رُسانے مصری تعزیر سے جو نام نکلا ہے، وہ یہ ہے کہ گائے نہیں۔

ہرن کا گوشت۔ زبان۔ پسلیاں۔ رانیں۔ جگر۔ سینہ۔ گردے۔ بطخ کا گوشت۔ کبوتر کا گوشت۔ سؤر کا گوشت۔ غور کیجئے اس سب سامان پر کتنا خرچ ہوتا ہوگا؟

مدت تک یہی دستور رہا کہ انسانی ضرورت کی سب چیزیں مقبرے میں رکھ دیا کرتے تھے اور سمجھتے تھے کہ روح اُن سے فائدہ اٹھاتی ہے۔ بعد میں یہ دستور بدل گیا اور تابوت اور دیواروں پر سب چیزوں کی تصویریں بنا دینا کافی سمجھ لیا گیا۔ مگر مُردے کے پورے نام اور القاب ساتھ لکھ کر کیونکہ اُن کے خیال میں آدمی کا نام، اُس کے وجود اور ہستی کا لازمی حصہ تھا، اور جس کا نام مٹ جاتا، اُس کا وجود بھی مٹا ہوا سمجھتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ ایسے آدمی کی روح اُسی طرح فنا ہو جاتی ہے جس طرح بجھنے کے بعد چراغ۔

نام و القاب کے ساتھ جادو والی دعائیں بھی لکھ دی جاتی تھیں اور یقین کیا جاتا تھا کہ جب کوئی آدمی یہ سب تحریریں پڑھے گا، تو جادو کے اثر سے وہ سب چیزیں رُوح کو مل جائینگی جن کی تصویریں بنا دی گئی ہیں۔

اسی عقیدے کے بموجب مقبروں پر زندہ آدمیوں کو مخاطب کر کے یہ التجا لکھی جاتی تھی۔

"اے شہزادو! اے سردار کاہنو! اے پروہتو! اے فقیہو! اے عہدہ دارو! اے قوم کے لوگو! اے شہر کے بسنے اور آئندہ پیدا ہونے والو! جب تم یہاں آؤ، اور اس قبر کو دیکھو، تو قبر کی یہ سب تحریریں بھی پڑھو۔ اگر چاہتے ہو کہ اوزیرس (دیوتا) ہمیشہ مندر میں تمہارے لئے روغنی روٹی بھیجتا رہے اور انوبیس (گیدڑ) جس کی محبت ہی میں تمہاری خوشی ہے تمہارے دل کو ہمیشہ کے لئے بادشاہ کے دل کی طرح شاد رکھے تو اپنی زبان سے دعا کرو کہ اس قبر کے

مُردے کو ہزاروں روٹیاں، شرابیں، بیل، بطیں، عطر، کپڑے اور وہ سب دیدیا جائے، جو اچھا ہے اور جس سے آدمی جیتے ہیں، اور انہیں یہ اس لئے بھی کرنا چاہیئے کہ پرہیزگار مصری ہمیشہ مُردے کا حکم مانتے ہیں، اور جب تم مروگے تو تمہارے لئے بھی زندہ آدمی اسی طرح دعا کیا کرینگے.....!

لیکن اب بھی شک تھا کہ ممکن ہے قبر پر نہ کوئی آدمی آئے، نہ یہ دعائیں اور تحریریں پڑھے ایسی صورت میں روح کے مرجانے کا ڈر تھا۔ کیونکہ مصریوں کا خیال تھا کہ روح کو جب کسی چیز کی ضرورت ہوتی ہے اور اُسے اپنی قبر کے پاس موجود نہیں پاتا، تو مرجاتی ہے۔ اُس کی یہ موت آخری ہوتی ہے اور پھر کبھی جی نہیں سکتی۔

اسی خیال سے اُنہوں نے یہ کیا کہ مقبرے میں کھانے پینے اور ضرورت کی سب چیزوں کی تصویروں کے ساتھ بہت سے نوکروں اور ماؤں کی تصویریں بھی بنانی شروع کر دیں اور فرض کر لیا کہ جب کبھی روح کو کسی چیز کی ضرورت ہوگی، تو اُس چیز کی یا اُسے تیار کرنے والی چیزوں کی تصویروں پر نگاہ ڈالتے ہی سب کچھ روح کے سامنے حاضر ہو جائے گا۔ پھر روح نوکروں کو حکم دیدے گی اور اُس کی ضرورت فوراً پوری کر دینگے۔

اس قسم کی تصویریں بہت سے مقبروں پر ملتی ہیں۔ ان میں کھیتی باڑی کے، کھانا پکانے کے، کپڑا بُننے اور سینے کے کپڑے دھونے کے، جوتا بنانے کے، حجامت بنانے کے، گانے بجانے کے اور دوسری بہت سی چیزوں کے مناظر موجود ہیں۔ یہ سب تصویریں اُسی غرض سے بنائی گئی ہیں جو ہم ابھی بیان کر آئے ہیں۔ یعنی روح کو کوئی تکلیف نہ ہو، اور وہ اپنی سب ضرورتیں وقت پر حاضر پائے تاکہ ہمیشہ کی موت سے بچی رہے اور آخرت کی دنیا میں زیادہ سے زیادہ

عیش و آرام پاسکے۔

مصریوں کا ایک عجیب عقیدہ یہ بھی تھا کہ مرجانے کے بعد بھی آدمی سے دیوتا طرح طرح کے کام لیتے ہیں۔ ظاہر ہے کام کرنے سے روح کو تکلیف ضرور ہوگی اور مصری اپنے مُردے کی روح کو ہر قسم کا آرام دینا چاہتے تھے۔ اسی لئے انہوں نے جادو کی مورتیاں بنا کر ہزاروں کی تعداد میں ہر مقبرے میں رکھنی شروع کر دیں، اور طے کر لیا کہ یہ مورتیاں وہ سب کام کریں گی جو دیوتا مُردوں سے لینا چاہینگے صرف مورتیں ہی نہیں رکھتے تھے بلکہ مورتیوں کے نام حکم بھی مقبروں پر لکھ دیتے تھے۔

ان مورتیوں کا نام مصری زبان میں "شبتایو" تھا۔ یعنی پکار پر دوڑنے والیاں، کیونکہ مصری سمجھتے تھے۔ جونہی دیوتا کسی کام کے لئے مُردے کو پکاریں گے یہ مورتیاں مُردے کا کام کر دینے کے لئے دوڑ پڑیں گی۔ ان مورتیوں کے ساتھ جو تحریریں لکھا کرتے تھے۔ اُن کا نمونہ "پتاح موزیس" کے نام کے ایک مُردے کی قبر پر سے ترجمہ کر کے یہاں پیش کیا جاتا ہے۔

"آواز پر دوڑنے والی مورتیو! جب پتاح موزیس کو آخرت کی دنیا میں کسی کام کے لئے پکارا جائے، یا دشمن سے لڑنے کے لئے اُسے بھرتی کیا جائے، یا کھیت بونے ہونے میں پانی بھرنے اور پورب سے پچھم کو اناج لینے کے لئے بیگار میں پکڑا جائے، تو تم چلا اُٹھنا کہ ہم حاضر ہیں۔ مُردے کو نہیں، ہمیں پکارو، کیونکہ ہمیں پکارنا ہر وقت اور ہر گھڑی آسان ہے ہم یہاں اسی لئے ہیں کہ پتاح موزیس کے سب کام پورے کر دیں....!"

ہم بتا چکے ہیں کہ مصریوں کا عقیدہ تھا، روح اپنی قبر اور لاش کے ساتھ برابر رہتی ہے مگر بعد میں یہ عقیدہ بدل گیا اور وہ یقین کرنے لگے کہ روح، قبر کی اندھیری کوٹھری میں قید رہنا پسند

نہیں کرتی، بلکہ قبر سے الگ ہو کر کسی جنت میں رہا کرتی ہے۔

اس خیال نے اور ترقی کی اور بیسویں خاندان (تقریباً ۱۲۰۰ ق م) کے زمانے میں پایہ تخت تھیبس کے اونچے طبقے نے کہنا شروع کر دیا کہ آخرت میں آدمی کو پوری خوشی دیوتا من راہی کی بدولت مل سکتی ہے اور وہ خوشی یہ ہے کہ آدمی مرکر، راکھی سورج میں مل جائے اور سورج کی کشتی میں بیٹھ کر ساری دنیا کی سیر بھی کرے اور جنتوں میں رہے۔ اس خیال کے مطابق مُردے کا نہ اپنی مورتی سے کوئی رشتہ باقی رہتا تھا نہ اوزیرس دیوتا ہی سے، بلکہ وہ اپنی روح کے ساتھ قبر سے بھی آزاد ہو جاتا تھا اور سورج بن جاتا تھا مگر مصر میں پہلی دفعہ یہ شرط بھی ضروری ٹھہرائی گئی کہ آدمی کو یہ خوشی مل ہی نہیں سکتی جب تک کہ وہ اپنی دنیا کی زندگی میں نیکیاں نہ کرتا رہا ہو۔

لیکن تھیبس کے مذہبی پیشوا بڑی سوجھ بوجھ رکھتے تھے۔ وہ اخناتون کا مذہبی انقلاب بھی دیکھ چکے تھے۔ ڈرے کہیں پھر کوئی نیا انقلاب نہ ہو جائے، اسی لئے انہوں نے اونچے طبقے کے اس نئے خیال کو پرانے خیالات میں سمو کر ایک دوسرا ہی عقیدہ پھیلا دیا اُنہوں نے کہا، بیشک مُردے سورج سے مل جاتے ہیں، اور آخرت کی سب سے بڑی خوشی یہی ہے، لیکن روحیں آزاد ہی رہتی ہیں، اور جب چاہتی ہیں اپنی قبر، مورتیوں اور لاش کے پاس کے بھی آجاتی ہیں، اور جب آتی ہیں تو اُن کے لئے وہ سب چیزیں بھی مہیا رہنی چاہئیں، جن کی انھیں ضرورت ہوتی ہے۔

بیسویں خاندان اور بعد کے آثار قدیمہ سے ثابت ہوتا ہے کہ مصریوں نے یہ بے جوڑ عقیدہ بھی مان لیا تھا کہ، کیونکہ اس زمانے کے تمام مقبروں پر یہ تحریر لکھی ملتی ہے، جس میں ہر مُردے کو مخاطب کر کے کہا گیا ہے:-

"جا اے شخص (نام ولقب) تیرے لئے آسمان بالکل کھول دیا گیا ہے، زمین بھی تیرے لئے کھول دی گئی ہے، اور آخرت کا راستہ بھی تجھ پر کھول دیا گیا ہے۔ جب تیرا جی کہیں جانے کو چاہے تو چلا جا، اور جب لوٹنا چاہے تو لوٹ سکے گا۔ تُو رآ کے ساتھ رہے گا۔ پوری آزادی سے لازوال زندگی رکھنے والوں دیوتاؤں کی طرح رآمیں چلی پھر سکے گا۔ اور تُو وہ روغنی روٹیاں بھی کھا تا رہے گا، جو پتاح (دیوتا) تجھے دے گا۔ اس طرح تو ہمیشہ حورس کے دسترخوان پر کھاتا پیتا رہے گا۔"

مُردے کی آخرت کی زندگی باقی رکھنے کے لئے تابوت کا ہونا بھی ضروری سمجھا جاتا تھا۔ زیادہ سے زیادہ مضبوط پتھر کے تابوت بناتے تھے اور یقین کرتے تھے، جب تک تابوت باقی ہے، مُردے کی روح بھی باقی رہے گی۔ شروع شروع ایک تابوت ہوتا تھا۔ بعد میں دو بنانے لگے۔ ایک کو ایک کے اندر رکھ دیتے تھے۔ یہ بھی اس خیال سے تھا کہ لاش کی زیادہ سے زیادہ حفاظت ہوتی رہے۔

دفن

مورخ ڈیوڈر صقلی کا بیان ہے کہ جب کوئی مصری مرتا تھا تو اُس کے رشتہ دار اور دوست اپنے سروں پر کیچڑ مل کے شہر بھر میں روتے پیٹتے پھرتے تھے۔ یہاں تک کہ اُن کا مُردہ دفن ہو جائے۔ اس تمام مدت میں نہ نہاتے تھے، نہ شراب پیتے تھے، نہ کوئی اچھا کھانا کھاتے تھے، نہ اچھا کپڑا پہنتے تھے، امیر آدمیوں کے جنازے پر ساڑھے پانچ ہزار سکے خرچ ہوتے تھے۔ درمیانی درجے کے جنازے پر تقریباً دو ہزار سکے، اور غریبوں کے جنازے پر اس سے کہیں کم۔

ہیروڈوٹس مورخ لکھتا ہے، جب کوئی بڑا مصری مرتا تھا، تو اُس کے گھر

کی عورتیں اپنے منھ اور سر پر کیچڑ تھوپ لیتی تھیں، کمر باندھ لیتی تھیں، سینہ کھول دیتی تھیں، اور شہر بھر میں ماتم کرتی پھرتی تھیں۔ ان کے رشتہ دار مرد بھی اسی حال سے روتے اور بین کرتے جاتے تھے

جنازہ ہمیشہ صبح کو گھر سے اُٹھتا تھا، اور آہستہ آہستہ دریائے نیل کے کنارے پہنچایا جاتا تھا۔ جنازے کے ساتھ آدمیوں کا ایک بڑا جلوس ہوتا تھا، رشتہ دار اور دوست بھی اور کرایہ کے رونے والے اور رونے والیاں بھی ایک گردہ مُردے کو مخاطب کر کے جلاّتا تھا

"تو مغرب کو جا رہا ہے، اے تُو جو سب آدمیوں سے اچھا تھا، مغرب کو جا رہا ہے، جہاں اوزیریس کا گھر ہے! ہاں تو ہی ہے جو مکاری اور جھوٹ سے ہمیشہ نفرت کیا کرتا تھا"

نوراُدھر ماتمی گروہ جلاّ کر یوں کہتا تھا۔

"ارے او سردار! تو مغرب کو جا رہا ہے، خود دیوتا بھی تجہیز و ماتم کر رہے ہیں"

بیوہ اور لڑکے بالے اپنے مُردے کے جنازے سے بہت قریب ہو کر چلتے تھے، ان میں سے ہر ایک کے ہاتھ میں ایک ایک چھڑی ہوتی تھی۔ پیچھے مزدور ہوتے تھے جو میّت کے ساتھ دفن ہونے والا تمام سامان اٹھائے چلتے تھے۔

جنازے کی صورت کشتی کے مثل ہوتی تھی، کیونکہ رادیوتا اور اوزیریس دیوتا کی بھی کشتیاں تھیں، جن پر وہ دنیا کی سیر کیا کرتے تھے اور اب مُردہ بھی دیوتاؤں کے ساتھ سیر کرے گا۔ اس لئے دنیا سے کشتی ہی پر سوار ہو کے جائے۔

مُردے کی یہ کشتی بیل گاڑی پر رکھدی جاتی تھی۔ مصری اپنے جنازے بیل گاڑیوں ہی پر اُٹھاتے تھے، اور گاڑی ہانکنے والا، بیلوں کو بار بار

مارتا اور چلاتا جاتا تھا۔

"مغرب کو! او بیلو! تم لئے جا رہے ہو تابوت مغرب کو، او بیلو! تمہارے پیچھے ہی چلا آ رہا ہے!"

جنازہ دریائے نیل کے کنارے جب پہنچ جاتا تو اُسے ایک بڑی کشتی پر رکھ دیتے تھے، تاکہ دریا کے اُس پار قبرستان جائے۔ نیل کا یہ سفر مُردے کے لئے بہت ضروری اور اہم سمجھا جاتا تھا کیونکہ اوزیرس اور رآ بھی روز سفر کر کے شام کو اپنے آرام کی جگہ چلے جاتے تھے! اسی طرح مُردہ بھی اس سفر سے آرام کی جگہ پہنچ جائے گا۔ قبرستان ابی دوس نامی مقام میں تھا۔ اسے قبرستان کی بجائے شہر کہنا چاہیئے کیونکہ یہاں بڑی آبادی تھی۔ ابی دوس کو مقدس سمجھتے تھے اور یہاں دفن ہونے میں نجات یقین کرتے تھے۔

میت کی کشتی پر صرف اُس کی رشتہ دار عورتیں ہوتی تھیں اور جادوگرنیاں یا مہنت عورتیں۔ رشتہ دار عورتیں بین کرتی رہتی تھیں اور جادوگرنیاں منتر پڑھتی تھیں۔ ایک اور کشتی بھی ہوتی تھی۔ اس میں میت لے جانے والے لوگ ہوتے تھے اور دفن ہونے والا سامان۔

دریا کے کنارے میت کے دوست کھڑے ہوتے تھے اور ایک گروہ چلاتا تھا:۔

"پہنچ جا سلامتی میں! تھیبس کے مغرب میں! سلامتی میں! سلامتی میں ابی دوس کی طرف پہنچ جا! ہاں چلا جا سلامتی میں ابی دوس کی طرف! سلامتی میں مغرب کے سمندر کی طرف!

اس بین کے جواب میں دوسرے لوگ چیخ کر کہتے تھے:۔

"مغرب کو! مغرب کو! انصاف کی زمین کو! اُس زمین کو جس سے تو نے محبت کی تھی۔ ہاں وہ زمین تیرے بغیر بے کل ہے۔ تیری جدائی میں روتی ہے!"

یہ سنتے ہی عورتوں کی چیخیں بلند ہو جاتیں:۔

"سلامتی میں! سلامتی میں! مغرب میں! او عزت دار مالک، چلا جا سلامتی میں! خدا کی مرضی ہوگی، اور کبھی نہ ختم ہونے والا دن جب چمکے گا۔ تو ہم تجھے دیکھینگے، کیونکہ دیکھ تو اُس زمین کو جا رہا ہے جہاں سب آدمی ایک ساتھ ہو جاتے ہیں۔"

یہ میں ختم ہوتے ہی میّت کی بیوہ ایک پُر اثر سُر میں گاتی تھی:۔

"او میرے بھائی! او میرے خاوند! اور میرے پیارے ٹھہر! اپنے گھر ہی میں رہ اپنی دنیا کی جگہ چھوڑ کر نہ جا! ہائے تو کشتی پر چلا جا رہا ہے تاکہ دریا کو دریا کو پار کر لے!"

"ارے کشتی چلانے والو! جلدی نہ کرو۔ میرے پیارے کو چھوڑ جاؤ۔ تم تو اپنے گھروں کو لوٹ جاؤ گے۔ مگر میرا پیار! میرا جانی؟ تو وہ جا رہا ہے بہت دور جا رہا ہے۔ دوام کی زمین میں جا رہا ہے!"

"او زیرس کی کشتی! ہائے تو کیوں میرے پیارے کو مجھ سے چھین لینے کے لئے چلی آئی۔"

"آہ لُٹ گئی ہیں کیونکہ میرا بھائی، میرا خاوند، میرا چہیتا مجھے چھوڑ کر جا رہا ہے"

جب ممی یا میت قبرستان میں کھڑی کر دی جاتی تھی، تو پھر ماتم ہوتا تھا۔ عزیز، دوست اور کرایہ کے نوحہ کرنے والے سر پیٹتے تھے۔ دہاڑیں مار مار کے روتے تھے اور زمین پر گر گر پڑتے تھے۔ رشتہ دار میت کو اپنے ننگے سینوں سے چمٹاتے اور اُس کی چھاتی اور گھٹنے چومتے تھے۔

اس موقعہ پر بیوہ یہ بین کرتی تھی:

"میں تیری بہن ہوں اور بڑے آدمی! نہ چھوڑ مجھے!"

"کیا سچ مچ تو یہی چاہتا ہے کہ میں تجھے چھوڑ کر چلی جاؤں؟ میں چلی جاؤں گی، تو یہاں تو اکیلا رہ جائیگا، او پیارے! بتا تو، وہ کون ہے جو یہاں

تیرے پاس ہوگا اور تیرے ساتھ جائیگا!
"اے وہ مجھ سے ہنسا بولا کرتا تھا، اب کیوں چپ ہے؟ کچھ تو بول!"
اس پر غم بھرے سُر میں سب لوگ ایک ساتھ گانا شروع کر دیتے تھے:
"ماتم! ماتم! کر و ماتم! اُس کے بغیر کرو ماتم! جتنا بہت ماتم کر سکتے ہو اُتنا ہی بہت کرو ماتم!"
"اوا چھے "مسافر" جو دوام کی سرزمین کو جا رہا ہے، تو ہم سے چھین گیا ہے! اے وہ جس کے گرد بہت سے عزیز پیارے جمع رہتے تھے، اب تو اُس زمین میں ہے جہاں انتہائی کے سوا کچھ بھی نہیں!"
"تو بڑی چستی و تیزی سے چلنا پسند کیا کرتا تھا، مگر آج تو قید ہے۔ بندھا ہوا ہے۔ پٹیوں میں جکڑا ہوا ہے! تیرے پاس کس چیز کی کمی تھی؟ سب ہی اچھی چیزوں کے ڈھیر تیرے آگے لگے رہتے تھے، لیکن آج تو سوتی کپڑوں میں لپٹا پڑا ہے!"

اسی موقعہ پر جنوبی مصر کے سانڈ کی قربانی کی جاتی تھی، اور مہنت، ممی کے ہونٹوں کے سامنے
جب ماتمی لوگ رخصت ہو جاتے تھے، تو جادوگر گویا، مُردوں کی کتاب سے یہ عجیب گانا مُردے کے سامنے گاتا تھا
"ادمی، او دیوتاؤ! ہاں تم کہ سنتے ہو حمدیں اس مرے ہوئے آدمی کی، اور بڑھاتے ہو روز خوبیاں اس ممی کی، جو زندہ ہے، زندہ ہے ہمیشہ کے لئے ایک دیوتا کی طرح!"
"اور تو بھی جو زندہ رہے گا آنے والی نسلوں میں، تم سب جو آؤ گے اور پڑھو گے اس مناجات کو جو مذہب کی رسموں کے مطابق لکھدی گئی ہے قبر پر، ہاں تو تم دُہراؤ گے:- "نیچے کی دنیا کی بڑائی (یعنی آخرت کی) اور وہ بڑائی کیا ہے؟ مقبرے کی معمدی مگر کس لئے یہ؟ اس لئے کہ دوام کی سرزمین کی تصویر ہو جائے یہ!"
"دوام کی سرزمین، سچا ملک ہے وہ ملک

جہاں کوئی جھگڑا نہیں، اور جہاں تشدد سے نفرت کی جاتی ہے وہاں نہ کوئی اپنے پڑوسی پر حملہ کرتا ہے، نہ ہماری نسلوں میں سے کوئی باغی ہے۔"

"اُس وقت سے جب سے تمہاری نسل چلی ہے اور اُس وقت تک جب وہ بہت ہی بڑھ جائیگی سب ہی چلے جا رہے ہیں ایک ہی راستے پر کیونکہ مصر کی سرزمین پر کوئی نہیں جو باقی رہیگا۔ سب کو زمین چھوڑ ہی دینی پڑے گی۔"

"اور سب سے کہا جا رہا ہے، جو یہاں دنیا میں ہیں، کہ جاؤ اطمینان سے تندرستی اور سلامتی کے ساتھ پھلو پھولو کیونکہ تمہیں آخر قبر میں چلا ہی جانا ہے۔"

"مبارکوں میں ایک مبارک سردار وہ تو ہے جو ہمیشہ اپنے دل میں اُس دن کا خیال رکھتا ہے جب تو اپنے دفن کے بچھونے پر لیٹے گا!"

یہ گانا بہت ہی پرانا ہے اور اس میں ایک طرح کی چھپی ہوئی ترغیب ہے کہ آدمی مرنے سے پہلے عیش کر لے۔ صدیوں کے بعد یہ گانا بدل کر یوں ہو گیا، اور اس میں عیش کرنے کی دعوت کھلے لفظوں میں دے دی گئی جس سے پرانے مصریوں کی اخلاقی حالت کا اندازہ آسانی سے کیا جا سکتا ہے:۔

"سردار (اور زیریں) کے سامنے بے کھٹکے نکل جانا ہی اصلی خوش نصیبی ہے"

"خدا کے وقتوں سے آج تک جسم اسی لئے پیدا ہوتے ہیں کہ چلے جائیں، اور نئی نسلیں اُن کی جگہ لے لیتی ہیں۔"

"برابر یہی ہوتا آیا ہے کہ رات صبح کو نکلتا ہے اور تو مر لیٹ جاتا ہے تاکہ شام کی دنیا میں آرام کرے۔"

"تمام زندہ پیدا کرتے ہیں اور ماوائیں بچے جنتی ہیں۔ ہر ناک ہوا نگلتی ہے، اپنی پیدائش کی صبح سے اُس دن تک جب اپنی آخری جگہ چلی جائے

"او آدمی تو خوش رہ ایک دن!"

"ہوں تیرے نتھنوں کے لئے خوشبوئیں اور عطر!"

"اور ہوں تیرے کندھوں کے لئے اور تیری پیاری بہن[1] (بیوی) کے لئے ہار اور کنول کے پھول، وہ تیری بہن جو تیرے پہلو میں پیار سے بیٹھتی ہے"

"اور تیرے سامنے گانا بجانا بھی ہو"

"اور اپنے سب غم بھول کر تو صرف خوشی کا، یہاں تک کہ وہ دن آجائے جب تجھے کبھی نہ لوٹنے والی دیوی کے ملک میں جانا پڑے گا"

"مگر اس حالت میں بھی تیرے لڑکے کا دل، جو تجھے چاہتا ہے برابر دھڑکتا رہے گا"

"او آدمی ایک دن کے لئے خوش رہ!"

"میں نے اپنے بزرگوں کے بارے میں سنا ہے کہ اُن پر کیا بیتی۔ اُن کی دیواریں ڈھ گئیں اُن کے گھر ناپید ہو گئے اور وہ خود ایسے ہو گئے، جیسے خدا کے وقت سے انھیں کبھی زندگی ملی ہی نہ تھی"

"تیرے مقبرے کی دیواریں مضبوط ہیں۔ تو نے اپنے تالاب کے کنارے پیر لگائے ہیں۔ تیری روح اُن کی چھاؤں میں سُکھ پاتی ہے، اور پانی بھی پیتی ہے"

"وہی کر جو تیرے دل کو اچھا لگتا ہے ہاں وہی کر جب تک تو زمین پر ہے"

"اور جس آدمی کے پاس زمین نہیں ہے، تو اُسے روٹی دے تاکہ تو ہمیشہ نام رہے"

"اُن دیوتاؤں کے بارے میں سوچ جو بہت پہلے جیتے تھے مگر اب اُن کے چڑھاوے اس طرح ریزہ ریزہ ہو کر گر پڑے ہیں، جیسے انہیں کسی تندوے نے پھاڑ ڈالا ہو اُن کی روٹیاں مٹی میں مل گئی ہیں۔ اُن کی مورتیاں اب را کے مندر میں کہیں دکھائی بھی نہیں دیتیں اُن کے ماننے والے پڑے بھیک مانگ رہے ہیں!

---

[1] مصری اپنی سگی بہنوں سے شادی کیا کرتے تھے خود فرعون اور اُن کے خیال میں دیوتا بھی

"او آدمی ایک دن کیلئے خوش رہ!"
"جو لوگ تجھ سے پہلے جا چکے ہیں
اپنی خوشی کا حصہ بھر پور لے گئے انھوں
نے اپنے آپ سے اُداسی دور
کر دی تھی، جو غم گھٹاتی ہے، یہاں
تک کہ وہ دن آجاتا ہے جب دل
اُجاڑ کے مٹا ڈالے جاتے ہیں!"
"او آدمی ایک دن کیلئے خوش رہ۔"
"سوچ اُس دن کو جب تجھے اُس
لک میں زبردستی پہنچا دیا جائے گا۔
جہاں سب آدمی مل جل کے رہتے
ہیں، اور جہاں کوئی اپنا سامان کبھی
ساتھ لے نہ جا سکا، اور جہاں سے
کبھی کوئی واپس بھی نہ آسکا!"

پہلے لاش کو قبر میں اُس کے بائیں پہلو پر اس طرح رکھتے تھے کہ اُس کا سر اُتر کی طرف رہتا تھا اور پاؤں دکھن کی طرف، منھ پورب کی طرف اور ٹیٹھ پچھم کی طرف۔ بعد میں یہ دستور بدل گیا اور لاش کو پیٹھ کے بل لٹکنے لگے مگر اُس کا منھ پورب ہی کی طرف ہوتا تھا۔

قبروں کے ساتھ لکڑی یا پتھر کی تختیاں بھی کھڑی کرتے تھے، جن پر مُردے کی اصلی یا فرضی نیکیاں اور خوبیاں لکھی جاتی تھیں اور یقین کیا جاتا تھا کہ آخرت میں حساب کے وقت مُردے کو اس تحریر سے فائدہ پہنچے گا۔ فرعونوں کی قبروں کے ساتھ بھی تختیاں ہوتی تھیں مگر اُن پر فرعون کی بڑائیاں لکھی جاتی تھیں اور یقین کیا جاتا تھا کہ آخرت میں حساب کے وقت مُردے کو اس تحریر سے فائدہ پہنچیگا۔ فرعونوں کی قبروں کے ساتھ بھی تختیاں ہوتی تھیں مگر اُن پر فرعون کی بڑائیاں لکھی جاتی تھیں اور فتوحات کا حال۔ اس قسم کی بہت سی تختیاں، مصری عجائب خانے میں موجود ہیں۔ ان میں سے ایک پر دیوتا امن کی زبان سے فرعون تھوتمس سوم کی شان میں قصیدہ ہے جیسے پرانی مصری شاعری کا ایک شاہکار

سمجھا جاتا ہے۔ ہم اس کا ترجمہ مصری ادبیات کے باب میں دینگے۔

آخرت میں حساب

مصریوں کا عقیدہ تھا کہ آخرت میں مُردوں سے دیوتا اور زیرس حساب لیتا ہے۔ اور اُس کے ساتھ عدالت میں بیالیس جج بیٹھتے ہیں۔ روحیں تولنے کی ترازو بھی عدالت میں موجود ہوتی ہے مُردہ عدالت میں کھڑا کیا جاتا ہے۔ اور اُس سے سوال کئے جاتے ہیں۔ جواب میں مُردہ کہتا ہے

"میں نے کسی کو دھوکہ نہیں دیا۔ میں نے کسی بیوہ کو ستایا نہیں، میں نے کبھی پنچایت میں جھوٹ نہیں بولا۔ میں نے کبھی جھوٹ جانا بھی نہیں۔ میں نے کبھی مزدوروں کے سردار سے زیادہ کام کرنے کا مطالبہ نہیں کیا۔ میں نے کبھی کام سے جی نہیں چرایا۔ میں نے کبھی کسی کا غلام نہیں چھینا میں نے کسی کو بھوکا نہیں رکھا۔ میں نے کسی کو بھوکا نہیں رکھا۔ میں نے کسی کو نہیں رُلایا۔ میں نے کبھی کوئی قتل نہیں کیا۔ میں نے کسی قاتل کو دھوکہ دینے کا حکم نہیں دیا۔ میں نے کبھی حرام کی کمائی نہیں کھائی۔ میں نے کبھی کوئی چیز غصب نہیں کی۔ میں نے کبھی ڈنڈی نہیں ماری۔ میں نے کبھی کسی بچے کو اُس کی ماں کے دودھ سے محروم نہیں کیا۔ میں پاک ہوں۔ بے گناہ ہوں! میں پاک ہوں، بے گناہ ہوں!"

"اے انصاف کرنے والو! آج کے بڑے دن جبکہ حساب ہو رہا ہے مجھ مُردے کو اپنے قریب آنے دو کیونکہ یہ مُردہ وہ ہے جس نے نہ کبھی گناہ کیا، نہ جھوٹ کو جانا، نہ کسی کو ستایا، نہ کوئی بُرائی کی، نہ کوئی جھوٹی گواہی دی۔ نہ کوئی بُرا کام اپنی پاک روح کے مقابلے میں کیا بلکہ یہ مردہ ہمیشہ سچائی کے ساتھ جیا۔ ہمیشہ حلال کھاتا رہا، اسی لئے سب آدمیوں نے اس کی نیکیوں کی تعریف کی، اور تمام مخلوق

اس کے کاموں سے خوش رہی، اور سب دیوتا بھی اس سے خوش رہے کیونکہ یہ مُردہ بھوکوں کو روٹی دیتا تھا، پیاسوں کو پانی پلاتا تھا، ننگوں کو کپڑا پہناتا تھا دیوتاؤں کے سامنے قربانیاں کرتا تھا، مُردوں کے لئے دعائیں کیا کرتا تھا۔ لہٰذا اس مُردے کا منھ بھی پاک ہے اور ہاتھ بھی پاک ہیں!"

مُردے کے اس بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ پُرانے مصری بھی، نیکیوں اور بدیوں کو خوب جانتے تھے، یہ سچ ہے۔ مگر عملی زندگی میں نیکیوں اور بدیوں کا وہ زیادہ پرواہ نہیں کرتے تھے۔ کیونکہ ہم بتا آئے ہیں اُن کے خیال میں چرب زبانی اور جادو کے زور سے دیوتاؤں کو دھوکہ دیدینا ممکن تھا۔ مردے کا یہ بیان بھی زندہ لوگ بُردی کاغذوں پر لکھ کے قبر میں رکھدیتے تھے اور سمجھتے تھے کہ جب مُردہ یہ بیان عدالت میں دیگا تو دیوتا ضرور اُسے نیک مان لینگے۔

یہ جو کچھ ہم نے لکھا ہے۔ پڑھنے والوں کو عجیب معلوم ہو سکتا ہے۔ مگر واقعہ یہی ہے۔ ثبوت یہ ہے کہ مصریوں کے خیال میں آدمی کا دل جھوٹ نہیں بول سکتا تھا، لہٰذا وہ مرتے کہیں آخرت کی عدالت میں دل سب کچھ ٹھیک ٹھیک نہ کہدے۔ اسی ڈر سے وہ مردے کا دل نکال ڈالتے تھے، اور اس کی جگہ کو برکے کپڑے کی مورت بناکر رکھ دیتے تھے۔ ساتھ ہی ایک جادو کا منتر بھی لکھتے اور سمجھتے کہ گوبرکا کیڑا دل کیطرف سے عدالت میں وہی کہیگا۔ جس کا اُسے حکم دیدیا گیا ہے۔ منتر کا ترجمہ یہ ہے جس میں گوبر کے کیڑے کو دل ہی فرض کر لیا گیا ہے۔

"او میرے دل! میرے دل جو میری ماں کی طرف سے میرے سینے میں آیا ہے، ہاں میرے دل! جس کے ساتھ میں برابر دنیا میں رہا! دیکھ، مقدس سرداروں کے سامنے مجھ سے جھگڑا نہ کیجو۔ نہ دشمن بن کر مجھ پر گواہی دیجو۔ ایسا نہ ہو تو مجھے آخرت کی دنیا کے مالک، معبود اعظم کے سامنے جھوٹ بٹھائے!"

"اوزیرس کے دل، جو آخرت میں رہتا ہے، تجھ پر سلام! پاک آنتوں (آنتیں)، تم پر سلام! گندھی داڑھیوں[عہ] کے دیوتاؤں جو اپنی لاٹھی کے روز سے ہر اختیار رکھتے ہو، تم پر سلام! ہاں دیوتاؤ، مردے کو اچھائی سے یاد کرو، اور اُس پر احسان بھی کرو تاکہ وہ تمہاری سفارش سے عیش کر سکے!....."

اور کبھی یہ منتر کچھ بدلے ہوئے لفظوں میں لکھا جاتا تھا۔ ترجمہ یہ ہے:-

"او میرے دل! جو میری ماں نے میرے سینے میں اپنے سینے سے رکھ دیا ہے، اور جو میری زندگی رہا ہے، دیکھ میرے خلاف گواہی نہ دینا۔ حساب کے وقت مجھے جھوٹا نہ بنانا نیچے کی دنیا کے مالک، معبود اعظم کے سامنے، نہ ترازو کے نگہبان کے سامنے مجھ سے جھگڑا کرنا۔"

"دیکھ تو میرے بدن کے اندر موجود ہے اور میری جان بنا رہا ہے۔ تو دیوتا خنمو کی طرح ہے جو میرے جوڑ جوڑ کو سکھ دیتا رہا ہے، میں تیری خوشامد کرتا ہوں کہ جب حساب کے مبارک مقام پر ہم جائینگے جہاں جانا ضروری ہے۔ تو اُن سرداروں کا غصہ تو مجھ پر بھڑکا نہ دیجو جو آدمیوں کو ہمیشہ کی زندگی دیا کرتے ہیں!"

"دیکھ تیرا نام میرے لئے مفید ہونا چاہئے اور وہ مفید نہیں ہوگا جب تک حساب آسان نہ ہو جائے۔

"دیکھ معبود اعظم کے سامنے مجھے جھوٹا نہ بنا دیجو۔

گنڈے تعویذ

مصری گنڈے تعویذ بھی بہت استعمال کرتے تھے۔ مگر سب قوموں کے برخلاف اُن کے گنڈے تعویذ قسم قسم کے جانوروں اور کپڑوں کی صورت کے ہوتے تھے۔

عہ مصری اپنے سر بھی منڈاتے تھے اور داڑھی مونچھ بھی۔ لیکن قبر میں مردے کیساتھ مصنوعی داڑھی بھی رکھ دیتے تھے، جو گھوڑے کے بالوں سے بنائی جاتی تھی۔ فرعونوں کے اسٹیچوؤں میں بھی مصنوعی داڑھیاں دکھائی جاتی تھیں

سیاہی، بلی، کتا، بیل، مینڈھا، بندر، سُور، اور خرگوش وغیرہ کی صورتوں کے گنڈے تعویذ بناتے تھے، زندہ بھی انہیں پہنتے تھے۔ اور مُردوں کو بھی پہنا کر دفن کرتے تھے سانپوں سے مصری بہت ڈرتے تھے اسی لئے سانپوں سے بچنے کے لئے طرح طرح کے تعویذ بناتے تھے۔ سانپوں کو صرف زندوں ہی کے لئے مہلک نہیں سمجھتے تھے۔ بلکہ مردوں کے لئے بھی۔ یہی وجہ ہے کہ لاش کو سانپ سے بچانے کے لئے بہت سے تعویذ قبر میں رکھ دیتے تھے

چوتھا باب

مصریوں کا تمدن

مصری تمدن سیکڑوں نہیں، ہزاروں برس زندہ رہا۔ اس لئے مصریوں کی تمدنی و شہری زندگی کا نقشہ اتارنا آسان نہیں ہے تمدن کی ترقی کے ساتھ زندگی کے طور طریقے بھی بدلتے رہے۔ سب تبدیلیوں کا حال لکھا جائے تو پڑھنے والے گھبرا جائیں گے یہی وجہ ہے کہ بہت اختصار کے ساتھ ضروری معلومات یہاں پیش کی جاتی ہیں۔

جغرافیہ کا نقشہ دیکھئے۔ مصر کے دونوں طرف ریگستان پھیلا ہوا ہے بیچ میں دریائے نیل ہے۔ اور اسی نیل کی بدولت مصر ہے ورنہ مصر کی جگہ بھی بے آب و گیاہ بیابان ہوتا۔ نیل ہی کی وجہ سے مصر میں انسانی آبادی بہت پرانے زمانے سے پھیل گئی اور نیل ہی کے سبب یہاں کے رہنے والے اور ملکوں سے زیادہ مہذب بن گئے۔

ایک عجیب بات یہ ہے کہ مصر کی زمین کے اوپر آج تک پتھر کے زمانے[عہ] کی کوئی یادگار پائی نہیں گئی۔ اس کی وجہ یہی ہو سکتی ہے کہ اُس زمانے کی زمین نیل کی مٹی کے نیچے چھپ گئی ہے۔ نیل میں ہر سال سیلاب آتا ہے اور پانی کے ساتھ وسطی افریقہ اور حبش و سوڈان سے مٹی اور کھاد بہکر آجاتی ہے۔ مدتوں سے یہی ہو رہا ہے اور اب مصر کی زمین پر دریا کی لائی ہوئی مٹی اور کھاد کی پندرہ پندرہ فٹ موٹی تہہ جم گئی ہے۔

مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ دریائے نیل پتھر

عہ۔ پتھر کے زمانے سے مراد وہ زمانہ ہے جب انسان کو لوہے سے کام لینا نہیں آتا تھا۔ اور اسکی جگہ وہ پتھر سے کام لیتا تھا

کے زمانے کے بعد بھوٹا ہے۔ کیونکہ نیل کی جمع کی ہوئی مٹی کے نیچے سے بہت سی پرانی یادگاریں نکلی ہیں اور یہ یادگاریں پتھر ہی کے زمانے کی ہیں۔ ان یادگاروں سے ثابت ہوتا ہے کہ پتھر کے زمانے میں بھی جبکہ انسان بالکل جنگلی تھا مصر والے بہت کچھ ترقی کر چکے تھے۔ یہ اس لئے کہ ان کی بنائی ہوئی پتھر کی چیزیں بڑی خوبصورت ہیں۔ اور پتھر کاٹنے اور اس سے قسم قسم کے ہتھیار، اوزار اور برتن بنانے میں مصریوں کے کمال کی گواہ ہیں۔ اس واقعہ سے یہ بات خود بخود ثابت ہو جاتی ہے کہ مصر کی تہذیب سب ملکوں سے زیادہ پرانی ہے اور یہ کہ مصر کی تہذیب کسی اور ملک سے نہیں آئی۔ بلکہ خود مصر ہی میں پیدا ہوئی۔ اور پروان چڑھی ہے۔ یہ دعویٰ اس لئے کیا گیا ہے کہ کسی اور ملک میں پتھر کے زمانے کی ویسی اچھی یادگاریں نہیں ملیں جیسی مصر میں ملیں ہیں۔

علم الحیات کے ماہروں کا تقریباً اتفاق ہے کہ جن انسانی جماعتوں نے ترقی کی ہے وہ پہلے شکار پر زندگی بسر کرتی تھیں۔ پھر مویشیوں کے گلے پالنے اور چرانے لگیں۔ اس کے بعد انہوں نے کھیتی شروع کی مگر مصر میں یہ قول بالکل غلط ہو گیا ہے۔ کیونکہ ہم پورے یقین سے جانتے ہیں کہ مصر کے باشندے ہمیشہ سے کھیتی کرتے آئے ہیں۔ وہ نہ شکاری تھے نہ گلہ بان بلکہ وحشت سے نکلتے ہی کسان بن گئے تھے۔

یہ بات نہیں ہے کہ مصری سرے سے شکار جانتے ہی نہ تھے یا ان کے پاس مویشیوں کے گلے نہ تھے پرانی تصویروں میں ہم ریگستان میں شکار کھیلتے دیکھتے ہیں اس زمانے میں ریگستان کی حالت کچھ ایسی تھی کہ وہاں شیر، تیندوے، نیل، بیل ہرن وغیرہ جنگلی جانور پائے جاتے تھے۔ کیونکہ تصویروں میں یہ جانور دکھائی دیتے ہیں، مگر ہم یہ بھی یقین سے جانتے ہیں کہ مصریوں کی زندگی کا دارومدار شکار پر نہیں تھا۔ شکار امیر آدمیوں کے دل کا بہلاوا تھا۔ اور دوسرے لوگ شکار کھیلتے بھی تھے

تو زیادہ تر امیروں ہی کے لئے لذیذ گوشت مہیا کرنے کے لئے۔

یہی حال گلہ بانی کا ہے۔ مصریوں کی گذر بسر کبھی گلوں سے نہیں ہوئی ثبوت یہ ہے کہ مصر میں شروع ہی سے چراگاہوں کی بڑی کمی تھی اور ہونا بھی چاہئے کیونکہ ہری بھری زمین یا صرف نیل کے دونوں طرف ہے اور اس زمین کی چوڑائی بالائی مصر میں تو کہیں کہیں چند سو گز ہی رہ گئی ہے! نشیبی مصر کی چوڑائی بھی زیادہ سے زیادہ ڈیڑھ سو میل ہے جس ملک کا یہ حال ہو وہاں چراگاہیں کیونکر ہو سکتی ہیں۔ اور جب چراگاہیں نہیں تو گلہ بانی بھی نہیں۔

اس سلسلے میں یہ بتا دینا بھی مناسب ہے کہ مصری بہت ہی پرانے زمانے سے مویشی پالنا جانتے تھے۔ اُن کے دودھ گوشت اُون سے فائدہ اٹھاتے تھے کتے بھی پالتے تھے۔ مگر سلونی نسل کے یہ کتے اب تک سوڈان میں بہت مقبول ہیں۔ بلی پالنے کا رواج بھی عام تھا گدھے بھی پالے جاتے تھے اور اُن سے بوجھ اٹھانے اور سواری لینے کا کام لیا جاتا تھا مگر ہیکوس فاتحوں کے آنے سے پہلے مصری گھوڑے کو جانتے ہی نہ تھے اس سے بھی زیادہ عجیب بات یہ ہے کہ مصری اونٹ سے بھی ناواقف تھے۔ یہاں تک کہ یونانی زمانہ میں یہ جانور مصر پہنچا۔

مصری بیل کو بڑی اہمیت دیتے تھے کیونکہ کھیتی بیلوں ہی کی مدد سے ہوتی تھی۔ کوہان والے سانڈ اس لئے پالے جاتے تھے کہ ان کی نسل بڑھائی جائے۔ پرانی تصویریں بتاتی ہیں کہ سانڈ تین قسم کے ہوتے تھے۔ لمبے سینگوں کے چھوٹے سینگوں کے اور منڈے پوری کوشش کی جاتی تھی کہ تینوں نسلیں الگ الگ رہیں اور ملنے نہ پائیں۔ خیال کیا جاتا ہے کہ بھینس کی نسل سب سے پہلے مصریوں ہی نے پیدا کی۔ بھینس کے جد امجد بیل ہیں!

زیادہ سے زیادہ پرانے زمانے میں بھی مصر جو کی ایک قسم کے گیہوں (SPELT) کی اور سن کی کھیتی کرتے تھے۔ کئی قسم کی ترکاریاں بھی پیدا کرتے تھے

کھیتی کا طریقہ بہت آسان تھا۔ اور آج تک وہی پرانا طریقہ چلا آتا ہے۔ نیل کی طغیانی ختم ہوتے ہی کسان زمین جوت بو دیتے تھے اور دریا کے کنارے چرخیاں لگا کر چمڑے کے چرسوں اور پروں سے کھیتوں میں پانی پہونچایا کرتے تھے۔ ہندوستان کے دریاؤں کے کنارے بھی ٹھیک اسی طریقے سے کھیتی ہوتی ہے۔ مگر پرانے مصر میں یہ خاص دستور تھا کہ اناج کی صرف بالیں کاٹ لیتے تھے اور ڈنٹھل اور تنے کھیتوں ہی میں چھوڑ دیتے تھے۔ یا تو اس وجہ سے کہ ان چیزوں سے کام لینا نہیں جانتے تھے یا پھر کھیتوں میں کھاد بڑھانا چاہتے تھے۔

مصریوں کی جو خوراک آج ہے تقریباً وہی شروع سے چلی آتی ہے۔ گوشت مچھلی ترکاریاں ساگ ہمیشہ سے مصری کھاتے رہے ہیں۔ مگر پیاز ان کے کھانے میں شروع سے آج تک سب سے زیادہ مقبول رہی ہے۔ پرانی یادگاروں اور تصویروں سے ثابت ہے کہ مصری ہمیشہ سے پیاز کے عاشق ہیں۔ اور پیاز کھائے بغیر وہ نہ پہلے رہ سکتے تھے نہ اب رہ سکتے ہیں۔ پیاز کے طبی فائدے معلوم ہیں۔ شاید مصری ان فائدوں کو اس وقت بھی جان چکے تھے جب اور ملکوں والے نہ جانتے تھے۔

مصر کے مزدور اور کسان

دنیا میں شاید مصری ایک ایسا ملک ہے جس کی سوسائٹی میں پچھلے پانچ ہزار سال میں کوئی بڑی بنیادی تبدیلی نہیں ہوئی۔ پہلے شاہی خاندان کے وقت جیسی سوسائٹی تھی تقریباً ویسی ہی آج تک چلی آتی ہے۔

مصری سوسائٹی میں ہمیشہ سے تین طبقے رہے ہیں جاگیردار سرکاری نوکر اور کسان سب سے اوپر فرعون اور اس کا خاندان تھا۔ اس کے نیچے جاگیردار تھے پھر نوکری پیشہ گروہ تھا اور سب سے نیچے کسان تھے۔ اور غلاموں کی سی زندگی بسر کرتے تھے ہاں ایک طبقہ اور تھا اور یہ مذہبی پیشواؤں کا تھا۔ مگر مصری مذہب

کے ساتھ یہ طبقہ بھی مٹ گیا۔

مصریوں کو کاروبار اور تجارت سے دلچسپی تھی۔ زیادہ تر تجارت خود فرعون کرتے تھے اور اس ذریعہ سے اپنی دولت بڑھاتے چلے جاتے تھے۔ البتہ درمیانی بادشاہی کے زمانے میں کچھ مصری سونا اگر موجود ملتے ہیں۔ اور اچھا وقار بھی حاصل کر لیتے ہیں۔ کیونکہ ان کے بڑے بڑے مقبرے ملے ہیں جو اپنی شان و شوکت میں امیروں کے مقبروں کا مقابلہ کرتے ہیں۔ مگر بعد کے زمانوں میں تاجروں کا طبقہ بھر غائب ہو جاتا ہے۔

جس طرح مذہبی پیشواؤں اور فرعونوں میں رقابت رہا کرتی تھی اور دونوں اپنا اپنا اقتدار بڑھانے کی کوشش میں لگے رہتے تھے۔ اسی طرح جاگیرداروں اور فرعونوں میں کشمکش چلی جاتی تھی۔ کبھی جاگیردار زور پکڑ لیتے تھے، اور کبھی فرعون انہیں دبا دیتے تھے یہ زور آزمائی پہلی بادشاہی سے شروع ہوئی اور مصر کی غلامی تک جاری رہی مصری کسانوں کی حالت بہت بری تھی۔ زمینیں اُن کی اپنی نہ تھیں جاگیردار انہیں لگان پر زمین دیتے تھے اور ان کی پیداوار کا بڑا حصہ خود لے لیتے تھے مصر میں نہ لگان نقد لیا جاتا تھا نہ مالگذاری نقد کی صورت میں وصول کی جاتی تھی۔ جاگیردار کسانوں سے لگان میں اناج لیتے تھے۔ اور فرعون کو مال گذاری بھی اناج ہی کی صورت میں لیتے تھے فصل کے زمانے میں کسانوں کو کھیتی کرنی پڑتی تھی۔ اور فصل کے بعد خالی دنوں میں انہیں زبردستی مزدور بنا لیا جاتا تھا۔ شاہی عمارتوں، مقبروں، عمارتوں کے بنانے کا کام ہمیشہ جاری رہتا تھا۔ اس کے لئے مزدوروں کی ضرورت ہوتی تھی۔ مصر میں مزدوروں کا کوئی الگ طبقہ موجود نہ تھا۔ اس لئے کسانوں کو زبردستی پکڑ کے مزدور بنا لیا جاتا تھا۔ کسان پتھر کاٹتے تھے۔ انہیں پہاڑوں سے ڈھو کر عمارت کی جگہ لے جاتے تھے، اور وہ سب کچھ کرتے تھے جو مزدوروں کو کرنا پڑتا ہے۔

مزدوروں کا انتظام فوج کا جیسا تھا تھوڑے تھوڑے مزدوروں پر ایک سردار ہوتا تھا اور اس کا کام یہ ہوتا تھا کہ مزدوروں سے زیادہ کام لے۔ اور اگر وہ سستی کریں تو کوڑوں سے پیٹے کڑی محنت لی جاتی تھی۔ مگر مزدوری بہت ہی کم ہی لی جاتی تھی۔ مزدوری نقد کی صورت میں نہیں ہوتی تھی۔ بلکہ کھانے اور کپڑے کا راشن مقرر تھا اور یہ اتنا کم تھا کہ مزدور چیخ چیخ اُٹھتے تھے اور موقعہ پاکر ہنگامے بھی کر بیٹھتے تھے

آج کل کے لوگ یہ سُن کر تعجب کرینگے کہ مزدوری کی ہڑتال نہ موجودہ زمانے کی ایجاد ہے نہ یورپ سے پھیلی ہے کیونکہ مصری مزدور بھی ہڑتال کر دیا کرتے تھے۔ ایک پرانے بروی کاغذ پر ایک ایسی ہی ہڑتال کی سرکاری رپورٹ اس طرح لکھی ہے:-

"مزدوروں کے شہر کے مزدوروں کو ماہوار راشن ملتا تھا۔ مگر وہ اُسے مہینہ پورا ہونے سے پہلے ہی ختم کر چکے اور اپنے اُوورسیر سے کہنے لگے "ہم بھوکوں مر رہے ہیں۔ حالانکہ مہینہ میں ابھی اٹھارہ دن باقی ہیں۔ ہمیں اور راشن دیا جائے"

"اوورسیر نے وعدے وعید کئے۔ مگر مزدوروں نے اس کی بات یقین نہ کام چھوڑ دیا۔ اور شور مچاتے اور نعرے لگاتے ایک پبلک جگہ جلسہ کرنے کے لئے چل پڑے۔ یہ دیکھکر اوورسیر، پولیس کمشنر اور دوسرے افسر بھی جلسے میں پہونچ گئے اور مزدوروں کو سمجھانے لگے۔

"مگر مزدوروں کے لیڈر نے صاف اور اونچی آواز میں اعلان کیا۔

"ہم کام پر واپس نہیں جائیں گے اُوپر کے حاکموں کو خبر دیدی جائے!"

اس کے بعد رپورٹ لکھنے والا لکھتا ہے "ہم نے مزدوروں کی باتیں سُنیں۔ واقعی ان کی شکایت ٹھیک ہے اور لکھا ہے کہ اس ہڑتال کے بعد حکومت نے مہینہ بھر کے بجائے ہر پندرہویں روز راشن بانٹنے کا حکم دیدیا۔

ایک اور بروی کاغذ میں جو بعد کے زمانے

کا ہے لکھا ہے کہ مزدوروں نے کام چھوڑ دیا اور جماؤ کر کے اناج کے سرکاری گدام پر دھاوا بول دیا۔ اُس کی دو دیواریں بھی توڑ ڈالیں اور جب سنتریوں نے یہاں مزدوروں کو روکا تو انہوں نے کہا:۔

"ہم اس لئے آئے ہیں کہ بھوک اور پیاس کے ستائے ہوئے ہیں۔ ہمارے پاس نہ کپڑا ہے، نہ تیل ہے نہ مچھلی ہے نہ ساگ ہے۔ ہمارے مالک فرعون کو ہمارے آقا پادشاہ کو خبر دو کہ ہم مر رہے ہیں۔ ہماری ضرورتیں ہمیں دیدے۔ نہیں تو ہم یہاں سے نہ ٹلیں گے۔"

لیکن شہنشاہی کے زمانے میں مصری کسانوں کی حالت کچھ بہتر ہو گئی تھی کیونکہ مفتوح ملکوں سے ہزاروں غلام آنے لگے تھے ساتھ ہی بنی اسرائیل سے بھی زبردستی مزدوری لی جانے لگی تھی۔ مگر مزدوری کے بدلے اس زمانے میں مصر کسانوں کو فوج میں بھرتی ہو کر لڑنا پڑتا تھا۔ شہنشاہی کے بعد کسان پھر پُرانی حالت میں ہو گئے تھے۔

مصریوں کے تہوار

مصری قوم فطرتاً زندہ دل واقع ہوئی ہے۔ جو حال آج ہے وہی ہمیشہ تھا۔ کتنی ہی تکلیف مصیبت ہو۔ مصری ہنسنا اور غم بھول جانا جانتا ہے اور جانتا تھا اونچے حلقوں کی طرح پُرانے مصری کسان بھی سب کچھ جھیلنے پر بھی خوش ہی رہتے تھے۔

امیروں کی طرح غریب بھی جب موقعہ پاتے، جلسے کرتے اور دوستوں کو دعوتیں دیتے دل کھول کر کھاتے اور جی بھر کر پیتے پلاتے۔ شراب کے بڑے رسیا تھے۔ قسم قسم کی شرابیں بناتے اور دعوتوں میں مٹکوں کے مٹکے خالی کر دیتے۔ ایسے جلسوں میں مردوں کے ساتھ عورتیں بھی برابر کی شریک ہوتی تھیں اور بڑی بے تکلفی سے سب دوست مل کر جشن مناتے تھے کوئی عورت مکمل سمجھی نہیں جاتی تھی جب تک اس میں گانا بجانا اور ناچ بھی نہ ہو یہ خدمت زیادہ تر پیشہ ور عورتیں انجام

دیا کرتی تھیں۔ پرانی تصویروں سے صاف ظاہر ہے کہ مصری عورتیں جس طرح آج کل ناچتی ہیں اسی طرح اس وقت میں بھی ناچا کرتی تھیں۔ نیم برہنہ رہتی تھیں اور اُن کے ناچ میں سب سے زیادہ نمایاں حرکت پیڑو کی حرکت ہوا کرتی تھی۔ اکثر انہی ناچنے والیوں کو ساقی بھی بنا دیا جاتا تھا اور یہ مہمانوں کو زیادہ سے زیادہ پلا کر میزبان سے بھاری انعام وصول کیا کرتی تھیں۔

زندہ دل قوموں میں تہوار جشن، اور خوشی سے جلسے لازمی طور پر بہت زیادہ ہوتے ہیں۔ مصریوں کا بھی یہی حال تھا پرانی تصویروں سے یہ بات صاف ظاہر ہے لیکن بعض تصویروں پر تحریریں اچھی طرح پڑھی نہیں گئی ہیں اور جو پڑھی گئی ہیں ان میں سے اہم تہواروں کا حال یہاں لکھا جاتا ہے۔

تہوار دو قسم کے تھے مذہبی اور شاہی اگرچہ شاہی تہوار بھی مذہبی رنگ میں رنگے ہوتے، کیونکہ فرعون کو دیوتا اور امن رع کا بیٹا یقین کیا جاتا تھا۔ جیسا کہ اوپر لکھا گیا ہے الدیر البحری کی تصویروں سے معلوم ہوتا ہے کہ مصر میں سالانہ ایک بہت بڑا تہوار شادی کی عید" کے نام سے منایا جاتا تھا۔ یہ نام اس لئے تھا کہ مصریوں کے خیال میں دیوتا امن نے ملکہ اہموسی سے ملاقات اور اسی ملاقات کا نتیجہ تھا کہ ملکہ ہت شپ سٹ پیدا ہوئی۔

تصویروں کے ساتھ لکھا ہے کہ امن نے اہموسی کے بارے میں دیوتا توت سے پوچھا کہ کون ہے اور کیسی ہے؟ توت نے بتایا "اہموسی آنی حسین اور موہنی ہے کہ زمین پر کوئی عورت ویسی نہیں جوانی اس پر چھٹ پڑی ہے اور وہ ملکہ بھی ہے!"

یہ سنکر امن نے شاہی جوڑا پہن لیا اور جب بن سنور چکا تو توت اُسے اہموسی کے شاندار محل میں لے گیا۔ امن نے دیکھا اہموسی سو رہی ہے لیکن دیوتا کی خوشبو نے اُسے جگا دیا لکھا ہے "ملکہ دیوتا کو دیکھ مسکرانے لگی اور بے اختیار اس کے پاس چلی گئی! دیوتا کا دل بھی محبت سے بھر پور

ہوگیا۔ بے اختیار ہوگیا اور اپنی اصلی الٰہی صورت میں نمودار ہوگیا۔ تاکہ ملکہ اس کے مقدس جمال سے سحور ہو جائے۔

دفعتاً تمام محل ایسی خوشبوؤں سے مہکنے لگا۔ جیسی دنیا میں کبھی نہ تھیں۔ دیوتا اور ملکہ رات بھر ساتھ رہے صبح دیوتا نے ملکہ سے کہا "تیری لڑکی مصر کی ملکہ ہوگی۔ میں اُسے اپنا تاج بھی دوں گا اپنا اقتدار بھی اور وہ بڑے جاہ و جلال سے حکومت کریگی۔ کیونکہ خود میری بیٹی ہوگی اور میری اپنی نسل ہوگی۔

اس کے بعد لکھا ہے کہ اہموسی کے لڑکی پیدا ہوئی۔ اس کا نام ہت شپی پست رکھا گیا۔ دیوی منخت نے اُسے دعا دی کہ دیوتا حورس کے تخت پر مائی زندگی کے ساتھ بیٹھی رہے۔ پھر دیوتا امن اپنی پیاری لڑکی ملکہ ہت شپی پست کو دیکھنے آیا۔ اور اس سے کہنے لگا "مرحبا! مرحبا! سلامتی ہو! میری بیٹی پر سلامتیاں رہیں، جسے میں نے پیدا کیا اور دل سے چاہا ہے!" یہ کہہ کر امن حکم دیتا ہے کہ دو

اتائیس لڑکی کو دودھ پلائیں اور اس کی تعلیم و تربیت ایسی کی جائے کہ "وہ مصر کے شاہی تخت پر بیٹھے بڑی ہی خوشی اور خرمی سے حکومت کرے اور اپنے سر پر دونوں مصروں کا تاج رکھے جیسا کہ دیوتاؤں کے آقا، دیوتا کا حکم ہے!"

پھر دیوتا انوبیس، لڑکی کی طرف بڑھتا ہے اور خاص اپنی طرف سے اُسے زندگی تندرستی بخشتا ہے۔ پھر اس کے سامنے ہر قسم کے کی پینے کی چیزیں ہر رنگ و روپ کے آدمی پانی میں رہنے والے تمام جاندار، اور سب مخلوقات رکھ دیتا ہے تاکہ لڑکی تخت شاہی پر جلوہ افروز ہو۔ اور اُسی طرح دنیا پر حکومت کرے جس طرح دیوتا نے حکومت کی تھی۔

اس تہوار کے موقعہ پر ایک بہت بڑا جلوس کرنک کے مندر سے نکلتا تھا کشتیوں پر نیل میں چل کر اقصر کے مندر میں جاتا تھا اور پھر وہاں سے لوٹ آتا تھا جلوس کی ترتیب یہ ہوتی تھی کہ چار بڑے بڑے صندوق ہوتے تھے جنہیں

اسی مہنت اپنے کاندھوں پر اٹھائے ہوتے تھے۔ ان کے پیچھے بہت سے آدمی ہوتے تھے اور ہر آدمی لمبے لمبے دستوں کی چوزیاں لئے ہوتا تھا۔ چار آدمی صندوق کے دائیں بائیں چلتے تھے اور شیروں کی کھالیں اوڑھے ہوئے ہوتے تھے۔ پورے جلوس کے آگے بڑا مہنت ہوتا تھا اور اپنے ہاتھ میں لوبان دان لئے رہتا تھا۔ فرعون دیوتا امن کی "کشتی" سواری کے ٹھیک پیچھے ہوتا تھا۔ جلوس کے ساتھ ڈھول تاشے اور قسم قسم کے باجے بجتے چلتے تھے مصری فوج بھی ہتھیار لگائے ساتھ ہوتی تھی۔

جب جلوس نیل کے کنارے پہنچ جاتا تھا، تو صندوق، کشتیوں پر رکھ دیئے جاتے تھے اور کشتیاں چل پڑتی تھیں۔ جلوس والے کشتیوں کے ساتھ کنارے کنارے چلتے تھے۔ فرعونوں کی سواری اب بھی جلوس کے ساتھ رہتی تھی اور سب آدمی دیوتا امن اور فرعون کی تعریف کے گیت گاتے رہتے تھے۔ جلوس اقصر کے مندر کے سامنے پہونچتا تو صندوق کشتیوں پر سے اتار لئے جاتے اور مہنت انہیں اپنے کاندھوں پر اٹھا کے مندر میں لے جاتے۔ یہاں اُن کے سامنے قربانیاں کی جاتیں اس موقعہ پر عورتیں "مقدس" ناچ ناچتی رہتی تھیں۔ یہاں تک کہ صندوق مندر سے باہر لوٹ آئیں اور پھر کشتیوں پر رکھ دیئے جائیں کرنک کے مندر میں واپسی پر بھی قربانیاں کی جاتی تھیں۔ یہ تہوار ہر برس نو روز کو منایا جاتا تھا۔

اسی طرح کے اور بہت سے دینی تہوار تھے۔ مگر اُن کے حالات اس قدر ملتے جلتے ہیں کہ یہاں لکھنا بے فائدہ ہے شاہی تہواروں میں سب سے بڑے چار تہوار تھے فرعون کی تاج پوشی کا تہوار، دونوں مصروں (جنوب و شمال) کے اتحاد کا تہوار، مندر پر غلاف پہنانے کا تہوار، اور فرعونی سواری نکلنے کا تہوار

تاج پوشی تو ہر فرعون کی ایک ہی دفعہ ہوتی تھی۔ مگر اس تاج پوشی کی سالگرہ ہر برس منائی جاتی تھی۔ باقی تینوں تہوار

بھی سالانہ ہوا کرتے تھے۔

فرعون کی تاج پوشی

فرعون کی تاج پوشی، ویسی تاج پوشی نہ تھی جیسی پادشاہوں کی ہوا کرتی تھی یا ہوتی رہتی ہے بلکہ فرعون کی تاج پوشی مصریوں کی نظر میں اُن کی قوم اور ملک کا سب سے بڑا اور اہم واقعہ تھی کیونکہ فرعون، محض پادشاہ ہی نہیں تھا کہ بلکہ دیوتا بھی تھا۔

ہم فرعون کی پوزیشن پچھلے صفحوں میں بہت کچھ بیان کر آئے ہیں۔ یہاں اختصار کے ساتھ پھر یاد دلانا چاہتے ہیں کہ مصر کے سب سے بڑے دیوتا امن کے بعد فرعون کا درجہ تھا۔ فرعون کو امن کا سگا بیٹا مانا جاتا تھا۔ اور یقین کیا جاتا تھا کہ "فرعون ہی دنیا کو ہوا بخشتا ہے جس کے بغیر زندگی ممکن نہیں"۔

فرعون کی بڑائی کا اندازہ اسی ایک واقعہ سے کیا جا سکتا ہے کہ ۳۷۰۰ ق م میں فرعون اونچے خاندان کے آدمی کو اپنا مقرب بنایا کئی صدی سے اس خاندان میں وزارت چلی آئی تھی، اور ملک میں یہ خاندان بہت اقتدار حاصل کر چکا تھا۔ فرعون نے اس خاندان کے آدمی کو اپنا مقرب مصاحب ہی نہیں بنایا تھا بلکہ اپنی سب سے بڑی بیٹی بھی اس سے بیاہ دی تھی۔ اس کے بعد بھی یہ شخص اپنے مقبرے پر عبارت چھوڑ گیا ہے "میرا آقا (فرعون) مجھے زمین چومنے کے بجائے اپنے قدم چومنے کی اجازت دیتا تھا! اتنا بڑا امیر کبیر بھی اپنا سب سے بڑا فخر یہ سمجھتا تھا کہ "فرعون کے پاؤں چومتا ہے!

ایک پرانی تختی پر لکھا ہے کہ فرعون رامسس دوم نے کسی معاملے میں مشورہ کرنے کے لئے اپنے درباریوں کو بلایا، تو درباریوں کے سردار نے فرعون کو مخاطب کر کے کہا: "آقا تو اپنے سب کاموں میں دیوتا را کی طرح ہے تیرا دل جو فیصلہ بھی کرتا ہے اُس کا پورا ہو جانا قطعی ہے رات میں تو چاہتا ہے۔ دن میں ضرور ہو جاتا ہے۔

جب سے تو مصر کا بادشاہ بنا ہے ہم تیرے عظیم الشان کارنامے دیکھ رہے ہیں۔ ہم نے کبھی نہ کچھ دیکھا نہ کچھ سنا۔ مگر ہر چیز کو پورا ہی پورا پایا۔ تیرے منہ سے جو بول نکلتے ہیں بعینہ دیوتا ہورس کے بول ہوتے ہیں۔ جو وہ افق میں بولتا ہے۔ تیری زبان، اے آقا ترازو ہے اور تیرے ہونٹ دیوتا، توت کی ترازو کے پڑوں سے بھی زیادہ ٹھیک ہیں۔ کیا چیز ہے جسے تو نہیں جانتا، کون ہے جو وہ سب کچھ کر سکتا ہے جو تو بڑی آسانی سے کر سکتا ہے، کونسی جگہ ہے جسے تیری لازوال آنکھیں دیکھ نہیں سکتیں، کوئی زمین نہیں، جسے تیرے پاک پاؤں روند نہ چکے ہوں، اور ہر زمین میں جو کچھ بھی ہوتا ہے فوراً تیرے مقدس کانوں تک پہونچ جاتا ہے۔ آقا تو حاکم ہے اس وقت سے جبکہ تیری ماں نے تجھے جنا بھی نہ تھا، کیونکہ تو اپنے سے پہلے فرعون کا بیٹا ہے۔ تو اس وقت سے بادشاہ ہے جب بچہ تھا اور تیری زنفلیں تیرے گالوں سے کھیلا کرتی تھیں تو اس وقت بھی سپہ سالار تھا جب تیری عمر دس برس بھی نہ تھی۔ آقا اگر تو پانی سے کہدے کہ تو پہاڑ پر چڑھ جائے تو تیرے بول ختم ہونے سے پہلے ہی وہ چڑھ جائیگا! تو بیشک دیوتا ہے بہت ہی بڑا دیوتا! خوش اخلاقی کا دیوتا تیرے منہ میں ہے علم کا دیوتا میرے دل میں ہے۔ تیری زبان انصاف کے دیوتا کا تخت ہے۔ اور تیرے ہونٹوں پر انصاف کا دیوتا بیٹھا رہتا ہے!"

ابودوس کے مندر پر ایک کتبہ موجود ہے جس میں درباریوں نے نوجوان فرعون کو اس طرح مخاطب کیا ہے:۔

"وہ تو ہی ہے جو مردار دل کو پیدا کرتا ہے اور معاملات انجام دیتا ہے وہ تو ہی ہے جس کے منہ کے بول مقدس مانے گئے ہیں۔ وہ تو ہی ہے، جو جاگتا رہتا ہے جب سب سوتے ہوتے ہیں وہ تو ہی ہے جس کی قوت سے مصر نے نجات پائی ہے وہ تو ہی ہے جو اجنبی ملکوں کو چکنا چور کر کے فتح یاب لوٹتا ہے۔ عدل و انصاف کو پیار کرنے والے آقا! اسے وہ جس کی طرسی اور

توُ بے پناہ ہے۔ تو ہی ہمارا بادشاہ ہے۔ تو ہی ہمارا آقا ہے۔ تو ہی ہمارا آفتاب ہے۔ تیرے ہی حکم سے سب جیتے ہیں! مالک دیکھو ہم تیرے حضور آئے ہیں کہ ہمیں زندگی بخش، کیونکہ تیرے سوا زندگی بخشنے والا کون ہے؟ تو فرعون ہے۔ اس لئے تیرے واسطے زندگی ہے۔ تندرستی ہے۔ سلامتی ہے تو ہوا ہے جس میں ہم سانس لیتے ہیں۔ اے وہ جس کے نور سے ساری دنیا جی رہی ہے!"

یہ فرعون کی عظمت تھی! ظاہر ہے اس کی تاج پوشی کتنا بڑا واقعہ سمجھی جاتی ہوگی اور کس طرح پورا مصر خوشیاں مناتا ہوگا۔

دستور یہ تھا کہ فرعون کی اصلی ملکہ کا سب سے بڑا بیٹا اپنے باپ کا جائز جانشین مانا جاتا تھا۔ نئے فرعون کی تاج پوشی مکمل اور صحیح نہیں ہو سکتی تھی۔ جب تک بڑے بڑے دیوتا بھی جلسے میں شریک نہ ہوں۔ دیوتا خود کیسے آتے؟ اُن کے نمائندے آتے تھے۔ اور یہ نمائندے اُن کے مندروں کے مہنت ہوا کرتے تھے۔ ہر مہنت اپنے دیوتا کا روپ بھر کر آتا تھا۔ چنانچہ مصری مندروں کی دیواروں پر تاج پوشی کی جو تصویریں موجود ہیں ان میں ہر دیوتا کا مہنت اپنے دیوتا کے روپ یعنی کسی نہ کسی جانور کی صورت میں دکھائی دیتا ہے!

تاج پوشی کا جلسہ اس طرح شروع ہوتا تھا کہ دیوتا توت اور دیوتا ہورس مقدس پانی سے بادشاہ کے ہاتھ پاک کرتے تھے، تاکہ یہ پانی بادشاہ کو زندگی بخشے تصویروں میں دکھایا گیا ہے کہ نیا فرعون ان دونوں دیوتاؤں کے بیچ میں کھڑا ہے اور یہ دونوں اس پر دو برتنوں سے پانی انڈیل رہے ہیں۔ اس طرح جب فرعون کے ہاتھ پاک ہو جاتے تو دونوں دیوتا اُسے شمال اور جنوب کے سب دیوتاؤں کے سامنے پیش کر کے کہتے اب فرعون زندوں میں خوش نصیب ہے۔ شمال اور جنوب کا بادشاہ ہے اور ہورس کے تخت پر ہمیشہ بیٹھا رہیگا!"

تاج پوشی کا یہ پہلا جلسہ ہوتا تھا اور اسے وہی جلسہ کہنا چاہیئے۔ اس کے بعد ہی دوسرا جلسہ شروع ہوتا تھا۔ اس

جلسے میں درباری، ارکان سلطنت اور بڑے بڑے عہدہ دار جمع ہوتے تھے اور نئے فرعون کی تخت نشینی کا اعلان کر دیا جاتا تھا۔ ساتھ ہی فرعون کے وہ نام یا لقب بھی ظاہر کر دیے جاتے تھے، جو وہ اپنے لئے پسند کر چکا ہوتا تھا۔ اس کے بعد تمام صوبوں اور کشتریوں کے اعلیٰ افسران کو نئے فرعون کی تخت نشینی کی خبر بھیج دی جاتی تھی۔

مصری عجائب خانے میں مٹی کی ایک تختی موجود ہے جس پر فرعون تھتمس اوّل نے اسوان کے گورنر کو اپنے فرعون بننے کی اطلاع اس طرح دی تھی۔

"شاہی فرمان۔ تمہیں بتایا جاتا ہے کہ ہم اعلیٰ حضرت ہورس کے تخت پر جلوہ افروز ہو گئے ہیں۔ اس طرح مابدولت دونوں مصروں کے بادشاہ اور مالک ہمیشہ کے لئے بن گئے ہیں۔ ہمارے القاب یہ ہیں:۔ ہورس طاقتور ساتھ ماٹ کا محبوب دونوں تاجوں کا آقا جس کا ظہور آگ کی طرح ہے زبردست و خود مختار، سہرا ہورس پاک برسوں والا، دلوں کو زندہ کرنے والا، دونوں مصروں کا پادشاہ عاجر کارا" سورج کا فرزند تھتمس جو ہمیشہ جیتا رہیگا۔ اب تم پر فرض ہے کہ جنوب کے اور سوان کے دیوتاؤں کے لئے قربانیاں کرو اور خود بھی سچے دل سے دعائیں کرو کہ "عاجر کارا" کو سراسر تندرستی اور خوشی حاصل رہے۔ تمہیں یہ خوشخبری بھی سنائی جاتی ہے کہ شاہی خاندان ہر طرح خیریت سے ہے" یہ تحریر لکھی گئی ہے موسم بریت کے تیسرے مہینے کی اکیسویں تاریخ سال اول میں کہ یہی تاریخ مابدولت کی تاجپوشی کے جلسے کی تاریخ ہے۔

اس کے بعد تیسرا جلسہ شروع ہوتا تھا اس جلسے میں فرعون کو تاج پہنایا جاتا تھا اور شاہی عصا اس کے ہاتھ میں دیدیا جاتا تھا۔ فرعون تاج پوشی کے ایوان میں داخل ہوتا تھا۔ یہاں اونچے چبوترے پر دو شاہی تخت بچھے ہوتے تھے ایک جنوبی مصر کا دوسرا شمالی مصر کا۔ عین اسی وقت دو دیوی نمودار ہوتے تھے:۔ ایک کے سر پر ہورس (شمالی مصر کے دیوتا) کا نشان ہوتا تھا۔ اور دوسرے کے سر پر بت (جنوبی مصر کے دیوتا) کا نشان

ہوتا تھا۔ دونوں مہنت فرعون کو پہلے جنوبی مصر کے تخت پر بٹھاتے تھے اور ایک ساتھ کہتے تھے "ہم نے تجھے جنوب کا بادشاہ بنا دیا۔ اب تو ہورس کے تخت پر بیٹھ کر جو ہمیشہ سب کی رہنمائی کرتا رہے گا" اس کے بعد یہی دونوں مہنت فرعون کو شمالی مصر کے تخت پر بٹھا کے کہتے "ہم نے تجھے شمال کا بادشاہ بنا دیا" جنوبی مصر کے تخت پر فرعون کو سفید رنگ کا تاج پہنایا جاتا تھا اور شمالی مصر کے تخت پر سُرخ رنگ کا۔ دونوں تاج پہننے اور شاہی عصا ہاتھ میں لینے کے بعد فرعون جائز بادشاہ قرار پاتا تھا۔

اس کے بعد دونوں مصروں (شمال و جنوب) کے اتحاد کا جلسہ ہوتا تھا اس جلسے کی تصویریں ابسنبل اول کے مندر کی دیواروں پر موجود ہیں۔ ان میں دکھایا گیا ہے کہ فرعون اپنے تخت پر اس طرح بیٹھا ہے کہ دائیں بائیں حمایت (جنوبی مصر کی دیوی) اور اماز (شمالی مصر کی دیوی) موجود ہیں اس موقعہ پر دیوتا ہورس اور دیوتا سیت آتے ہیں اور بُردی اور لوٹس دونوں کے تو رے ساتھ دیتے ہیں۔ بُردی شمالی مصر کا نشان ہے اور لوٹس جنوبی مصر کا۔ دونوں کے ساتھ بندھ جانے کا مطلب یہ ہے کہ دونوں مصر ایک ہو گئے۔

اس کے بعد مندر کے طواف کرنے کا جلسہ ہوتا تھا۔ فرعون کو مندر کے چاروں طرف دوڑ کے طواف کرنا پڑتا تھا۔ یہ رسم بہت ہی پُرانے زمانے سے چلی آتی تھی۔ ابھی چند سال پہلے تک یہ سمجھا جاتا تھا کہ مصر کا پہلا فرعون مینیس تھا اور یہ رسم بھی اسی فرعون کی طرف منسوب ہے۔ کہا جاتا ہے کہ مینیس جب دونوں مصروں کو اپنے جھنڈے تلے لانے میں کامیاب ہو گیا تو اس نے شکرگزاری ظاہر کرنے کے لئے دوڑ کر مندر کا طواف کیا تھا۔ بعد کے سب نئے فرعونوں نے یہ رسم انجام دینا ضروری ہو گیا۔ لیکن ہے کہ اصل رسم سے غرض یہ ہو کہ فرعون اپنے طاقتور ہونے کا ثبوت دیوتا کے سامنے پیش کرے

ایک اور شاہی جشن بھی منایا جاتا تھا

جسے "فرعون کی سواری کا جشن" کہتے ہیں یہ تہوار سالانہ ہوتا تھا۔ پرانے شہر طابو (اقصر) کے مندر کی دیواروں پر جو تصویریں رامسیس سوم کی سواری کی ہیں ان میں یہ جشن تفصیل سے دکھایا گیا ہے۔ یہ تصویریں رامسیس سوم کی سواری کی ہیں ان میں دکھایا گیا ہے کہ فرعون اپنے محل سے سرخ ری کے دیوتا امین کے مندر کو جا رہا ہے۔ اس کا تخت معمولی آدمیوں کے نہیں بلکہ خود اس کے اپنے بیٹوں اور مصاحبوں کے کندھوں پر رکھا ہے اور یہ سب اسے اٹھائے لئے چلے جا رہے ہیں۔ جلوس میں شاہزادے، درباری، اور بڑے بڑے حاکم ہیں۔ نوبت خانہ سامنے بجتا چل رہا ہے۔ فرعون مندر کے دروازے پر پہونچ کے اتر پڑتا ہے۔ اندر جا کے دیوتا کے سامنے فریاد کرتا ہے اور باہر لوٹ آتا ہے۔ دروازے پر بہت اور پجاری اُسے سلام کرتے اور اس کی تعریف کے گیت گاتے ہیں۔

اس موقعہ پر چار کبوتر اڑا دینا ضروری تھا۔ ہر کبوتر کا منھ ایک سمت میں کیا ہوتا تھا۔ جدھر جنوب میں یا شمال میں یا مغرب میں، یا مشرق میں۔ کسی سمت میں اڑتے اور اڑتے اڑتے کبوتر نے اپنے سر پر جنوب کا تاج اور شمال کا تاج رکھ لیا ہے اس لئے رامسیس سوم اپنے سر پر دونوں تاج رکھ چکا ہے!"

اس موقعہ پر بڑا جشن فرعون کے سامنے سونے کی ورقی پیش کرتا تھا، اور فرعون اسے جو کے چند پیڑ کاٹ دیتا تھا۔ خیال کیا جاتا ہے اس رسم سے مقصود یہ تھا کہ فرعون زمین کی پیداوار سب سے پہلے حاصل کرے گا۔ یعنی اس رسم کو نیک شگون سمجھا جاتا تھا۔

پرانی مصری تصویروں میں ملکہ ہت شپسوت کی تاج پوشی کی رسمیں بہت تفصیل سے دکھائی گئی ہیں۔ ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ مصر کی پوری قدیم تاریخ میں صرف یہی ایک عورت ہے جو فرعون بنی اس لئے اس کی تاج پوشی بذات خود ایک

غیر معمولی واقعہ تھی۔ پھر حالات نے اس واقعہ کو اور بھی زیادہ اہمیت دیدی تھی فرعون تھوتمس اوّل کے اصلی ملکہ سے صرف ایک ہی اولاد تھی، اور یہی مصری قانون کے مطابق فرعون کی جائز وارث تھی۔ گو یہ لڑکی تھی اور کبھی کوئی عورت فرعون نہیں بنی تھی اس لئے درباریوں میں جانشینی کے بارے میں اختلاف تھا اور دوسری بیویوں سے فرعون کے لڑکے سازش میں لگے ہوئے تھے۔ یہ دیکھکر فرعون نے فیصلہ کیا کہ اپنے جیتے جی ہی اپنی لڑکی ہت شی پست کو جانشین بنادے۔ اور اس نے یہی کیا۔ ساتھ ہی اُس کی تاج پوشی کی رسم بھی ادا کردی۔

ہت شی پست کی تاج پوشی کی رسمیں تقریباً وہی ہیں جو ہم ابھی بیان کرکے آئے ہیں نئی بات یہ ہے کہ فرعون تھوتمس نے اس موقع پر اپنی لڑکی کی طرف اشارہ کرکے اور درباریوں کو مخاطب کرکے ایک لمبی تقریر کی جو اب تک مندر کی دیوار پر موجود ہے

فرعون نے کہا "یہ میری بیٹی ہت شی پست میری جانشین ہے اور مصر کے تخت پر اس طرح بیٹھے گی کہ کوئی بھی اس کی مخالفت کی ہمت نہ کرسکے گا۔ اسی کا حکم ہر جگہ چلے گا۔ یہی تم سب پر حکومت کریگی۔ تم اس کے نام کے نعرے لگاؤ گے اور جب یہ بلائے گی تو اس کے جھنڈے تلے جمع ہوجایا کرو گے۔ جو کوئی اس کی تابعداری کریگا زندگی پائیگا اور جس بدنصیب کے دل میں اس کی طرف سے کھوٹ ہوگی، اس کا سر تلوار سے اڑا دیا جائیگا"

ہر فرعون کی تاج پوشی پر اور اُس کی سالانہ یادگار پر ملک بھر میں عام جشن منایا جاتا تھا۔ ہر ممکن طریقے سے خوشی ظاہر کی جاتی تھی۔ خوب ناچ رنگ ہوتا تھا۔ دل کھول کے فقیروں کو کھلایا جاتا تھا۔ قیدی چھوڑ دیئے جاتے تھے۔ اور کوشش کی جاتی تھی کہ ایک آدمی بھی اُداس اور غمگین نہ رہنے پائے

تاج پوشی کے موقعہ پر درباری شاعر

تصیدے پڑھتے تھے، اور انعام حاصل کرتے تھے پڑوی کاغذوں میں بعض تصیدے اب تک موجود ہیں، جن کا ترجمہ ہم آیندہ باب میں پیش کریں گے۔

یہاں ایک اور اہم بات کی طرف اشارہ کر دینا ضروری ہے۔ یہودی اور عیسائی بادشاہوں میں قدیم سے دستور چلا آتا ہے کہ تاج پوشی کے موقعہ پر بادشاہ کے سر پر "مقدس" تیل لگایا جاتا ہے۔ یورپ کے تمام مسیحی بادشاہوں کی تاج پوشی میں بھی یہ رسم ضرور برتی جاتی ہے۔ لیکن اس رسم کی ایجاد بھی مصر ہی میں ہوئی تھی۔ تل العمارنہ کے رسائل میں لکھا ہے کہ حضرت مسیح کی پیدائش سے ایک ہزار چار سو برس پہلے قرص کے حاکم نے جو مصر کا باج گذار تھا، نئے فرعون کی تاج پوشی کے موقع پر اعلیٰ تیل کی ایک شیشی بھیجی تھی اور اپنے عریضے میں لکھا تھا کہ "فرعون کے سر پر یہ تیل اس وقت لگایا جائے جب وہ تخت پر بیٹھے تاکہ اس تیل کی برکت سے ہمیشہ خوش و خرم اور منظفر و منصور رہے۔

یہاں یہ نکتہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ یہودیوں کے ہاں "مسیح" سے مراد بادشاہ ہے، جسے مقدس تیل سے چھوا ہو۔ کیا عجب ہے بنی اسرائیل "مسیح" کا یہ خیال مصر ہی سے اپنے ساتھ لے گئے ہوں۔

مصریوں کی گھریلو زندگی

مصری سوسائٹی میں عورت کی پوزیشن کسی حال میں بھی گھٹیا نہ تھی۔ مصری زبان میں عورت کا عام لقب تھا "بنت پر" یعنی گھر کی مالک اور واقعی عورت اپنے شوہر کے گھر کی مالک ہی ہوتی تھی۔ جس طرح چاہتی تھی۔ گھر چلاتی تھی۔ شوہر کو دخل دینے کا حق نہ تھا۔ بہت پرانے زمانے میں صرف عورت ہی زمین کی مالک ہوتی تھی، اور اسی لئے وہ اپنے بوڑھے ماں باپ کو کھلانے کی ذمہ دار سمجھی جاتی تھی!

مصری اپنی بیویوں سے بڑی محبت کرتے تھے۔ مصری سوسائٹی کا تقاضا ہی یہ تھا کہ مرد اپنی بیوی کی قدر کرے۔ اور

اس سے جہاں تک ممکن ہو سکے محبت سے پیش آئے۔ مصری فلسفی پتاح ہوتپ کہتا ہے "اگر تم حیثیت والے آدمی ہو تو ایک گھر بناؤ (یعنی شادی کرو) اور اپنی بیوی سے اتنی محبت کرو جتنی مناسب ہے۔ اس کا پیٹ بھرو۔ اس کی پیٹھ پر کپڑا پہناؤ۔ اور اس کا دل اس وقت تک خوش رکھو جب تک وہ زندہ رہے!"

پرانی تصویروں میں میاں بیوی کو انتہائی محبت کی حالت میں دکھایا گیا ہے کسی تصویر میں عورت اپنے شوہر کے گلے میں باہیں ڈالے کھڑی ہے کسی میں اس کے گھٹنے پر بیٹھی میٹھی میٹھی باتیں کر رہی ہے کسی میں اس کے ساتھ شکار پر جا رہی ہے۔ کسی میں اس کے ہاتھ میں ہاتھ ڈالے سیر کر رہی ہے!

مصری اپنی بیویوں سے کس قدر محبت کرتے تھے! اس کا اندازہ ایک بردی کاغذ سے کیا جا سکتا ہے جس میں لکھا ہے:

"ایک شخص کی بیوی مر گئی تھی اس پر برسوں روتا رہا اور گھلتے گھلتے سوکھ کر کانٹا ہو گیا۔ جب حالت زیادہ خراب ہو گئی تو ایک جادوگر سے صلاح لینے گیا۔ جادوگر نے بتایا کہ بیماری کی اصلی وجہ یہ ہے کہ تمہاری بیوی تم سے ناخوش مر گئی ہے اور تندرستی چاہتے تو بیوی کے نام خط لکھو اور اس کی قبر کے اندر رکھ دو۔ اس شخص نے یہی کیا، اور ذیل کا خط اپنی بیوی کے نام لکھا:-

"پیاری بہن! جس دن سے ہماری شادی ہوئی تھی، میں نے کبھی کوئی ایسا کام نہیں کیا، جس پر دُرتا کہ تو جان جائیگی تو غصہ ہوگی۔ . . . میں تجھے اس وقت بیاہ لایا تھا۔ جب میں ایک ہری ٹہنی تھا۔ میں تیرے ساتھ ہمیشہ رہا تجھ سے ایسی حالت میں بھی دور نہیں ہوتا تھا جب دور ہونے کی مجبوریاں ہوتی تھیں۔ میں نے کبھی کوئی ایسی بات نہیں کی۔ جس سے تیرے دل کو دکھ پہنچتا پھر پیاری تو مجھ سے خفا کیوں ہے؟ دیکھ تیرے پیچھے میرا کیا حال ہے . . . . تیرا غم مجھے کھا گیا ہے . . اگر بھولے چوکے سے کوئی خطا مجھ سے ہو گئی ہو تو میری جان مجھے

معاف کردے۔ کیونکہ میرے دل میں تیری محبت کے سوا آج تک کچھ نہیں ہے۔ تیری پیاری بہن، مجھے معاف کردے....!"

مصری میاں بیوی میں محبت کا یہ عالم تھا کہ مرنے پر دونوں ایک ہی قبر میں دفن ہوتے اور یقین کرتے تھے کہ موت کے بعد بھی اسی طرح ساتھ رہیں گے اور اسی طرح آپس میں محبت کرتے رہیں گے جس طرح دنیا کی زندگی میں تھے۔ ان کے عقیدے میں موت، میاں بیوی کے رشتے کو کاٹ نہیں سکتی تھی۔ بشرطیکہ دونوں ایک ہی قبر میں ساتھ سو رہے ہوں!

مصری عام طور پر ایک ہی بیوی رکھتے تھے۔ البتہ فرعون کئی کئی شادیاں کرتے تھے شادی بیاہ کے مصری اُصول و قانون معلوم نہ ہو سکے۔ لیکن یہ واقعہ ہے کہ فرعون اپنی سگی بہنوں سے بھی شادی کر لیتے تھے۔ بعد میں یہ رواج بطلیموس خاندان میں بہت عام ہو گیا تھا۔ پرانی مصری خبروں سے ظاہر ہوتا ہے کہ بہنوں سے شادی کرنا بُرا نہیں سمجھا جاتا تھا، بلکہ بھائیوں کو اپنی بہنوں ہی سے عشق شروع ہوتا تھا۔ عورتیں بھی اپنے شوہروں کو بھائی کہا کرتی تھیں۔ چاہے وہ بھائی نہ بھی ہوں۔ لیکن یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ محبوبہ یا بیوی کو بہن محض محبت ظاہر کرنے کے لئے کہتے تھے۔ ورنہ سگی بہنوں سے شادی کا رواج عام نہ تھا۔ مورخ اب تک اس مسئلہ کا کوئی قطعی فیصلہ نہیں کر سکے ہیں۔

مصری اولاد کے لئے مرتے تھے۔ اولاد نہیں ہوتی تھی تو دوائیں بھی کرتے تھے۔ ٹوٹکے بھی اور دیوتاؤں سے منتیں بھی مانتے تھے۔ اپنے بچوں کو "بابا" اور "ماما" کہہ کے پکارتے تھے اور انہیں دیکھ کر باغ باغ ہو جاتے تھے لڑکوں کے نام، دیوتاؤں کے نام پر اور لڑکیوں کے نام دیویوں کے نام پر رکھتے تھے تاکہ مقدس ناموں کی برکت سے عمر بڑھے اور دنیا میں ہر قسم کی ترقی ملے ماں اپنے بچے کو اس وقت تک دودھ پلاتی رہتی تھی۔ جب تک وہ اچھی طرح چلنے

نہ لگتا تھا" بچے گھر میں ننگے رہتے تھے۔ لیکن جب مدرسے جانے کی عمر کو پہونچتے تھے تو انہیں دو کپڑے پہنائے جاتے تھے جو طالب علموں کے لئے خاص تھے۔ مصری اپنے بچوں کو بہلانے کے لئے قسم قسم کے کھلونے بھی گھر میں رکھتے تھے، اور ان کی کوشش رہتی تھی کہ بچے رونے اور اداس ہونے نہ پائیں۔ بلکہ ہر وقت ہنستے کھیلتے ہی رہیں۔

مصری عورتیں اپنے سنگار کا بڑا خیال رکھتی تھیں۔ مہ مہ لگانے کا رواج عام تھا ان کا لباس مختصر، ہلکا، مگر خوبصورت ہوتا تھا۔ گلا اور سینہ کھلا رکھتی تھیں۔ چھاتی سے اور گھٹنوں تک لمبا کرتہ یا عبا پہنتی تھیں، مگر اس طرح کہ کمر پر بہت چست رہے۔ تاکہ کمر کا پتلا ہونا دکھائی دے۔ سینے کے اوپر بغلوں کے پاس پتلے پتلے ہوتے تھے۔ جو کندھوں کے اوپر سے جاکر پیٹھ کی طرف سی دیے جاتے تھے۔ تاکہ کپڑا نیچے سرک نہ جائے۔ بعض تصویروں میں ایسی عبائیں بھی ہیں جو گھٹنوں سے نیچے اُتر کر پنڈلیوں کو بھی چھپا چکی ہیں۔ مگر ایسی عبائیں اوپر سے نیچے تک اتنی چست ہوتی تھیں کہ جسم بھر کی پوری بناوٹ ظاہر ہو جاتی تھی۔ خاص طور سے پنڈلیوں پر اس قدر تنگ ہوتی تھیں کہ چلنا مشکل ہو جاتا تھا۔

پرانے مصر کی عورتوں کے لباس کی نقل، یورپ اور امریکہ میں عام ہو چکی ہے پیرس سے اب تک جتنے فیشن نکلے ہیں زیادہ تر پرانی مصری عورتوں کی ایجاد ہیں اس سے بھی زیادہ عجیب بات یہ ہے کہ یورپ اور امریکہ کی عورتوں نے بال کٹانے کا جو طریقہ اختیار کیا ہے وہ بھی مصر سے لیا گیا ہے۔ فیشن ایبل مصری عورتیں عام طور پر بال کٹاتی تھیں یہ سچ ہے کہ بہت سی تصویروں میں عورتوں کے لمبے لمبے بال بھی دکھائی دیتے ہیں مگر خیال کیا جاتا ہے کہ وہ مصنوعی بال ہیں جو خاص خاص تقریبوں ہی میں استعمال کئے جاتے تھے۔ یہ اس لئے کہ ہم یقین سے جانتے ہیں کہ مصری مرد اپنے بال

ترشواتے تھے، بلکہ منڈا بھی ڈالتے تھے لیکن خاص موقعوں پر مصنوعی بال لگا کر ظاہر ہوتے تھے۔

عورتوں کی طرح مردوں کا لباس بھی مختصر اور ہلکا ہوتا تھا۔ شروع شروع تمام مصری مرد بھی اور عورتیں بھی تبندے کی کھال سے ستر ڈھکتے تھے۔ یہ لباس مصر کے مذہبی پیشواؤں میں آخر تک رائج رہا۔ شاید اس لئے کہ زاہدانہ تھا اور شاید اس لئے بھی کہ پُرانے وقتوں کی یاد زندہ رہے۔

تہذیب کی ترقی کے ساتھ لباس میں بھی تبدیلی و شائستگی پیدا ہوتی گئی۔ یہاں تک کہ گھٹنوں کے برابر لمبی ہوتیوں کا رواج ہو گیا پھر آہستہ آہستہ مصری اپنا پورا جسم ڈھکنے لگے۔ مگر آستین والے کرتوں کا رواج ۱۵۵۸ ق م سے پہلے نہیں ہوا تھا۔

مصری اپنے کپڑوں میں گھنڈیوں اور بوتاموں کا استعمال بھی جانتے تھے۔ کمر پر پیٹیاں کسنے کے لئے قسم قسم کے کُرک بھی بناتے تھے۔

فرعون کا لباس ہر زمانے میں سب سے ممتاز، شاندار، قیمتی رہا۔ مختلف تقریبوں میں فرعون مختلف لباس پہنتے تھے، لیکن مذہبی تقریبوں میں اُن کا لباس وہی ہوتا تھا جو سب مذہبی پیشواؤں کا تھا۔ مگر اس میں بھی ایسی خصوصیت پیدا کر دی جاتی تھی کہ فرعون کو دیکھتے ہی پہچان لیا جاتا تھا چنانچہ ایسے لباس میں بڑے بڑے سونے کے بٹن لگا دیئے جاتے تھے۔ پھر فرعون کے سر پر ایسی ٹوپی ہوتی تھی جس پر شاہی نشان جگمگاتے رہتے تھے۔

مصری عورتیں اپنے ملک کے مذہب میں بھی خاص درجہ رکھتی تھیں۔ مندروں میں ان کا بڑا رسوخ تھا۔ دیوتاؤں کے سامنے گانا بجانا انہی کا کام تھا۔ مندروں میں بہت "سی کنواریاں" یا داسیاں بھی رہتی تھیں، اور دیوتاؤں کے لئے خاص سمجھی جاتی تھیں ان کی سردار "خدا کی بیوی" کہلاتی تھی۔ مگر تاریخ سے ثابت ہے کہ یہ "کنواریاں مہنتوں پجاریوں اور با اثر عیاشوں کے کام

آتی تھیں!

غریب مصری عورتیں اپنے گھر کے سب کام خود ہی کرتی تھیں۔ کھانا پکاتی تھیں سیتی پروتی تھیں کپڑے رنگتی تھیں۔ چرخہ کاتتی تھیں۔ بچے پالتی تھیں۔ لیکن امیر گھروں میں مامائیں، اصیلیں اور نوکر چاکر ہوتے تھے اور گھر کی مالکہ کے حکم سے سب کچھ کرتے تھے

امیر گھروں میں مغلانیاں، عام طور پر شامی ہوتی تھیں، کیونکہ بہت حسین ہوتی تھیں ہر کام ایک مغلانی کے سپرد ہوتا تھا اور گھر کی بیوی اسی سے جواب طلب کرتی تھی۔ باورچی خانے کی مغلانی ایک ہوتی تھی۔ ثوبہ خانے کی الگ، شراب رکھنے اور پلانے کی مغلانی الگ ہوتی اور گانے بجانے والے طائفہ کی مغلانی الگ۔ . . . .

امیر گھروں میں بہت ساز و سامان ہوتا تھا۔ ایک گھر سے امیروں کا کام نہیں چلتا تھا آئے گئے گھر بناتے تھے۔ اور ہر گھر کسی خاص موسم یا کام کے لئے خاص کر دیتے تھے ہر گھر میں زیادہ سے زیادہ سجاوٹ ہوتی تھی۔ شاندار دریائیں، شاندار کرسیاں شاندار صوفے بچھے رہتے تھے۔ زیادہ سے زیادہ خوبصورت اور اعلیٰ آرٹ کا نمونہ ہوتی تھی۔

پرانے مصری میز کا استعمال زیادہ نہیں کرتے تھے۔ خاص خاص موقوں پر ہی میزیں بچھائی جاتی تھیں۔ کرسیوں اور صوفوں پر نرم قیمتی گدے رکھے جاتے تھے پاؤں رکھنے کی جگہ پر بھی قیمتی قالین کے ٹکڑے ڈال دیے جاتے تھے۔ اور کھڑکیوں پر بہت خوش رنگ اور بیش قیمت پردے لگائے جاتے تھے۔

ایک پرانی عمارت پر کی تصویروں میں دکھایا گیا ہے کہ مالدار مصری کی گھریلو زندگی کیسی ہوتی تھی۔ ہم ترتیب سے سب مناظر یہاں پیش کرتے ہیں۔

پہلا منظر۔ (۱) صاحب خانہ اپنے گھر کے صحن میں بیٹھا ہے۔ (۲) آرائش خانہ میں داخل ہوا ہے۔ (۳) آرائش خانے میں اس کے سامنے نہانے کا پانی اور تولیا لوٹے، طشت، تیل، عطر، آئینے رکھے ہیں (۴) اس کی پنڈلیاں لی جا رہی ہیں۔ پھر

پیٹھ ملی جا رہی ہے۔ پھر ہتھیلیوں اور تلوؤں پر مالش ہو رہی ہے۔ ناخن کٹ رہے ہیں فصد کھولی جا رہی ہے (۵) قیمتی لباس پہنے دیوان خانے میں بیٹھا ہے (۶) داروغہ رپورٹ پیش کر رہے ہیں کہ امیر کے گاؤں گراؤں سے کیا چیزیں آئی ہیں۔ گائیں بھیڑیں بطیں کتنی ہیں (۷) مالک اپنے قصوروار نوکروں کو سزا دے رہا ہے۔ (۸) اچھے نوکروں کو انعام بانٹ رہا ہے۔ (۹) اپنے پلنگ پر لیٹا آرام کر رہا ہے۔ اور بیوی پاس بیٹھی ستار بجا کے اس کا دل بہلا رہی ہے۔

دوسرا منظر۔ (۱) مالک گھر کے باہر کشتی میں سوار ہے۔ اور نیل میں سیر کر رہا ہے (۲) سواری پر بیٹھا کہیں جا رہا ہے۔ (۳) اپنے نوکروں کے ساتھ کھڑا باتیں کر رہا ہے (۴) اپنے مویشیوں کا معائنہ کر رہا ہے۔ (۵) سوغاتیں قبول کر رہا ہے (۶) اپنے نوکروں اور مزدوروں کی نگرانی کر رہا ہے۔

تیسرا منظر۔ (۱) ڈنڈا پھینک کر چڑیوں کا شکار کر رہا ہے۔ (۲) نیزے سے مچھلیاں مار رہا ہے (۳) دریائی گھوڑا مارنے کی کوشش میں لگا ہے (۴) ریگستان میں بڑے بڑے جانور شکار کرنے جا رہا ہے۔ (۵) جال لگائے بیٹھا ہے کہ چڑیاں آئیں اور پھنس جائیں

ورزشی کھیل

مصر میں ورزش بہت ضروری سمجھی جاتی تھی۔ مرد ہی نہیں عورتیں بھی ورزش کرتی تھیں تاکہ موٹی اور بھدی نہ ہو جائیں۔ اور جسم کی خوبصورتی برابر قائم رہے پرانی [illegible] تصویروں میں خصوصاً بنی حسن کے مشہور مقبروں پر کی تصویروں میں ہم مصریوں کو۔ مردوں کو بھی اور عورتوں کو بھی ورزش کرتے دیکھتے ہیں۔ ورزش ہی نہیں کشتی کے دنگل بھی جمے دکھائی دیتے ہیں۔ خود فرعون اپنے شاہزادوں اور درباریوں کے ساتھ دنگل دیکھا کرتے تھے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ کشتی کا فن مصر میں کتنی اہمیت حاصل کر چکا تھا۔

کشتی کی جو تصویریں آج تک باقی ہیں ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ مصری گاؤ زوری نہیں کرتے تھے۔ بلکہ اس فن کے اصول

اور پیچ بھی جانتے تھے۔ تصویروں میں مصری پہلوان، شامی اور نوبی پہلوانوں سے لڑ رہے ہیں۔ مگر ہر تصویر میں مصری پہلوانوں ہی کو جیتا ہوا دکھایا گیا ہے۔

امن دیوتا کے سالانہ تہوار کے موقعہ پر ایک دلچسپ میچ ہوا کرتا تھا۔ ایک بڑا شہتیر گھڑا کر کے زمین میں گاڑ دیا جاتا تھا۔ اور اس کے گرد چار اونچی چکنی بلیاں بھی گاڑ دی جاتی تھیں جن کے سر شہتیر پر ٹکے رہتے تھے۔ کسرتی جوان آتے تھے۔ اور ان بلیوں پر چڑھنے کی کوشش کرتے تھے۔ کہنے کی بات ہے۔ اونچی چکنی بلیوں پر چڑھ جانا بہت ہی مشکل کام ہے۔ مگر کچھ لوگ چڑھ ہی جاتے تھے۔ اور انہیں مندر کی طرف سے انعام میں مویشی، کپڑے، کھانے دی جاتیں تھیں۔

مصری گنگا بھی خوب کھیلتے تھے۔ ان کی لکڑیاں چھوٹی ہوتی تھیں۔ سیدھے میں لکڑی لیتے تھے اور الٹے ہاتھ میں ڈھال ہوتی تھی۔ آنکھیں، ناک، اور منہ کھلا چھوڑ کر گردن، چہرے، سر، اور کانوں پر بہت موٹے کپڑے لپیٹ لیتے تھے تاکہ چوٹ نہ لگے۔ دستور تھا کہ کھیل کے شروع اور آخر میں کھلاڑی پہلے ہاتھ اٹھا کر فرعون کو سلام کرتے تھے۔ پھر شاہزادوں کے سامنے جھک کر رخصت ہوتے تھے۔

شہ سواری، شمشیر زنی، اور کشتی چلانے کے بھی مقابلے ہوا کرتے تھے۔ دوڑ کے میچ بھی ہوتے تھے۔ غرضکہ پرانے زمانے کے مصری، ورزشوں اور ورزشی کھیلوں سے اپنے آپ کو تندرست رکھتے تھے۔

ان کھیلوں کے علاوہ شطرنج بھی بڑے ذوق و شوق سے کھیلا کرتے تھے۔ شطرنج کی تختی پر بلیان میں دس مربع خانے ہوتے تھے۔ اور چوڑان میں تین خانے۔ ترتیب کے ساتھ خانوں کے رنگ گہرے اور ہلکے ہوتے تھے۔ مہرے بھی کئی رنگوں اور نمکوں کے ہوتے تھے۔ توت آخن امن کے مقبرے سے ہاتھی دانت اور آبنوس کی بنی ہوئی پوری شطرنج نکل آئی ہے۔ مصری عجائب گھر میں محفوظ ہے اور دیکھنے کی چیز ہے۔

زندہ فرعونی عادتیں

فرعونی زمانے میں باشندوں کے جو طور طریقے تھے۔ اُن میں سے کچھ تو ہم بیان کر چکے ہیں اور کچھ کو بیان کرتا ہے مگر اس کتاب کے پڑھنے والوں کو زیادہ دلچسپی اس طرح ہوگی کہ ہم اُن عادتوں اور رسموں کو جو اب تک بیان نہیں کی گئی ہیں، اس صورت میں لکھ دیں کہ موجودہ زمانے کے مصر پر بھی منطبق ہوتی جائیں یعنی ہم دکھائیں گے کہ فرعونی زمانے کی کون کون عادتیں اور رسمیں آج تک مصر میں باقی ہیں۔ اس طرح پُرانا زمانہ بھی سامنے آجائیگا اور موجودہ زمانہ بھی

سورج کی تعظیم

پچھلے صفحوں میں بیان کیا گیا ہے کہ مصری سورج کو پوجتے تھے۔ آج بھی مصریوں میں سورج کی تعظیم باقی ہے چاہے وہ قبطی ہوں یا مسلمان! چنانچہ نشیبی مصر کے دیہاتوں میں کسان اس طرح بھی قسم کھاتے ہیں "وَحَیَاۃِ الشَّمْسِ الْحُرَّۃِ" کھائی جاتی ہے۔ "وَحَیَاۃِ الْبَھِیَّۃِ الَّتِیْ تَطْلُعُ مِنْ جَبَلَیْھَا" یعنی اس نور کی زندگی قسم، جو اپنے پہاڑ سے نکلا کرتا ہے!

سورج کی تعظیم کی ایک اور صورت بھی اب تک یہ باقی ہے کہ بچوں کے دانت جب گرتے ہیں تو سورج کی طرف پھینکے جاتے ہیں۔ لڑکا کہتا ہے "یَا شَمْسُ یَا شَمُوْسَہْ خُذِیْ سِنَّ الْحِمَارِ وَھَاتِیْ سِنَّ الْغَزَالَۃِ" یعنی او سورج اور سورجیا، لے گدھے کا دانت اور دے ہرن کا دانت! اور لڑکی کہتی ہے "یَا شَمْسُ یَا شَمُوْسَہْ خُذِیْ سِنَّ الْجَامُوْسَہْ وَھَاتِیْ الْعَرُوْسَہْ" یعنی او سورج، او سورجیا، لے بھینس کا دانت اور دے دُلھن کا دانت۔

گوبر کے کیڑے سے عقیدت

پُرانے مصری گبریلے کو بھی مقدس سمجھتے تھے اور اُسے سورج کے ساتھ متحد خیال کرتے تھے۔ آج بھی جنوبی مصر کے علاقہ صعید میں جب لو لگنے سے کسی کو بخار آجاتا ہے تو اپنے دامن کے کنارے میں گوبر کے کیڑے کو سی لیتا ہے اور یقین

کرتا ہے کہ گوبر کے کیڑے برکت سے سورج ترس کھائے گا اور بخار چلا جائے گا۔

درختوں سے عقیدت

پُرانے مصری بہت سے درختوں کی بھی پوجا کرتے تھے جیسے جمیز سنط، اور کھجور کے درخت کہتے تھے، دیوی ہاتور یا نوت کا ان درختوں میں حلول ہو چکا ہے بہت سی تصویروں میں دیکھا جاتا ہے کہ مُردہ درخت کے سامنے کھڑا ہے۔ درخت سے کوئی دیوی نکلی ہے، اور مُردے کے سامنے اچھے کھانوں کا دسترخوان پیش کر رہی ہے۔

موجودہ زمانے میں بھی بہت سے مصری۔ مسلمان بھی اور قبطی بھی ..... درختوں سے عقیدت رکھتے ہیں۔ مقام مطریہ میں ایک درخت ہے۔ اسے "کنواری" (مریم) کا درخت کہتے ہیں۔ اسے ہیلو بولیس کے اُس مقدس درخت کا جانشین سمجھنا چاہئے، جس میں دیوتا حلول کر چکے تھے اور پُرانے مصری جس کی بڑی عقیدت سے پرستش کیا کرتے تھے "کنواری" کے درخت سے بھی آج کل کے مصری جاہلوں کو کچھ ایسی ہی عقیدت ہے

اسی طرح ضلع فیوم کے ایک گاؤں میں "شیخ صبر" نام کے ایک بزرگ کی قبر ہے قبر پر ایک عظیم الشان درخت کھڑا ہے۔ دُور دُور سے بیمار اس درخت کے پاس آتے ہیں ہر شخص تنے میں ایک کیل ٹھونک دیتا ہے اور اپنے کچھ بال کیل میں لٹکا دیتا ہے۔ عقیدہ یہ ہے کہ ایسا کرنے سے درخت کی برکت ملے گی اور بیماری اچھی ہو جائے گی۔ بانجھ عورتیں بھی درخت کے پاس آکر ایسا ہی کرتی ہیں اور سمجھتی ہیں کہ اولاد ہو جائے گی۔ کہتی ہیں "مَا تَحْبَلُ عَلٰی طُوْلٍ وَتَجِیْبُ وَلَدٌ" یعنی درخت کی برکت سے ضرور حمل رہے گا اور لڑکا پیدا ہو جائے گا۔

پُرانے مصریوں کی طرح اس زمانے کی مصری بھی جمیز کے پیڑ سے بہت زیادہ عقیدت رکھتے ہیں۔ مصر کے ہر قبرستان میں اور مصر کے ہر ولی کی قبر پر جمیز کا درخت ضرور ہوتا ہے مصری اس پیڑ کو، اس کی شاخوں

کو اس کی بیٹیوں کو، اس کے پھلوں کو مقدس سمجھتے ہیں مصری عوام جب کسی بردیسی کو مصر سے رخصت ہوتے دیکھتے ہیں، تو پوچھتے ہیں جمیز کہا چکا ہے کہ نہیں؟ ہاں کہتا ہے تو اس کے حق میں فال نیک سمجھتے ہیں۔ نہیں کہتا ہے تو منھ بنا لیتے ہیں۔ اُن کا مقولہ ہے کُلُّ مَنْ یَاْکُلُ الْجُمَّیْزَ یَرْجِعُ عَنْ قَرِیْبٍ یعنی جس نے جمیز کھالیا ہے مصر میں پھر لوٹ کر آئے گا۔

بلی سے عقیدت

یہ ان درختوں سے مصریوں کی عقیدت ہی ہے کہ اس زمانے کے مصر میں بھی ان کے ناموں پر شہر اور قصبے آباد کئے گئے ہیں جیسے الجمیزہ، السنطۃ، النخیلہ وغیرہ

پرانے مصری بلی کی پرستش کرتے تھے اور اُسے دیوی یا ستیت کے نام سے یاد کرتے تھے۔ موجودہ زمانے کے مصری بھی بلیوں کی بڑی عزت کرتے ہیں۔ انہیں تکلیف دینا بہت بُرا سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بلیوں کے اندر روحیں اور جنات رہتے ہیں۔

سانپ سے عقیدت

پرانے مصریوں کا عقیدہ تھا کہ ہر گھر کی حفاظت ایک سانپ کے ذمے ہے اور اسی لئے وہ سانپ کو پوجتے تھے، مصری عجائب گھر میں ایک سانپ کا اسٹیچو رکھا ہے۔ یہ اتریب کے مندر سے نکلا ہے مندر میں اسے اسی لئے رکھا گیا تھا کہ سانپ اُس کی حفاظت کرتا رہے۔ آج کل کے مصری عوام بھی ٹھیک یہی عقیدہ رکھتے ہیں کہ ہر گھر ایک ایک سانپ کی حفاظت میں ہے

مگرمچھ سے عقیدت

بہت سے مصریوں کے دروازوں پر سوکھائے ہوئے مگرمچھ لٹکے رہتے ہیں۔ یہ چیز بھی فرعونی زمانے کی یادگار رہے پرانے مصری مگرمچھ کی عبادت کرتے تھے۔ یہ اُن کا ایک دیوتا تھا اور سبک اس کا نام تھا۔

ہمزاد

مصری عوام کا عقیدہ ہے کہ ہر آدمی کے ساتھ والی کا ہم زاد بھی پیدا ہوتا ہے۔ یا اُس کی ایک بہن بھی پیدا ہوتی ہے، جو زمین کے اندر رہا کرتی ہے۔ یہ عقیدہ بھی پرانے مصر کی یادگار ہے۔ کیونکہ پرانے

مصری بھی یقین کرتے تھے کہ ہر آدمی کی ایک الگ روح یا ہمزاد ہوتا ہے۔ اس کا نام اُن کی زبان میں "کا" تھا کہتے تھے کہ "کا" برابر آدمی کے ساتھ زندہ رہتا ہے، اور جب آدمی مرجاتا ہے تو لاش کے ساتھ قبر میں جاتا ہے، مگر لاش کے فنا ہونے پر خود فنا نہیں ہوتا۔ بلکہ ہمیشہ زندہ رہتا ہے۔

کم سنی میں شادی

پرانے مصری کم عمری ہی میں شادی کر لیتے تھے، اور اُن کی ہمیشہ یہی خواہش رہتی تھی کہ زیادہ سے زیادہ اولاد پیدا کریں مصری فلسفی آنی نے اپنے بیٹے کو وصیت کی تھی "کم سنی ہی میں اپنی بیوی کو بیاہ لا" تاکہ تیرے لئے لڑکا پیدا کرے اور تو اپنی جوانی ہی میں اپنے لڑکے کو پال پوس کر اور سکھا پڑھا کر جوان کر سکے۔ خوش بخت وہ ہے، جس کی اولاد نہیت ہے۔ زیادہ اولاد والے ہی کی سب عزت کرتے ہیں"۔ ٹھیک یہی خیال اور عمل آج کل کے مصری کسانوں کا ہے۔ اُن کے بڑے بوڑھے بھی بعینہٖ یہی تلقین کیا کرتے ہیں اور کسان اس وقت شادی کر لیتے ہیں۔ جبکہ فسکی سے بالغ ہوتے ہیں۔

سرکاری نوکری سے عشق

موجودہ زمانے کے مصری آزاد پیشوں سے بھاگتے ہیں۔ اُن کی سب سے بڑی آرزو یہ رہتی ہے کہ کوئی سرکاری نوکری مل جائے۔ اُن کی ایک ضرب المثل ہے "مَنْ فَاتَهُ الْمِيرِيُّ، فَاتَهُ الْخَيْرُ كُلُّهُ" یعنی جسے سرکاری نوکری نہیں ملی وہ اپنی موت میں پڑے گا۔ یہ ذہنیت بھی قدیم مصر سے آئی ہے۔ ایک پرانا برُدی کاغذ ملا ہے۔ یہ ایک باپ کا اپنے بیٹے کے نام خط ہے۔ لکھتا ہے:۔

"معلوم ہوا ہے کہ تو نے لکھنا پڑھنا چھوڑ دیا ہے، اور کھیل کود میں پڑ گیا ہے تو کیا تو کسان بنا چاہتا ہے کہ عمر بھر محنت کرے اور بدبختی کا شکار رہے؟ خبردار کسان بننے کا خیال کر، نہ سپاہی بننے کا، نہ بڑھئی بننے کا، بلکہ سرکاری نوکر بن۔ سب تیری عزت کرینگے۔ تیرا گھر نوکر چاکر سے اور شان و شوکت سے بھر جائے گا

اور تو درباریوں کے بعد "تیس کی مجلس" میں بیٹھا کرے گا!"

مصر کے سرکاری ملازموں کی یہ خاص خصوصیت ہے کہ اپنے افسروں کی بے حد خوشامد کرتے ہیں، بالکل ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے اُن کے غلام ہیں۔ لیکن یہ طریقہ بھی پُرانے مصر سے پہنچا ہے۔ آج سے پانچ ہزار برس پہلے کا مصری فلسفی بتاح حتب" کہہ گیا ہے "جو تجھ سے اوپر ہے اُس کے سامنے ہمیشہ جھکا رہ۔ اپنے افسر کی پوری پوری اطاعت کر تاکہ تیرا گھر کھلا رہے تیرا رزق جاری رہے۔ خبردار اپنے سردار کی کبھی نافرمانی نہ کیجو۔ کیونکہ سردار کی نافرمانی میں سب سے بڑی بربادی ہے!"

وطن نہیں چھوڑتے

مصری سرکاری ملازموں کی یہ بھی ایک خصوصیت ہے کہ اپنے وطن سے دور جانا نہیں چاہتے اور اگر بھیج دیے جاتے ہیں تو بے حد کڑھتے ہیں۔ ٹھیک یہی ذہنیت پُرانے مصریوں کی تھی۔ ایک بُردی کاغذ چار ہزار برس پہلے کا پُرانا ہے اس میں ایک مصری عہدہ دار کی تحریر ہے جو ممفس سے کہیں دور بھیج دیا گیا تھا لکھتا ہے "میرا جسم تو بے شک یہاں ہے، لیکن میری روح ممفس ہی میں ہے میں ہوں تو یہاں، مگر مجھ سے کوئی کام بھی نہیں بن پڑتا، کیونکہ ممفس سے دور کر دیا گیا ہوں! معبود بتاح، میرے پاس آ، اور مجھے ممفس لے جا۔ کچھ نہیں تو دور ہی سے مجھے ممفس دکھا دے!"

ظاہر پرستی

اس زمانے کے مصری، ظاہری ٹیپ ٹاپ پر مرتے ہیں، اور اس ٹیپ ٹاپ کو بنانے کے لئے زیادہ سے زیادہ اسراف کرتے ہیں۔ مگر یہ دستور بھی اُن کے پُرانے مصری بزرگوں کا ہے۔ سرکاری تحریروں سے ثابت ہے کہ رامیسس سوم مندروں کو سالانہ گیہوں کے ایک لاکھ پچاسی ہزار بورے دیا کرتا تھا۔ مگر وہ ہر مہینے اپنے مزدوروں کے لئے پچاس بورے بھی بھیج نہ سکتا تھا۔ اور مزدور بھوکوں مرا کرتے تھے۔

کسانوں کی تحقیر

مصر کی زندگی کھیتی پر ہے

مگر مصر کے لوگ کسانوں کو حقیر ہی نہیں سمجھتے، بلکہ اُن پر ہر قسم کے ظلم ڈھانا بھی جائز سمجھتے ہیں۔ یہی حال پُرانے مصریوں کا تھا، ان کی تصویروں میں کسانوں کا بڑا مذاق اڑایا گیا ہے۔ اگر کبھی کوئی کسان وقت پر اپنا لگان ادا نہیں کر سکتا تھا، تو تحصیلدار آتے تھے۔ کسان کو زمین پر لٹا کے بُری طرح پیٹتے تھے، یہاں تک کہ لگان ادا کر دے۔

اندھے اور موسیقی

مصر کے گویّے اور قرآن کی قرأت کرنے والے جب گاتے یا قرأت کرتے ہیں تو ایک ہاتھ کی ہتھیلی اپنے کان پر رکھ لیتے ہیں ٹھیک یہی عادت پُرانے مصری گویّوں کی تھی۔ اسی قدر نہیں۔ بہت پرانے زمانے میں مصر کے اندھے گانے بجانے والوں کو آنکھ والوں پر ترجیح دیا کرتے تھے۔ آج بھی یہی دستور ہے کہ قرآن مجید کے اندھے قاری ہی پسند کئے جاتے ہیں اور یہ ہر گھر میں روز قرآن سُناتے ہیں، اندھے ہی نہیں، بلکہ اندھیاں بھی گھر گھر قرأت کرتی پھرتی ہیں!

کان پر قلم

مصر میں عام طور پر دیکھا جاتا ہے کہ دیہاتوں میں کاروباری منشی، گماشتے اور لگان وصول کرنے والے اپنے کانوں پر قلم رکھے چلتے پھرتے ہیں۔ ٹھیک یہی عادت ان لوگوں کی پُرانے مصر میں بھی تھی!

خوشی کا اظہار

مصری جب کسی گانے پر یا بات پر بہت خوش ہوتے ہیں، تو اپنی ٹوپی یا جُبّہ یا کوٹ ہوا میں ہلانا شروع کر دیتے ہیں۔ پُرانے مصریوں کا بھی یہی حال تھا۔ اہراموں کے کتبوں میں لکھا ہے کہ جب فرعون، دوسری دنیا میں پہنچا تو "اُس نے دیکھا کہ دیوتا اپنے کپڑے اور سفید جوتے پہنے اس کے انتظار میں ہیں۔ دیوتا فرعون کو دیکھتے ہی جلّا اُٹھے "تیرے آنے سے پہلے ہمارے دلوں میں کبھی خوشی نہیں آئی!" پھر دیوتاؤں نے اپنے کپڑے اور جوتے، خوشی ظاہر کرنے کے لئے ہوا میں اڑانے شروع کر دیئے!

جادو

مصر کا جادو اب تک مشہور ہے پُرانے مصریوں کو جادو پر بڑا یقین تھا۔ ہر دی کاغذوں سے معلوم ہوتا ہے کہ جب کوئی شخص اپنے دشمن کا کام

تمام کرنا چاہتا تھا، تو کسی جادوگر کے پاس چلا جاتا تھا۔ اور جادوگر دشمن کو بُرے بُرے خواب اور ڈراؤنی صورتیں دکھاتا تھا۔ ساتھ ہی بیماریوں سے اُسے ستاتا اور ہلکان کر ڈالتا تھا۔ جادو کرنے کا طریقہ یہ تھا کہ جادوگر، دشمن کا تھوڑا سا خون، یا اس کا کٹا ہوا ناخن یا پہنے ہوئے کپڑے کا کوئی ٹکڑا مانگتا۔ ان چیزوں میں سے کوئی چیز مل جاتی، تو دشمن کا پتلا بنا کر وہ چیز اندر رکھ دیتا۔ پھر پتلے کو اُسی وضع کے کپڑے پہناتا جس وضع کے کپڑے دشمن پہنتا ہے۔ اس کے بعد جادو کے منتر پڑھتا، اور اب اگر پتلے میں کیل ٹھونک دیتا، تو دشمن کو کوئی بیماری لگ جاتی، پتلے کو آگ کے پاس لے جاتا، تو دشمن کو بخار آجاتا، اور اگر پتلے کی گردن کاٹ دیتا، تو دشمن بھی مر جاتا ٹھیک اسی طرح آج بھی مصر میں جادو کیا جاتا ہے اور مصری عوام جادو پر بہت زیادہ یقین رکھتے ہیں۔

تعویذ قاہرہ کے عجائب گھر میں ہزاروں تعویذ موجود ہیں۔ پرانے مصری قدم قدم پر تعویذ استعمال کرتے تھے، بلکہ تعویذوں کے بغیر زندگی ہی ناممکن سمجھتے تھے۔ آج کل کے مصری بھی تعویذوں سے بڑی عقیدت رکھتے ہیں اور اُنھیں کثرت سے استعمال کرتے ہیں۔

نظر لگنے کا ڈر قدیم مصری نظر لگنے سے بہت ڈرتے تھے اور اس بلا سے بچنے کے لئے تعویذ اور دوسری چیزیں استعمال کیا کرتے تھے۔ مقام ادفو میں حورس کے مندر سے ایک کتاب نکلی ہے، جس میں نظر سے بچنے کے لئے بہت سے تعویذ اور منتر لکھے ہیں۔ اسی میں دیوتا کو مخاطب کر کے ایک گیت لکھا ہے جس کا ایک مصرعہ یہ ہے "معبود اگر تو مجھے اپنی پناہ میں لے لے تو پھر مجھے کسی کی نظر سے بھی خوف باقی نہ رہے۔" موجودہ زمانے کے مصریوں کا بھی یہی حال ہے کہ نظر سے بہت ڈرتے ہیں اور بچاؤ کے لئے صرف تعویذ ہی نہیں بلکہ اپنے دروازوں پر بلیتیں اور ہرن کے سینگ لٹکاتے ہیں

عجیب بات یہ ہے کہ بہت سے تعلیم یافتہ اور دولت مند مصری بھی نظر سے ڈرتے ہیں، اور اپنی موٹروں پر بھی تعویذ اور کوڑیاں لٹکاتے ہیں!

مبارک اور منحوس دن پرانے مصریوں کے خیال میں بعض دن اچھے تھے اور بُرے دنوں میں کام شروع کرنے سے بچتے تھے۔ کتبوں اور تحریروں سے معلوم ہوتا ہے کہ یکم تیر کو مبارک دن سمجھتے تھے، کیونکہ اُن کے خیال میں آسمان اسی دن اٹھا کے کھڑا کیا گیا تھا۔ اسی طرح ماہ ماتور کا تائیسواں دن مبارک تھا، کیونکہ اسی دن حورس اور سیت دو دیوتاؤں میں دنیا کی تقسیم کا سمجھوتہ ہوا تھا، لیکن ماہ طوبہ کا چوبیسواں دن منحوس تھا کیونکہ اسی دن ایزیس اور نفتیس (دیویاں) اوزیرس پر روئی تھیں ہمارے زمانے کی مصری بھی بعض دنوں کو مبارک اور بعض کو منحوس خیال کرتے ہیں۔

پیاز سونگھنا پرانے مصریوں کا دستور تھا کہ مُردوں کے دیوتا سکر کا جب تہوار آتا تو اپنے گلوں میں پیاز کی گانٹھیں لٹکا کر منفس کی شہر پناہ کے گرد پھرتے تھے۔ موجودہ مصر میں شم النسیم کے تہوار کے موقعہ پر بھی پیاز کو اپنے سونے کے کمرے میں لٹکاتے ہیں۔ یا تکیے کے نیچے رکھ لیتے ہیں۔ پھر جب صبح اُٹھتے ہیں تو پیاز کو توڑ کر سونگھتے ہیں

امن و قانون

مصر بہت مہذب ملک تھا، اس لئے یقین کرنا چاہیئے کہ وہاں امن و قانون کا بھی دور دورہ ہوگا، کیونکہ اس کے بغیر تہذیب جمی نہیں سکتی۔ تاریخ سے ثابت ہے کہ ہزاروں برس یہ ملک امن و امان میں رہا۔ دوسرے ملکوں پر تو فرعون چڑھائی کرتے تھے اور لڑائیاں ہوا کرتی تھیں، مگر خود مصر میں عارضی صورتوں کے علاوہ بدامنی پھیلنے نہیں پاتی تھی۔ ہاں بیسویں خاندان کے بعد سے ایرانی فتح تک تھوڑی بہت بدامنی عام رہی۔

مصر کا قانون

فوجداری قانون کے بارے میں ہم جو کچھ جانتے ہیں، نہ جاننے کے برابر ہے البتہ لاشوں پر کھُدے ہوئے فرعونی فرامین اور بعض پُرانے بُردی کاغذوں سے معلوم ہوتا ہے کہ قاتل کو قتل کیا جاتا تھا۔ بدکار عورت کی زبان کھینچ لی جاتی تھی۔ سرکاری کاغذوں اور مُہروں میں جعل کرنے والے کا ہاتھ کاٹ ڈالا جاتا تھا۔ اپنی اولاد کی جان لینے والی ماں کو یہ سزا دی جاتی تھی کہ لگاتار تین دن اور تین رات مرنے والے کی لاش اپنے ہاتھوں پر اٹھائے رہے زنا بالجبر کے مجرم کو بعیبادِ آتشہ کر ڈالا جاتا تھا۔ حکومت کا راز فاش کرنے والے کی زبان کاٹ دی جاتی تھی۔

مندروں پر زیادتی کو بہت بڑا جرم سمجھا جاتا تھا۔ ایسے مجرموں کو کبھی ایک سو کوڑے اتنے روز سے لگائے جاتے تھے کہ جسم پر پانچ گھاؤ پڑ جائیں۔ کبھی مجرموں کی ناک کاٹ لی جاتی تھی۔ کبھی فلسطین کی سرحد پر ریگستان میں انھیں جلاوطن کر دیا جاتا تھا، اور کبھی مجرم کو اس کے پورے خاندان سمیت مندر کی غلامی میں دیدیا جاتا تھا۔

رامسس سوم کے خلاف اُس کی ایک بیوی اور لڑکے نے جو سازش کی تھی، اس کا ذکر ہم کر چکے ہیں کہ رامسس نے مجرموں کو ایک خاص عدالت کے سپرد کر دیا تھا۔ اور حکم دیا تھا کہ بے گناہوں کو چھوڑ دیا جائے اور قصورواروں کو سزا دی جائے۔ یہ سازش خود فرعون کی جان لینے کے لئے ہوئی تھی، اس سازش پر فرعون کا زیادہ سے زیادہ برہم ہونا ہر آدمی سمجھ سکتا ہے۔ مگر فرعون نے خود رد و بکاری نہیں کی۔ اور انصاف آزاد عدالت کے ہاتھ میں دیدیا۔ اس واقعہ سے فرعون کی عدل پروری کا بہت اونچا ثبوت ملتا ہے۔

پھر رامسس دوم اور حبشیوں کے بادشاہ کے جس نہایت اہم معاہدے کا

ترجمہ ہم پیش کر چکے ہیں۔ اُس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ اپنے ملک سے برگشتہ ہو کر بھاگ جانے والے مجرموں کو مصر میں کس قسم کی سزائیں دی جاتی تھیں۔ اس معاہدے میں دونوں بادشاہوں نے آپس میں وعدہ کیا ہے کہ ایک کا رعایا، دوسرے کے ملک میں بھاگ جائیگی تو اُسے واپس کر دیا جائے گا۔ مگر بھاگنے والوں کو ذیل کی سزائیں نہیں دی جائیں گی۔

"اُن کے گھروں کو، ان کی عورتوں کو، ان کی اولاد کو اجاڑا نہیں جائے گا، اُن کی مائیں قتل نہیں کی جائیں گی۔ نہ اُن کی آنکھوں پر مار پڑے گی۔ نہ اُن کے مُنھ پر، نہ اُن کے پیروں پر، اور نہ اُن پر کوئی تہمت لگائی جائے گی۔

خوش قسمتی سے بیسویں خاندان کے آخری زمانے، یعنی رامسس نہم کے وقت کے کچھ ایسے کاغذ نکل آئے ہیں۔ جن سے بڑی حد تک تفصیل سے معلوم ہو جاتا ہے کہ اس زمانے میں فوجداری جرائم کی تحقیق کا اور عدالتی کارروائی کا طریقہ کیا تھا۔

ان کاغذوں سے یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ پایۂ تخت تھیبس کا ایک گورنر ہوتا تھا اور اس کے ماتحت دو کمشنر ہوتے تھے۔ شہر کو دو حصوں میں بانٹ دیا گیا تھا۔ پورب حصہ خود پایۂ تخت تھا۔ اور پچھم حصہ مُردوں کا شہر یا قبرستان تھا۔ دونوں حصے ایک ایک کمشنر کے انتظام میں تھے۔

جس زمانے کے یہ کاغذ ہیں، تھیبس کے گورنر کے ماتحت دو کمشنر تھے۔ ایک کا نام "پیسر" تھا۔ اور پایۂ تخت کا ذمہ دار تھا۔ اور دوسرے کا نام "پاسیرا" تھا، اور قبرستان کا محافظ تھا۔ دونوں میں بڑی چشمک اور عداوت تھی۔ آج کل بھی ماتحت افسروں کا یہی حال ہے دونوں اپنے افسر گورنر کے سامنے ایک دوسرے کی شکایتیں کرتے رہتے تھے ہر ایک کی کوشش تھی کہ دوسرے کو بالکل ہی نالائق ثابت کر دے۔

رامسس نہم کی تاج پوشی کے سولہویں برس، دونوں کمشنروں کی رقابت کے سبب گورنر کو خبر پہنچی کہ چوروں نے پرانے مقبروں کو اکھاڑ ڈالا ہے۔ اسی قدر نہیں قیمتی چیزیں بھی اُڑا لے گئے ہیں، بلکہ مُردوں کی بے حرمتی بھی کی ہے۔

یہ راز کھلتے ہی ایک خاص عدالت بنا دی گئی۔ اس کے تین رکن تھے:۔ ایک خود گورنر صاحب ہوئیں، دوسرا فرعون کا خاص منشی اور تیسرا فرعون کا خاص خطیب الکحار۔

عدالت نے مقبروں کا معائنہ کرنے کے لئے ۱۸۔ اپیر کو ایک کمیشن بھیجا کمیشن کے کئی ارکان تھے۔ ان میں قابل ذکر لوگ یہ تھے۔ خود مُردوں کے شہر کا کمشنر اس کے دو ماتحت افسر گورنر کا میر منشی، شاہی خزانچی، اور دو بڑے مہنت۔

کمیشن نے پورے قبرستان کا سختی سے معائنہ کیا اور ذیل کی رپورٹ تیار کر دی:۔

"وہ مقبرے جن کی آج تفتیش کی گئی:۔

"۱۔ فرعون امنہوتپ کا دائمی گھر۔ اس کی گہرائی ایک سو تیس فٹ ہے۔ یہ مقبرہ امنہوتپ کے مندر کے اُتر میں واقع ہے۔ کمشنر پلیئر کی رپورٹ تھی کہ چور اس مقبرے میں نقب لگا کر گھسے تھے۔ مگر ہم نے اپنی آنکھ سے دیکھا کہ مقبرہ صحیح سالم ہے۔

"۲۔ فرعون انتھپ اول کا ہرم، جو امنہوتپ کے مندر کے اُتر میں واقع ہے، ہم نے دیکھا خود ہرم ٹوٹ پھوٹ گیا ہے اُس کے سامنے ایک لاٹ ہے جس پر فرعون کا اسٹیچو ہے۔ فرعون کے پیروں سے لگا ہوا اُس کا کتا "بہگا" بیٹھا ہے ہم نے تفتیش کی۔ فرعون کی قبر اپنی اصلی حالت میں ہے۔

"۳۔ فرعون انتھپ دوم کے ہرم میں چوروں نے نقب لگائی اور دو گز زمین کھود کر امن دیوتا کی قربان گاہ کے افسر اُدری کی قبر تک پہنچ گئے۔ مگر خود فرعون کی قبر کو ذرا نقصان نہیں پہنچا۔ کیونکہ چور وہاں تک پہنچ ہی نہ سکے۔

۴۔ فرعون سبکم سابھوتے ہرم کا ہم نے

معائنہ کیا۔ واقعی چور ہرم میں نقب لگا کر فرعون کی قبر تک پہنچنے میں کامیاب ہو گئے انہوں نے فرعون کی لاش نکال لی اور تمام قیمتی چیزیں لے گئے۔ فرعون کی ملکہ کی لاش کے ساتھ بھی اُنہوں نے یہی کیا"

اسی طرح پوری رپورٹ لکھی گئی ہے اور آخر میں تفتیش کا خلاصہ اس طرح دیا گیا ہے:۔

"پُرانے فرعونوں کے جن مقبروں کی آج جانچ کی گئی ان کی تعداد دس ہے:۔

"۹ مقبرے بالکل محفوظ پائے گئے

"۱۔ مقبرے میں نقب دی گئی۔

"۱۰۔ نیزان"

رپورٹ اسی پر ختم نہیں ہو جاتی۔ دوسرے دنوں کی تفتیش سے ثابت ہوا کہ عام لوگوں کی بے شمار قبریں چوروں نے کھود ڈالی ہیں۔ رپورٹ میں لکھا ہے:۔

ہم نے اپنی آنکھ سے دیکھا کہ یہ سب قبریں اکھڑی ہوئی ہیں۔ تمام لاشیں چوروں نے نکال کر زمین پر ڈالی ہیں اور وہ تمام قیمتی چیزیں جو ان قبروں میں تھیں، اُڑا لے گئے ہیں"

کمیشن نے اپنی رپورٹ عدالت کے سامنے پیش کر دی اور وہ تمام لوگ فوراً گرفتار کر لئے گئے جن پر مقبروں کی چوری کا کچھ بھی شبہ تھا۔ ان لوگوں کے ہاتھوں اور پیروں کو ہتھکڑیوں اور لاٹھیوں سے خوب پیٹا گیا، اور انھوں نے مجبور ہو کر اپنے قصوروں کا اقرار کر لیا۔ انہوں نے اپنے بیان میں کہا:۔

"بے شک ہم فرعون سیکم سا پھو کے ہرم میں نقب لگا کر گھسے۔ ہم نے فرعون اور ملکہ دونوں کی لاشوں کے کفن پھاڑ ڈالے اور وہ تمام سونے کی پتیاں بھی نوچ ڈالیں جو لاشوں پر بندھی تھیں۔ بادشاہ کے گلے میں بہت سے تعویذ اور سونے کے زیور تھے، ہاتھ بھی سونے کے کنگنے سے پھرے ہوئے تھے۔ ملکہ کی بھی یہی حالت تھی کہ سونے کے گہنوں اور جواہرات سے لدی ہوئی تھی، ہم نے یہ سب چیزیں اُتار لیں اور چپکے سے نکل آئے

ابھی مقدمہ جاری تھا کہ چوروں کے سرغنہ نے اپنے آپ کو عدالت کے سپرد کر دیا، اور اقرار کر لیا کہ اُسی نے نقب لگائی تھی۔ ساتھ ہی سرغنہ نے بتایا کہ اس چوری میں امن دیوتا کے مندر کے خادمت کرنے والے اور مندر کے نوکر معمار بھی شریک تھے۔ اگر یہ لوگ، خاص طور پر معمار شریک نہ ہوتے، تو چور فرعون کی قبر تک پہنچ ہی نہیں سکتے تھے۔ کیونکہ قبر کی جگہ اور اُس کے راستے سے بالکل ناواقف تھے۔

سرغنہ کے اس اقرار کے بعد مندر کے خدمت گار اور معمار بھی گرفتار کر لئے گئے۔ اور عدالت نے اپنا فیصلہ لکھ کر فرعون کے حضور میں بھیجدیا۔ لیکن فرعون کے درباریوں کی رائے یہ ہوئی کہ مقدمہ داخل دفتر کر دیا جائے اور تمام ملزموں کو چھوڑ دیا جائے۔ اُنھوں نے فرعون سے کہا کہ مقدمے کی وجہ سے دونوں کمشنر بھی بدنام ہوں گے اور امن دیوتا کے مندر کی بھی بے عزتی ہو جائے گی۔ جس کے پجاری اور مہنت اس چوری میں شریک ہیں۔ اس طرح حکومت کی بھی بے رُعبی ہوگی اور مذہب کی بھی تُبکی۔ فرعون نے یہ رائے پسند کر لی اور مقدمہ ختم کر دیا۔

لیکن اس تفصیل سے یہ بات صاف معلوم ہو جاتی ہے کہ پُرانے مصر میں بھی جاسوسی کا محکمہ موجود تھا، اور اپنا کام بڑی چستی چالاکی سے کرتا تھا۔ مقدموں کی اچھی طرح تفتیش کی جاتی تھی۔ باضابطہ رپورٹیں تیار ہوتی تھیں، اور حاکموں کے سامنے پیش کی جاتی تھیں، مگر جب سے فرعون کمزور پڑ گئے انصاف بھی کمزور پڑ گیا اور زبردستوں کو قانون توڑنے کا موقعہ مل گیا۔

مصری جج معمولی لوگ نہیں ہوتے تھے بلکہ تھیبس، ممفس اور ہیلیوپولیس کے کالجوں کے فاضل ہوتے تھے۔ عدالت میں اُن کا لباس سر سے پاؤں تک سفید ہوتا تھا، اور قیمتی کپڑے سے سرکاری خرچ پر تیار کیا جاتا تھا۔ ججوں کو بڑی بڑی

تنخواہیں، شاہی خزانے سے ملتی تھیں تاکہ رشوت لینے کی ضرورت ہی نہ رہے۔

تاریخ میں ایک ایسے مصری جج کا بھی ذکر ملتا ہے، جس نے خود اپنے قریبی رشتہ داروں کے خلاف مقدمے کی سماعت کی، اور جب وہ مجرم ثابت ہو گئے، تو انھیں کسی پس و پیش کے بغیر سزا دیدی۔ اس فیصلے کی اپیل، خود فرعون کی عدالت میں ہوئی، اور فرعون نے اپیل یہ کہہ کر خارج کر دی کہ جج اپنے ایسے عزیزوں کے معاملے میں ناانصافی نہیں کر سکتا۔ ساتھ ہی فرعون نے اس جج کا رتبہ بہت بڑھا دیا۔ واقعی ایسے ججوں پر مصر جتنا فخر کرے، کم ہے۔

مالیات کا انتظام اور قانون بھی مکمل تھا۔ پرانی یادگاروں سے ثابت ہوتا ہے کہ مصر میں جائداد کی خرید و فروخت اور ہبہ کی دستاویزیں لکھی جاتی تھیں۔ دستاویزیں وہ لوگ مرتب کرتے تھے۔ جو قانون جانتے تھے۔ غالباً ان لوگوں کا پیشہ ہی یہ تھا کہ باشندوں کو قانونی مشورے دیں۔ عجب نہیں مصر میں بھی ویسے ہی وکیل موجود ہوں، جیسے آج کل ہر ملک میں دکھائی دیتے ہیں۔

یہ بھی ثابت ہے کہ ہر دستاویز کی رجسٹری کرانا ضروری تھا، جو لوگ ایسا نہیں کرتے تھے اُن سے حکومت بڑا بھاری جرمانہ وصول کرتی تھی اور یہ کہ اگر کسی جائداد پر جھگڑا ہوتا تو اس فریق کا حق ملکیت ساقط ہو جاتا تھا۔ جو تین برس تک عدالت میں حاضر نہیں ہوتا تھا۔

مصری عجائب خانے میں پتھر کی ایک تختی ہے۔ اس پر امن دیوتا کے سب سے بڑے کاہن اوارتی کی تصویر ہے، اور لکھا ہے کہ اوارتی جب دس برس کا بچہ تھا، تو اسیوط کے علاقے میں کچھ کھیتوں اور باغوں کا مالک تھا۔ اس کے بعد جائداد کی پوری تفصیل دی گئی ہے اور یہ بھی بتا دیا گیا ہے کہ اوارتی کو جائداد کس طرح ملی، کن کن لوگوں سے خریدی گئی۔ اُس کی حدیں کیا ہیں۔ اس کی مالگزاری کتنی ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی ظاہر

کر دیا گیا ہے کہ اس جائداد کی خریداری کی باضابطہ رجسٹری بھی ہو گئی تھی۔

اس کے بعد لکھا ہے کہ اب اوارتی اپنی جائداد اور اُس کے تمام مالکانہ حقوق و اختیارات اپنے داماد، فلاں کو ہمیشہ کے لئے ہبہ کر رہا ہے۔ آخری سات سطروں میں امن دیوتا کی بہت سی لعنتیں لکھی ہیں، جو نئے مالک کی حق تلفی کرنے والے پر پڑیں گی۔

مندروں کی دیواروں پر بہت سے وصیت نامے بھی لکھے ملے ہیں۔ ان میں لوگوں نے اپنی جائدادیں اس شرط کے ساتھ مندروں کو دیدی ہیں کہ مرنے کے بعد اُن کے لئے دیوتاؤں سے ہمیشہ دعائیں مانگی جائیں، اور اُن کی قبروں کی دیکھ بھال ہوتی رہے، تاکہ کبھی نہ مٹیں۔

ایک وصیت نامہ بہت ہی عجیب ہے، اور اُس سے ثابت ہوتا ہے کہ مصر میں قانون کا بہت احترام کیا جاتا تھا۔ یہ وصیت نامہ، اسیوط کے دیوتا آپ واویت کے مندر پر آج تک لکھا ہوا موجود ہے۔

اس مندر کے سب سے بڑے مہنت کا نام ہپ زیفا تھا۔ وصیت نامہ اسی مہنت نے لکھا ہے اور خود اپنے ہی نام لکھا ہے۔ مہنت نے لکھا ہے کہ مندر کی آمدنی میں اس کا جو حصہ ہے۔ اُس سے مندر کے بڑے مہنت کے حق میں دستبردار ہوتا ہے، اس لئے دست بردار ہوتا ہے کہ بڑا مہنت ہمیشہ اس کی یعنی وصیت کرنے والے روح کے لئے دعائیں اور قربانیاں کرتا رہے۔ وصیت کرنے والا چونکہ خود ہی بڑا مہنت تھا اس لئے اس نے ایک طرف وصیت نامے میں اپنا نام لکھا، اور دوسری طرف مندر کے مہنت ہونے کی حیثیت سے اپنا عہد لکھا کہ اس وصیت پر ہمیشہ عمل کیا جائے گا۔

یہ بات قابل ذکر ہے کہ مصری اپنے ملکی قانون کو ایک دیوتا، توت کی طرف منسوب کرتے تھے اور کہتے تھے کہ توت ہی نے قانون بنایا ہے۔ یہ قانون ایک

کتاب میں لکھا ہوا تھا اور مصری عدالتیں اسی پر چلتی تھیں۔ مگر یہ کتاب ابھی تک دستیاب نہیں ہوئی۔

پانچواں باب

مصریوں کی علمی ادبی زندگی

مصری علوم

مصر کی اپنی زبان تھی۔ مگر سامی زبانوں سے ملتی جلتی۔ معلوم نہیں اس زبان نے کیونکر ترقی کی۔ مگر پہلے شاہی خاندان کے زمانے میں بھی (تقریباً پانچ ہزار سال پہلے) اچھی خاصی ترقی یافتہ تھی۔ اور اس وقت کے تمام خیالات بیان کرنے کی پوری صلاحیت رکھتی تھی۔ اسی قدر نہیں، زبان میں مٹھاس تھی، اور شاعری و موسیقی کے لئے بہت موزوں تھی مدت تک مردہ رہنے کے بعد اب یہ زبان پرانی تحریروں کی مدد سے پھر زندہ کر لی گئی ہے اور اس کے لغت کی بڑی بڑی کتابیں چھپ گئی ہیں۔

سب جانتے ہیں مصر کی سب سے پرانی لکھائی کا نام ہیرو گلیفی ہے اس لکھائی میں حرف نہیں تھے بلکہ ان کی جگہ چیزوں کی شکلیں بنا کر مطلب ادا کیا جاتا تھا۔ ظاہر ہے یہ طریقہ بہت مشکل تکلیف دہ اور وقت برباد کرنے والا تھا۔ اسی لئے شاہی دور ہی میں ایک اور لکھائی پیدا ہو گئی، جو ہیرو لطیقی کہلاتی ہے۔ یہ خط آسان تھا اور جلد لکھا جا سکتا تھا اسی لئے مقبول ہو گیا۔ مگر ہیرو گلیفی کا رواج بدستور رہا۔ پجاریوں اور مندروں کی تحریروں میں رہا۔ کیونکہ اس میں خوشنمائی بہت تھی۔ اور اس کی وجہ سے پرانی یادگاروں میں زیادہ شان پیدا ہو جاتی تھی۔ ہیرو گلیفی عربی لکھائی کی طرح دائیں سے بائیں طرف ہوتی تھی بعض علماء مصریات کہتے ہیں کہ ہیرو لطیقی لکھائی پہلے ہوئی۔ اور اسی سے ہیرو گلیفی نکلی ہے۔

بہت بعد میں یعنی ۷۰۰ ق م میں ایک

اور لکھائی پھیلی۔ اسے ڈیموٹک کہتے ہیں ہیریطیقی لکھائی مذہبی پیشواؤں کی لکھائی تھی۔ اور ڈیموٹک عام باشندوں کی تھی۔ یہ لکھائی پانچویں صدی عیسوی تک جاری رہی۔ اس کے بعد یونانی لکھائی کا رواج ہوگیا۔

مصری بہت ہی پرانے وقتوں سے ایک کاغذ بناتے تھے۔ جسے پروی کہا جاتا ہے پروی حقیقت میں ایک قسم کے چھوٹے چھوٹے پیڑ ہوتے تھے اور وادی نیل میں کثرت سے پیدا ہوتے تھے۔ کاغذ انہی پیڑوں سے بنتا تھا۔

اب صدیوں سے یہ ناپید ہو چکے ہیں۔ اس کاغذ کے علاوہ جانوروں کی کچی کھالوں پر اور کپڑوں پر بھی لکھا جاتا تھا۔ مصری بانس کے قلم استعمال کرتے تھے۔ اور ایک خاص قسم کی روشنائی سے لکھتے تھے اس روشنائی کے اجزا اب تک معلوم نہیں ہو سکے۔

مصریوں کا نظام تعلیم کیا تھا؟ کچھ معلوم نہیں، لیکن پرانی تحریروں سے یہ

ظاہر ہوتا ہے کہ ابتدائی مدرسے ملک بھر میں پھیلے ہوئے تھے۔ جن میں امیروں اور غریبوں کے بچے ساتھ پڑھتے تھے، حتیٰ کہ خود شاہزادے بھی انہی مدرسوں میں پڑھنے آتے تھے۔ ان مدرسوں کے کورس میں پیراکی اور رتھ سواری کو خاص اہمیت دیجاتی تھی، اور ہر لڑکے کو یہ دونوں فن بھی سیکھنا پڑتے تھے۔ اعلیٰ تعلیم کا نظام بھی معلوم نہیں۔ مگر شاہزادوں اور مذہبی پیشواؤں کے لیے تھیبس منفس ہیلیو پولیس وغیرہ بڑے شہروں میں خاص کالج موجود تھے۔ جن میں خود فرعون کے درباریوں کو تعلیم دینے کے لئے جانا پڑتا تھا۔ غریب بچوں کو بالکل مفت پڑھایا جاتا تھا۔

یہ بھی معلوم ہے کہ مدرسوں میں تعلیم صبح سے شروع ہوتی تھی۔ دوپہر کو کھانا کھانے کی چھٹی ملتی تھی۔ غریب لڑکیں کی مائیں خود کھانا لے کر آتی تھیں۔ امیر بچوں کے لئے کھانا ان کے نوکر لاتے تھے

مدرسوں میں بدشوق لڑکوں کو سزا دینے کا بھی دستور تھا۔ ایک پرانی تحریر میں لکھا ہے۔ "لڑکے اپنی عمر کا ایک دن بھی سونے میں اور سستی میں نہ گنوا۔ ورنہ تجھے پیٹا جائے گا یاد رہے، لڑکوں کے کان ان کی پیٹھ پر ہوتے ہیں اور جب تک کوڑے نہیں کھاتے سنتے بھی نہیں!"

اونچے درجے کے مصریوں کو اپنی اولاد کی تعلیم کا بہت اہتمام تھا۔ اس لئے بھی کہ علم کے فائدے جانتے تھے۔ اس لئے بھی کہ سرکاری عہدے، تعلیم حاصل کئے بغیر نہیں مل سکتے تھے۔ اور اس لئے بھی کہ جاہلوں سے بیگار لی جاتی تھی اور مزدوری کرائی جاتی تھی مگر تعلیم یافتہ مصری ان دونوں مصیبتوں سے عمر بھر کے لئے بچ جاتے تھے۔ مصریوں کی ایک پرانی کہاوت تھی "جاہل تعلیم یافتہ کا غلام ہوتا ہے، اور تعلیم یافتہ جاہل کا آقا بنتا ہے"

"توت" علم و حکمت کا دیوتا تھا اور کہا کرتے تھے، جو کوئی توت کو یاد رکھتا ہے، توت بھی اُسے نہیں بھولتا، بلکہ ہمیشہ کامیابی کے راستے پر لے جاتا ہے"!

مصریوں کو تعلیم کا جو اہتمام تھا، وہ اس واقعہ سے ظاہر ہے کہ قدیم مصری حکیم "دوُدف" جب اپنے لڑکے کو مدرسے میں داخل کرانے لے گیا، تو اُس سے کہا "فرزند" علم کو اپنا پورا دل دیدے، اور اُس سے ویسی ہی محبت کر جیسی اپنی ماں سے کرتا ہے، کیونکہ سورج کے نیچے علم سے زیادہ قیمتی کوئی چیز نہیں ہے"!

لڑکے ایک خاص شکل کی کاپیوں پر لکھنے کی مشق کرتے تھے۔ عجیب بات یہ ہے کہ پرانے مصر کے لڑکوں کی کاپیاں بالکل اُسی شکل و صورت اور ڈیل ڈول کی ہوتی تھیں جیسے ہمارے زمانے کے لڑکوں کی کاپیاں ہیں!

مصریوں کے علوم فنون مفقود ہو چکے ہیں۔ اُن کی علمی کتابیں اب تک نہیں ملیں لیکن ان کی عمارتوں، دوسری صنعتوں میموں، اور تحریروں سے بغیر کسی شک و شبہہ کے ثابت ہو جاتا ہے کہ وہ حساب الجبرا، ہندسہ، اور علم جر ثقیل میں غیر معمولی

مہارت رکھتے تھے۔ ان چیزوں کا اعلیٰ علم نہ رکھتے، تو ایسی یادگاریں بھی چھوڑ نہ جاتے۔

اسی سلسلہ میں ریاضی اور طب کے علمی علوم کی حالت کا ذکر کرنا بھی ضروری ہے۔ قدیم مسودات سے جو ہم کو دستیاب ہو سکے ہیں۔ یہ معلوم ہوتا ہے کہ علمی اعتبار سے ریاضی کا فن کافی ترقی کر چکا تھا۔ یہ مسودات حل شدہ مثالوں کے مجموعے ہیں۔ اور ان میں مختلف نظریوں کو مبتدی کے لئے صاف کر دیا گیا ہے۔ ان سے مندرجہ ذیل باتیں معلوم ہوتی ہیں۔

دس لاکھ تک اعداد کو ظاہر کرنے کے لئے علامات مقرر تھیں۔ اکائیوں کو لکیروں سے ظاہر کیا جاتا تھا اور بھر دہائیوں کو نوکدار شکلوں سے۔ اسی طرح مخروطی شکلوں اور اکائی کی لکیروں کے مجموعے سے مختلف ہندسے بنتے چلے جاتے تھے

اس قاعدے کی وجہ سے دس سے ضرب دینا بہت آسان ہو جاتا تھا۔ کیونکہ اس صورت میں لکیروں کو گول حلقوں میں اور گول حلقوں کو دہائی کی مخروطی شکلوں میں بدل دیتے تھے۔

اس کے علاوہ براہ راست ضرب صرف دو کے ہندسے سے دی جا سکتی تھی، اور دوسرے پیچیدہ ہندسوں سے ضرب دینے کے لئے بتدریج عمل کرنا پڑتا تھا مثلاً سات سے ضرب دینے کے لئے دو سے ضرب دیتے تھے، پھر اس کا دگنا کر لیتے تھے۔ تو یہ چار گنا ہو جاتا تھا۔ اس چار گنے میں دو کا حاصل ضرب جمع کر لیتے تھے اور اصل مضروب کو ایک مرتبہ جمع کر کے سات گنا معلوم کر لیتے تھے۔

تقسیم کا طریقہ اس ضرب کے طریقے کے عکس اور اُلٹا ہوتا تھا۔

کسر کی اجازت تھی، لیکن وہیں تک کہ کسر کا شمار کنندہ ایک کا ہندسہ ہو، یا اُس کسر کا عاد اعظم حاصل ہو سکے۔ یا ضرب دیتے وقت مختلف ہندسوں کے مطابق دو کے ہندسے سے مطابق دو کے ہندسے سے ٹکڑے کر دیتے تھے۔

مربع مستطیل اور غالباً مثلث کا رقبہ بھی بالکل صحیح معلوم کر سکتے تھے۔

دائرے کا رقبہ معلوم کرنے کے لئے دائرے کے قطر کے ۸/۹ حصے کو مربع کا ایک رُخ تصور کر کے اس مربع کا رقبہ عام دستور سے معلوم کر لیتے تھے۔ اور سچ پوچھئے تو اس سے زیادہ نجیبہ دائرے کے رقبے کا اور ہو بھی کیا سکتا ہے۔

مجسم متوازی السطوح کا حجم معلوم کرنے کے لئے بھی انہوں نے قاعدے وضع کئے تھے اور مخروطی مینارہ کا حجم بھی معلوم کر سکتے تھے۔

آسان جزر بھی نکالنا اُن کو آتا تھا اور علم ہندسہ میں بھی اُن کو کافی دخل تھا چنانچہ اس کے اکثر ثبوت ملتے ہیں۔

علم طب ایسے ردی کاغذ بھی نکلے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ مصری فن طب میں بھی اچھی ترقی کر چکے تھے۔ وہ بہت سی بیماریاں جانتے تھے۔ اُن کی علامتیں بھی جانتے تھے۔ تشخیص کے طریقے بھی انہوں نے لکھے ہیں، اور ہر بیماری کی ایک نہیں کئی کئی دوائیں لکھی ہیں۔ لیکن یہ عجیب بات ہے کہ اُن کے ہر نسخے میں کسی نہ کسی جانور کا پیشاب یا پاخانہ بھی ضرور شامل ہے۔ ممکن ہے یہ اس وجہ سے ہو کہ وہ مختلف جانوروں کے فضلوں کی خاصیت سے واقف ہو گئے ہوں۔ موجودہ زمانے کی ترقی یافتہ طب میں بھی بعض جانوروں کے فضلے، بیماروں کو دیے جاتے ہیں، کیونکہ بیماریوں کے کیڑے اُن سے مر جاتے ہیں۔ چنانچہ کرگدن کا پیشاب ملیریا کے جراثیم ہلاک کرنے کے لئے بہترین دوا خیال کیا جاتا ہے۔ اسی طرح گوبر کے طبی فوائد بھی معلوم و مشہور ہیں۔

مصریوں کا یہ عقیدہ بھی تھا کہ کوئی بیماری اچھی نہیں ہو سکتی، جب تک دوا کے ساتھ جادو بھی شریک نہ ہو۔ یہی وجہ ہے کہ اُن کے ہر نسخے میں جادو کا بھی کوئی نہ کوئی منتر موجود ملتا ہے۔ لیکن یہ واقعہ ہے کہ بہت سی عام بیماریوں

کے حکمی علاج وہ جانتے تھے۔ یہ علاج آج بھی دنیا بھر میں رائج ہیں۔ علم تشریح یا جراحی میں مصریوں کو یقیناً کمال حاصل تھا کیونکہ اس کمال کے بغیر وہ آدمی کی ممی بنا نہیں سکتے تھے۔

مصری ادب

"ادب" کا مفہوم بہت وسیع ہے، اور اس مفہوم میں انسان کی تمام ذہنی ترقیاں آجاتی ہیں۔ کسی قوم کے "ادب" پر گفتگو کرنے کے لئے ضروری ہے کہ اُس قوم کے تمام علوم و فنون اور اُس کے تمام ذہنی رجحانوں کو پیش کیا جائے۔ مگر ہم مصری قوم کے ادب پر اس طرح گفتگو نہیں کر سکتے کیونکہ مصریوں کا تقریباً تمام ذہنی و علمی سرمایہ برباد ہو چکا ہے، اور پرانی یادگاروں اور بردی کاغذوں کی صورت میں جو کچھ باقی رہ گیا ہے، وہ ہماری بحث دور تک لے نہیں جا سکتا۔ پرانی یادگاروں کا تذکرہ تو ہم ایک الگ باب میں کریں گے۔ یہاں صرف بردی کاغذوں کی مدد سے جو کچھ کہہ سکتے ہیں، کہیں گے۔

پرانے مصریوں کے بارے میں دنیا کو صدیوں غلط فہمی رہی۔ عام طور پر خیال کیا جاتا تھا کہ مصری بہت ہی کھُردرے سخت دل اور توہم پرست تھے۔ عشق و محبت انسانی جذبات، شعر شاعری، اور نازک خیالی سے بے گانہ تھے۔ اس خیال کا سبب یہ تھا کہ مقبروں اور مندروں کے سوا پرانے مصریوں کی یادگاریں دنیا کی نگاہ سے اوجھل تھیں۔

سب سے پہلے ۱۸۵۲ء میں عمانویل روچیہ کو ایک عشقیہ مصری قصہ ملا اور دنیا یہ دیکھ کر حیرت زدہ رہ گئی کہ مصریوں کے بارے میں سراسر غلطی و گمراہی میں تھی اس کے بعد ۱۸۶۴ء میں لکڑی کا ایک صندوق تھیبس کے کھنڈروں میں ملا، صندوق کھولا گیا، تو اس میں قبطی خط میں لکھے ہوئے بہت سے کاغذ بند تھے۔ انہی میں ایک پرانا بردی کاغذ بھی تھا، جس پر دیموطیقی خط میں شاہزادہ سنہا کا افسانہ لکھا تھا اس کے بعد اور بہت سے بردی کاغذ

ملے، جو مصر کے عجائب گھر میں اور دوسرے ملکوں کے پایۂ تختوں میں محفوظ ہیں۔

ان بُردی کاغذوں سے ثابت ہوا کہ مصری علماء اہم فلسفی مسائل سوال وجواب کی صورت میں لکھا کرتے تھے۔ چنانچہ برلن کے عجائب گھر میں ایک ایسا ہی کاغذ موجود ہے اس کاغذ پر ایک آدمی کا اپنی رُوح سے مباحثہ لکھا ہے آدمی کہتا ہے کہ خودکشی زندہ رہنے سے بہتر ہے۔ روح مخالفت کرتی ہے اور کہتی ہے کہ زندہ رہنا، مرجانے سے کہیں اچھا ہے!

لیڈن کے عجائب گھر میں بھی ایک ایسی ہی مصری تحریر موجود ہے۔ یہ لکھی تو گئی ہے مسیحی زمانے میں، مگر علماء مصریات کا خیال ہے کہ اس کا اصلی مصنف کوئی پُرانا مصری عالم تھا کیونکہ اس میں قدیم مصریوں کے خیالات ملتے ہیں

مصری قصوں کے چند نمونے۔ بُردی کاغذوں سے ثابت ہوتا ہے کہ پُرانے زمانے کے مصری ہر قسم کے قصے سُنتے اور لکھنے کے بہت دلدادہ تھے۔ اس کی ایک وجہ تو یہ تھی کہ زندہ آدمی دل بہلانے کے لئے ہر زمانے میں قصوں سے کام لیتے ہیں، اور دوسری وجہ یہ تھی کہ مصریوں کے خیال میں آدمی مر کر بھی زندہ رہتا تھا، اور اُس کی وہ تمام ضرورتیں باقی رہتی تھیں جو زندگی میں ہوتی تھیں، اسی لئے وہ قصے لکھ کر مقبروں میں رکھ دیتے تھے، تاکہ مُردے کا "دل" جب گھبرائے تو قصے پڑھنا شروع کر دے!

ایک ایسا ہی قصہ تورین کے عجائب گھر میں موجود ہے۔ یہ قصہ ۱۰۰۰ ق م میں لکھا گیا تھا۔ یعنی آج سے تقریباً ڈھائی ہزار برس پہلے۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ پورا قصہ تلف ہو چکا ہے۔ صرف آٹھ سطریں باقی ہیں، اور ان سے معلوم ہوتا ہے کہ قصے میں فرض کیا گیا تھا کہ معدے اور سر میں جھگڑا ہوا ہے، اور دونوں کا مقدمہ مصر کے ہائی کورٹ میں پیش ہوا ہے۔ معدے کا دعویٰ یہ ہے کہ

انسانی جسم میں مجھ سے بڑھ کر کوئی نہیں، کیونکہ میں ہی جسم کو بناتا، پالتا اور حرکت دیتا ہوں۔ لیکن مر کہتا ہے کہ تو جھوٹا ہے اصلی چیز میں ہوں، میں ہی جسم کو روشن رکھتا ہوں، زندگی دیتا ہوں، اور اپنی مرضی پر چلاتا ہوں۔

ایسے قصے بھی ملے ہیں جن سے غرض نصیحت کرنا ہے۔ ایک قصے پر تاریخ تو بطلیموسی زمانے کی ہے مگر اکثر ماہرین مصریات کا خیال ہے کہ یہ قصہ کسی پرانے مصری قصے کا ترجمہ یا نقل ہے۔ قصہ میں لکھا ہے کہ ایک بادشاہ نے اپنے درباریوں سے کہا کہ تم ایک بہت ہی تیز شراب پیو گے؟ درباریوں نے عرض کی۔ اعلیٰ حضرت! ہم سے تو یہ شراب پی نہیں جا سکتی۔

بادشاہ نے پوچھا کیا یہ شراب بہت بدمزہ ہے؟ درباریوں نے جواب دیا نہیں حضور! اعلیٰ حضرت کی جو مرضی ہو وہی کریں۔

بادشاہ نے شراب لانے کا حکم دیا۔ پھر اپنے شاہزادوں کے ساتھ بیٹھ کر شراب پینے بیٹھ گیا۔ اور اتنی پی کہ بے ہوش ہو گیا

درباریوں نے ایک حوض کے پاس درخت کے نیچے بستر بچھایا اور بادشاہ کو لٹا دیا۔ درخت کی شاخیں بادشاہ پر ہر طرف سے جھکی ہوئی تھیں۔ صبح کو پیش خدمت حاضر ہوئے۔ درباریوں نے بادشاہ کو جگانے لگے، جب وہ نہ جاگا تو انہوں نے رونا پیٹنا شروع کر دیا۔ بادشاہ نے شور سن کر آنکھ کھول دی اور فرمایا۔ ہے کوئی درباری جو مجھے قصہ سنائے تاکہ میری نیند دور ہو جائے؟

پیبون نام کا ایک درباری موجود تھا۔ حاضر ہوا اور بادشاہ سے عرض کرنے لگا اعلیٰ حضرت نے "چھوٹے ملاح" کا قصہ تو سنا ہی ہوگا؟" بادشاہ نے جواب دیا "میں نے یہ قصہ کبھی نہیں سنا" اس پر پیبون نے کہنا شروع کیا۔

"کہتے ہیں پرانے وقتوں میں ایک چھوٹا ملاح تھا۔ اس نے ایک خوبصورت کنواری سے شادی کی۔ مگر شادی کے بعد ہی ایک اور ملاح، عورت پر عاشق ہو گیا۔ عورت بھی اس پر جان دینے لگی۔ پھر ایسا ہوا کہ چھوٹے ملاح کو بادشاہ نے بلایا، اور

جب دربار برخاست ہوا تو (یہاں سے عبارت غائب ہے) ملاح نے دوبارہ بادشاہ کے حضور میں جانا چاہا (عبارت غائب ہے) وہ اپنے گھر لوٹ آیا اور اپنی بیوی کے ساتھ نہایا لیکن اُس طرح شراب پی نہ سکا جس طرح پیا کرتا تھا، وہ بہت پریشان دکھائی دیتا تھا۔ جب سونے کا وقت آتا تھا۔ کیونکہ اُس کا دل غم سے چور ہو رہا تھا۔ آخر اس کی بیوی نے پوچھا "تمہیں دریا پر کیا ہوا کہ ایسے بن گئے ہو؟" (اس کے بعد کے کاغذ نہیں ملے)

پرانے مصری اپنے قصے کے ہیرو اپنے ملک کے بڑے بڑے سپہ سالاروں اور فرعونوں کو بھی قرار دیدیا کرتے تھے حالانکہ قصے بالکل فرضی ہوتے تھے۔ کبھی تاریخی واقعات، قصوں کی صورت میں لکھا کرتے تھے مگر نمک مرچ لگا کر۔

ستیاجی کے قصے بھی مصری لکھتے تھے، مگر بہت مبالغے کے ساتھ مصری سفر کرنا پسند نہیں کرتے اسی لئے اُن کے کے بہت سے ستیاجی۔ قصوں میں سفر کے واہی خطرے بیان کئے گئے ہیں، لیکن انہوں نے ایسے قصے بھی لکھے ہیں جن سے ان فرضی خطروں کی تردید ہوتی ہے اور اُن کے ہم وطنوں میں ستیاجی کا شوق پیدا ہو سکتا ہے

ایک ایسا قصہ شاہزادے "سی نی ہا" کی طرف منسوب ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جب بادشاہ اوسرٹ سن تخت نشین ہوا تو ایک پردیسی وفد آیا، اور بادشاہ سے کسی خاص اہم معاملے میں گفت و شنید کی۔ شاہزادے سی نی ہا کو یہ راز معلوم ہو گیا اور اُس نے کچھ لوگوں پر ظاہر کر دیا۔ مصری قانون یہ تھا کہ حکومت کا راز فاش کرنے والے کو بدترین سزا دی جاتی تھی۔ شاہزادہ ڈر کر ملک سے بھاگ نکلا، اور چلتے چلتے کھاری جھیلوں پر پہنچ گیا (جو مصر اور طور سینا کے درمیان موجود ہیں اور جو اب نہر سویز میں شامل ہو چکی ہیں) شاہزادہ کھاری جھیلوں پر تھا اور ہر طرف

بیابان پھیلا ہوا تھا۔ میٹھا پانی ملنے کی امید بھی نہیں ہو سکتی تھی۔ شاہزادہ بیحد پیاسا ہو گیا اور جب کہیں پانی نہ ملا تو اپنی زندگی سے نا امید ہو گیا۔ عین اسی حالت میں ایک بدو ادھر نکل آیا بدو نے جب شاہزادہ کی حالت دیکھی تو شاہزادے کے سامنے بہت سا دودھ پیش کیا اور کہا کہ اس کے گھر چلے اور مہمان رہے۔ شاہزادے نے دودھ سے اپنی پیاس تو بجھالی، مگر مہمان بننے سے شکریہ کے ساتھ انکار کر دیا۔ پھر شاہزادہ فلسطین کے جنوب میں پہنچا۔ وہاں کے لوگوں نے بڑی آؤ بھگت کی قبیلے کے سردار نے اپنی لڑکی شاہزادے کو بیاہ دی۔ اور شاہزادہ تھوڑے ہی برسوں میں مالا مال ہو گیا۔ بادشاہ اوسرٹاسن نے یہ ماجرا سنا تو شاہزادے کی خطا معاف کر دی۔ شاہزادہ بھی اپنے وطن کی محبت سے بیقرار تھا۔ آخر وہیں آ گیا۔ بادشاہ نے اسے دربار میں بلا کر خلعت پہنایا اور حکم دیا کہ شاہزادے کے لئے شاندار مقبرہ بنا دیا جائے۔

اسی قسم کا ایک قصہ اور ہے۔ اس میں لکھا ہے کہ ایک سیاح شاہی کانیں دیکھنے گیا، مگر دریا میں طوفان آیا اور کشتی ٹوٹ کر ڈوب گئی۔ سیاح کو ایک لکڑی مل گئی اور وہ اسی کی مدد سے کسی طرح ایک ٹاپو پر پہنچ گیا۔

سیاح ٹاپو پر ابھی بیٹھا ہی تھا کہ ایک بھیانک آواز سنائی دی۔ اسکی تلاش میں گیا تو کیا دیکھتا ہے کہ ایک زبردست اژدہا چلا آ رہا ہے اور اژدہے کے منہ پر بڑی لمبی ڈاڑھی ہے۔ سیاح مارے ڈر کے کانپنے لگا، مگر اژدہے نے اپنی میٹھی باتوں سے اس کا ڈر دور کر دیا۔ پھر اژدہا سیاح کو اپنے گھر لے گیا اور پوچھا کہ اس ٹاپو میں کیسے آنا ہوا؟ سیاح نے اپنی ساری بپتا سنا دی اژدہے نے تسلی دی اور کہا کہ یہ روحوں کا ٹاپو ہے یہاں اطمینان سے رہو اور یہاں ایک خوبصورت لڑکی بھی ہے جو تمہاری ہی طرح آ گئی ہے۔ جلد ہی ایک کشتی آنے والی ہے، تم دونوں اس پر سوار ہو کر اپنے وطن چلے جانا۔ اور ہوا بھی یہی۔ ایک دن سیاح بیٹھا سمندر کو دیکھ رہا تھا کہ ایک کشتی آ پہنچی۔ سیاح نے ٹاپو سے بہت سی سوغاتیں لیں اور لڑکی کے ساتھ کشتی میں بیٹھ کر مصر چلا آیا۔

جادو کا ایک قصہ اس طرح ہے کہ ایک درباری کو خبر ملی کہ اسکی بیوی کو کسی اور شخص سے محبت ہو گئی ہے اور وہ دونوں جھیل کے کنارے ملا کرتے ہیں۔ درباری جادو میں اُستاد تھا۔ اس نے موم سے

ایک مگرمچھ بتایا اور اپنے نوکروں کو حکم دیا کہ چپکے سے جھیل کے کنارے رکھ آئیں۔ نوکروں نے یہ موٹی مگرمچھ جیسے ہی زمین پر رکھا اس میں جان آگئی اور وہ منہ پھاڑ کر اپنے مالک کے رقیب کی طرف بڑھا جو پاس ہی کھڑا تھا۔ پلک جھپکاتے میں رقیب مگرمچھ کے پیٹ میں تھا۔

اتفاق سے اسی درباری کے ساتھ بادشاہ ٹہلتا ہوا جھیل کے کنارے آیا۔ کیا دیکھتا ہے کہ ایک مگرمچھ پانی سے نکل رہا ہے، فوراً مگرمچھ بادشاہ کے سامنے پہنچ گیا اور اسکے قدموں پر درباری کے رقیب کو اگل دیا۔ بادشاہ یہ دیکھ کر ڈر گیا، مگر درباری نے مگرمچھ کی طرف اشارہ کیا اور وہ پھر موم کا ہوگیا۔ بادشاہ کو بڑا تعجب ہوا تو درباری نے اصلی واقعہ کہہ دیا۔ یہ سن کر بادشاہ نے حکم دیا کہ مگرمچھ اپنے شکار کو نگل کر جھیل میں چلا جائے کہ یہی بدکار کی سزا ہے۔ اور درباری کی بے وفا بیوی کو زندہ جلا دیا جائے۔

ایک قصے کو تاریخی رنگ میں لکھا گیا ہے، حالانکہ ہے خیالی قصہ۔ اس کا خلاصہ یہ ہے:۔

تھوتمس سوم کے سپہ سالار تھوتیا نے فرعون سے کہا کہ میں باغی شہر یافا کو بڑی آسانی سے چھین لیتا ہوں۔ یہ کہہ کر تھوتیا ایک بڑی فوج پانچ سو رتھ، بڑے پیمانے اور فرعون کا شاہی عصا لے کر چل پڑا۔ یافا کے قریب پہنچکر تھوتیا نے مشہور کردیا کہ فرعون سے باغی ہوگیا ہے۔ اور یافا والوں سے مل جانے کے لئے آیا ہے۔

یافا کے باغی حاکم نے یہ خبر سنی تو بہت خوش ہوا اور تھوتیا کو اپنے دسترخوان پر دعوت دیدی۔ کھانا کھاتے ہوئے حاکم نے کہا کہ میں نے فرعون کے عصا کی بہت تعریف سنی ہے۔ اور اسے دیکھنا چاہتا ہوں۔ تھوتیا نے جواب دیا یہ کوئی مشکل بات نہیں۔ فرعونی عصا میں اپنے ساتھ لیتا آیا ہوں۔ یہ کہکر تھوتیا نے اپنا ایک آدمی اپنی فوج کے پڑاؤ پر بھیجا کہ عصا لے آئے۔ عصا آگیا۔ اور یافا کا حاکم اُسے بڑے غور سے دیکھنے لگا۔ تھوتیا نے یہ موقعہ غنیمت سمجھا اور وہی عصا حاکم کے سر پر اس زور سے مارا کہ وہ مرگیا۔

حاکم کو مار کے تھوتیا اپنے پڑاؤ پر بھاگ آیا اور اپنے دو سو سپاہیوں کو حکم کہ دو سو پیپوں میں چھپ کر بیٹھ جائیں اور باقی تین سو پیپوں میں رسیاں اور زنجیریں بھر دیں۔ پھر

پوری فوج یہ پیسے اٹھا کر شہر کی طرف بڑھے اور کہے کہ بھوتیا حاکم سے بے وفائی کر کے فرعون سے مل گیا تھا۔ اس لئے ہم اُسے قید کر کے اور اُس کے سب مال و اسباب کو لائے ہیں تاکہ شہر والوں کے حوالے کر دیں۔ یا فا کے لوگ پھر دھوکہ کھا گئے۔ اُنہوں نے شہر پناہ کا پھاٹک کھول کر وہ سب پیسے اندر لے لئے۔ فوراً ہی پیٹیوں سے سپاہی نکل پڑے اور شہر پر قابض ہو گئے۔

ایک قصے میں دکھا گیا ہے کہ نیکی کا پھل ہمیشہ اچھا ہی ہوتا ہے۔ جاہے دیر سے ملے قصے میں لکھا ہے کہ باتو نام کا ایک چرواہا اپنے بڑے بھائی آنیبو کے ساتھ ایک ہی گھر میں رہتا تھا اور اُسے مویشی چرانے میں اور کھیتی باڑی کرنے میں مدد دیا کرتا تھا۔ باتو نوجوان تھا اور خوبصورت۔ ایک دن گھر میں اپنی بھاوج کے ساتھ اکیلا تھا۔ بھاوج کے ساتھ اکیلا تھا۔ بھاوج کے دل میں بُرائی پیدا ہوئی اور باتو کو پھسلانے لگی۔ مگر باتو نیک دل تھا۔ اسے اپنے بھائی کی آبرو کا بڑا خیال تھا۔ بھاوج نے سب ہی جتن کئے۔ مگر وہ انکار ہی کرتا رہا۔

بھاوج ڈری کہ باتو کہیں اپنے بھائی سے سب کچھ نہ کہدے۔ اس لئے عورت نے اپنے مرد کے سامنے باتو پر جھوٹی تہمت لگا دی کہ اُسکی نیت بُری تھی۔ آنیبو نے یہ سُنا تو غصہ سے لال ہو گیا اور اپنے بھائی کو مار ڈالنا چاہا۔ مگر باتو پہاڑوں میں بھاگ گیا اور وہیں رہنے لگا۔ دیوتا تو باتو کے دل کا حال جانتے تھے انہوں نے اس کا دل بہلانے کے لئے ایک چاند جیسی بیوی پیدا کر دی، مگر بیوی نے بیوفائی کی اور فرعون کے محل میں پہنچ گئی۔

بہت برسوں بعد باتو کے بھائی آنیبو کو پتہ چل گیا کہ باتو بے قصور تھا اور سب شرارت خود اُس کی اپنی بیوی کی ہے، جس نے باتو پر بالکل جھوٹی تہمت لگا دی تھی۔ جب آنیبو کو اس بات کا یقین ہو گیا تو اُس نے اپنی بیوی کو مار ڈالا اور باتو کی تلاش میں نکل کھڑا ہوا۔

بہت تلاش پر باتو مل گیا اور دونوں بھائی گلے ملنے کے بعد فرعون کے دربار میں گئے۔ یہاں باتو نے اپنی بے وفا بیوی کو فرعون کے پاس بیٹھے دیکھا۔ پھر یہ ہوا کہ باتو مصر کا بادشاہ

بن گیا۔ اُس نے اپنے بڑے بھائی آنیبو کو وزیر اعظم کا عہدہ دیا، اور جب مرنے لگا، تو وصیت کی کہ آنیبو ہی اُس کی جگہ مصر کا بادشاہ ہوگا۔

ایک قصّے میں دکھایا گیا ہے کہ آدمی اگر لسان اور فصیح البیان ہو تو کس قدر فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ قصے کا خلاصہ یہ ہے:۔

ایک کسان اپنے گدھے پر نمک اور گیہوں کا بوجھ لادے جا رہا تھا۔ ایک عالقے کے سرکاری نوکروں نے کسان کو لوٹ لیا۔ کسان نے عدالت میں فریاد کی، مگر ذرا سُنوائی نہ ہوئی آخر کسان نے شاہزادے مرزدیت نسا کی عدالت میں دعوےٰ کیا۔ شاہزادے نے کسان کی شکایت سُن کر دانتوں میں اُنگلی دبالی اور فرعون سے جا کر کہا کہ اس کسان سے بڑا مقرر ہونا ممکن نہیں۔ فرعون نے شاہزادے کو حکم دیا کہ مقدمے کو بہت طول دے اور جو کچھ کسان کہے اُسے لکھ کر دربار میں بھیجتا رہے۔ اُس زمانے میں فرعون خفیہ طور پر کسان کے لئے اور اُس کے بال بچوں کے لئے اچھے اچھے کھانے بھیجتا رہا کسان نے بہت سی تقریریں کیں اور عدالت نے لکھ لیں، مگر نتیجہ کچھ نہ نکلا۔ اسپر کسان نے خودکشی کر لینی چاہی۔ مگر عین وقت پر فرعون نے اُس کا مال اسے واپس دیا اور بہت سا انعام بھی دیا۔ کیونکہ وہ بہت بڑا مقرر تھا۔

مصری شاعری کا نمونہ

"آتن کا جلال"

کیا دل فریب ہے تیرا ظہور افق آسمان میں!
اے روپہلے طباق! اے سرچشمۂ حیات!
ہر صبح ہم تجھے آسمان کے پورب میں دیکھتے ہیں
تو پوری زمین اپنے حسن سے معمور کر دیتا ہے
تو ہی خوبصورت ہے، عظیم ہے، روشن ہے
زمین پر بلند ہے!
تیری شعاعیں تمام زمینوں کو اپنے دامنوں میں لئے ہوئے ہیں!
ہاں تمام زمینوں کو لئے ہوئے جنہیں تو ہی بنایا ہے
اور تو ہی نے اُن پر انسانوں کو آباد کیا ہے!
ہاں انسانوں کو جنہیں تو نے ہی پیدا کیا ہے۔
وہ انسان جنہیں تو نے محبت کے بندھن سے جوڑ دیا
کہتے ہیں تو دور ہے، بہت دُور ہے۔
مگر تُو دور کہاں ہے؟ تیری شعاعیں تو زمین پر پھیلی ہوئی ہیں

اے بلند تر! کیا دن کی تابناکی تیرا ہی ایک جلوۂ نورانی نہیں ہے؟

رات

اے بادشاہ! جب تو آسمان کے پچھم میں لیٹ جاتا ہے تو سارے جہان پر موت کی تاریکی چھا جاتی ہے آدمی اپنے گھروں میں سو جاتے ہیں۔ منھ لپیٹے، بے حرکت صرف سانس چلتا ہے! کوئی کسی کو نہیں دیکھتا۔ آنکھیں بند ہوتی ہیں اُن کے سرہانے چور کھڑا ہوتا ہے۔ مگر انہیں خبر نہیں! شیر کچھار سے نکلتے ہیں، سانپ رینگنا شروع کرتے ہیں! کیا ملکۂ ظلمت کی فرمانروائی نہیں ہے؟ کیا دنیا رعب سے سناٹے میں نہیں ہے؟ ہاں سکے بنانے والا اُفق کی محل سرا میں محو خواب ہے؟

دن اور انسان

یہ کیسی ہما ہمی ہے؟ زمین مسرت سے کیوں اُچھل رہی ہے؟ دیکھو بادشاہ کی سواری اُفق میں نمودار ہو گئی! تو نے کائنات روشن کر دی۔ تاریکی کا پتہ نہیں! تو آسمان پر مگر تیری شعاعیں زمین پر! یہ ہمارے بادشاہ کا جلال ہے! آدمی خوشی سے اپنے پیروں پر کھڑے ہو گئے۔ تو نمودار ہوا اور زندگی کا آغاز ہوا! سب نہا دھو کر آئے سب کے ہاتھ مشرق کی طرف اُٹھ گئے۔ ہاں مشرق کی طرف، تیری راجدھانی کی طرف! تیری بندگی کے بعد دنیا کے کام شروع ہوئے۔

دن اور حیوان و نبات

چوپائے چراگاہوں میں پہنچ گئے۔ درخت اور پودے کھلکھلانے لگے۔ چڑیاں بھی گھونسلوں سے اُڑ گئیں۔ پر اُٹھائے، تیری تسبیح کرتی ہوئیں! ہر پرند اُڑ رہا ہے! ہر کوئی تیری روشنی میں زندگی پا رہا ہے!۔

دن اور پانی!

کشتیاں آنے جانے لگیں۔ اپنے مستول ہوا میں اُڑاتی ہوئیں!۔ سب راہیں تیرے نور سے روشن ہو گئیں! مچھلیاں سطح پر دوڑ آئیں! اے نور! وہ تیرے سجدے میں گر پڑیں! تیری شعاعوں نے موجیں توڑ دیں! سمندر کی تہ پر بچھ گئیں!۔

انسان کی پیدائش

تو نے ہی عورت سے انسان کو پیدا کیا!۔ تو ہی نے مرد میں زندگی کا تخم رکھا!۔ ماں کے پیٹ میں بچے کو زندگی تجھی سے ملی!

وہ نہ روتا ہے نہ گھبراتا ہے۔ رحم مادر میں پڑا سوتا ہے!۔ تیرا دست شفقت اُسپر دھرا ہے!۔ ماں کے پیٹ سے نکلتا ہے اور تو دیکھتا ہے۔ تو اُس کا معصوم منہ کھول دیتا ہے!۔ تب وہ بولتا ہے!۔ پھر تو ہی اُسکی ضرورتیں روی کرتا ہے۔ اے بادشاہوں کے بادشاہ تیرا نام بڑا ہے!۔

حیوان کی پیدائش

مرغی کا انڈا!۔ اُس کے اندر بچہ!۔ یہ تیری ہی قدرت ہے!۔ زندگی، یہ تیری ہی صنعت ہے۔ تو نے ہی انڈے میں سانس ڈالا۔ دیکھو! بچہ باہر نکل آیا۔ پوری قوت سے چلاتا ہے، خالق کی ستایش کرتا ہے، اپنے پنجوں پر دوڑتا پھرتا ہے۔

دُنیا کی پیدائش

تیری صنعتیں کیسی عجیب ہیں؟۔ ہماری عقل سے بھی بالا ہیں۔ اے اکیلے معبود! تیری جیسی قوت کس میں ہے؟۔ تو نے زمین پیدا کی جس طرح پیدا کرنا چاہا!۔ تیرے اکیلے ہاتھوں نے زمین بنائی!۔ تو نے آدمی اور چھوٹے بڑے حیوان پیدا کئے! تمام زمین کی مخلوق پیروں سے چلنے والی!۔ تمام آسمان کی مخلوق پروں سے اُڑنے والی،۔ تو نے سرزمین شام پیدا کی۔ تو نے ہی مصر کی سرزمین بھی پیدا کی!۔ ہر انسان کو اُس کی جگہ پر بسایا اُسکی زندگی کا سامان مہیا کر دیا!۔ اُسے دولت دی، اُسپر موت لکھی۔ سب کی شکلیں الگ الگ سب کی زبانیں جُدا جُدا، کوئی کالا، کوئی گورا، اے سب کے مالک! یہ سب تیرا ہی جلوہ ہے!

دریائے نیل

تو نے دوسرے عالم میں نیل پیدا کیا۔ اپنی پسند کے مطابق اُسے جاری کیا! سب نے اُس سے اپنی زندگی پائی، اے پروردگار! کمزوروں کے مددگار! اے زمین کے ہر گھر کے مالک! اے روز روشن کے آفتاب! تو نے ہی سب کو پیدا کیا! تو ہی پہاڑوں پر موسلا دھار مینھ برساتا ہے، پانی موجیں مارتا زمین پر بہتا ہے، سب ملکوں میں آدمی اپنے کھیت سینچتے ہیں! اے ابدیت کے مالک! تیرے کارنامے کیسے شاندار ہیں۔ سب جانور بھی تیرے ہی پانی سے سیراب ہوتے ہیں، لیکن مصر کا نیل دوسری دنیا سے آتا ہے! تیری شعاعیں اُس پر پڑتی ہیں!

سبزہ لہلہا اُٹھتا ہے، باغ جھومنے لگتے ہیں، تیرا نور زندگی ہے، تجھی سے کائنات باقی ہے!

مصری افسانے

ایک بہت اچھا مکمل اور کسی قدر سبا قصہ ملا ہے۔ یہ قصہ ہے تو محض خیالی اور خرافاتی، مگر ایسے طرز پر لکھا گیا ہے کہ موجودہ زمانے کے مختصر افسانوں میں شامل کیا جا سکتا ہے۔ قصہ اگرچہ دیموطیقی خط میں لکھا ہوا ملا ہے مگر تمام علمائے مصریات اسے بہت ہی پرانا مانتے ہیں اس کا پورا ترجمہ ہم یہاں پیش کرتے ہیں پڑھنے والے سمجھ جائینگے کہ قدیم مصریوں کو علم سے کیسی محبت تھی:-

ایک فرعون کے لڑکے کا نام نیفر بتاح تھا۔ یہ شاہزادہ علم و حکمت پر مٹا ہوا تھا ہمیشہ دانائی کی تلاش میں لگا رہتا تھا۔ اسی غرض سے عبادتخانوں میں بار بار آتا اور اُن کی دیواروں پر پُرانے کتبے اور تحریریں پڑھا کرتا تھا۔ علم کی اس محبت نے اُسے دنیا جہان سے بے خبر کر دیا تھا۔ صرف عقل و علم کی تحصیل ہی پر کمربستہ رہتا تھا۔

اپنی عادت کے مطابق ایک دن شاہزادہ عبادتخانے میں پوجا کے لئے گیا، مگر پھر وہ کتبے پڑھنے میں محو ہو گیا۔ محویت اتنی زیادہ تھی کہ نہ مہنت یاد رہے نہ دیوتاؤں ہی کا کچھ خیال رہا۔ کتبے پڑھنے میں ڈوبا ہوا تھا کہ پیچھے سے ایک قہقہہ بلند ہوا۔ شاہزادہ چونک پڑا اور مڑ کر دیکھنے لگا۔

ایک کاہن کھڑا تھا اور ہنس رہا تھا شاہزادے کو اس گستاخی پر غصہ آ گیا۔ بڑی خفگی سے کہنے لگا "تجھ کو مجھ پر ہنسنے کی ہمت کیسے ہوئی؟"

کاہن نے ادب سے گردن جھکا کر جواب دیا جلیل القدر شاہزادے، فرعون کے ولی عہد! آپ یہ پُرانے کتبے بیکار پڑھا کرتے ہیں۔ ان سے کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ اگر سچ مچ علم کی لگن لگی ہے تو میں آپ کو علم کے اصلی سرچشمے کا پتہ بتا سکتا ہوں، مجھے معلوم ہے کہ ثوت کی کتاب کہاں چھپی رکھی ہے۔ بس یہی کتاب آپ کو حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔

نیفر بتاح نے کاہن کا جواب بڑے غور سے سُنا پھر اس کتاب کی حقیقت پوچھی۔

کاہن نے جواب دیا "قوت نے یہ کتاب خاص اپنے ہاتھ سے لکھی ہے اور اس میں سب علوم جمع کر دیئے ہیں۔ پہلا صفحہ پڑھتے ہی آپ کو آسمانوں پر، میدانوں پر، پہاڑوں پر، سمندروں پر اختیار حاصل ہو جائے گا۔ چرند پرند کی بولیاں معلوم ہو جائیں گی۔ سمندر کی تہ میں رینگتی ہوئی مچھلیاں دکھائی دینے لگیں گی۔ دوسرا صفحہ پڑھتے ہی موت پر آپ کو حکومت مل جائے گی۔ مرجانے کے بعد بھی آپ اس کتاب کی قوت سے جب چاہیں گے واپس آجائینگے اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ سورج، چاند اور ستارے ہر وقت دیکھ سکیں گے۔ آنکھوں کے سارے پردے اٹھ جائیں گے اور دیوتا اپنی اصلی شکلوں میں دکھائی دینے لگیں گے۔"

نیفر تتاح نے کہا "فرعون کے سر کی قسم، میں یہ کتاب ضرور حاصل کروں گا۔ بتاؤ کیا انعام چاہتا ہے؟"

کاہن نے زمین چوم کر جواب دیا "بندے کی صرف ایک تمنا ہے چاہتا ہوں کہ حضور میرے دفن کا وہ سب سامان کر دیں جو بڑے آدمیوں کے دفن میں کام آتا ہے میری التجا بس یہی ہے کہ جب مروں تو میرے جنازے کے ساتھ کاہن دعائیں پڑھتے چلیں۔ ماتم کرنے والی عورتیں بھی ہوں۔ قربانی اور نجور بھی ساتھ جائے۔ اگر یہ آرزو پوری ہو جائے تو میری روح ہمیشہ ہمیشہ "عالو" (جنت) میں رہے گی اور شاہزادے کو دعائیں دیتی رہے گی۔ اس سب سامان کے لئے چاندی کے صرف ایک سو سکوں کی ضرورت پڑے گی۔"

نیفر تتاح نے یہ پوری رقم اسی وقت کاہن کے ہاتھ پر رکھدی۔ کاہن نے اسے سجدہ کیا اور عرض کرنے لگا:۔

"قوت کی کتاب بیچ دریا میں قفط کے مقام میں بڑی حفاظت سے رکھی ہے وہاں لوہے کا ایک صندوق نظر آئیگا۔ اس صندوق کے اندر تانبے کا ایک صندوق ملے گا اس کے اندر آبنوس اور ہاتھی دانت کا صندوق ہوگا۔ اس کے اندر سونے کا صندوقچہ دکھائی دے گا۔ اسی صندوقچہ میں قوت کی کتاب رکھی ہے۔ لیکن لوہے کے بڑے صندوق کے چاروں طرف ان گنت سانپ بچھو، مگرمچھ، گھڑیال اور دوسرے بھیانک زہریلے کیڑے مکوڑے پہرہ دے رہے ہیں۔ سب سے اوپر خود صندوق کے ڈھکنے

پر ایک بے پناہ کالا ناگ پھن اٹھائے بیٹھا ہے کوئی آدمی اس ناگ کو مار نہیں سکتا۔ یہ بندوبست توت کی کتاب کی حفاظت کے لئے کیا گیا ہے۔

کاہن اپنا بیان پورا بھی نہ کرنے پایا تھا۔ کہ شاہزادہ خوشی سے بیخود ہو گیا۔ مندر سے نکلا اور دوڑتا ہوا محل میں جا پہنچا۔ اپنی بیوی کو تمام ماجرہ کہہ سنایا اور کتاب لانے کے لئے قفط جانے کی ٹھان لی۔

نیفر تباح کی بیوی احورا یہ سنکر بہت رنجیدہ ہوئی اور اپنے شوہر سے کہنے لگی "پیارے وہاں ہرگز نہ جانا چاہئے، کیونکہ تکلیف اور غم کے سوا کچھ ہاتھ نہ لگے گا!"

یہ کہہ کر احورا نے اپنے خاوند کا دامن پکڑ لیا اور جانے سے روکنے لگی۔ مگر نیفر تباح نے اسے جھڑک دیا اور دامن چھڑا کر سیدھا اپنے باپ فرعون کے پاس پہونچ گیا۔ باپ کے ہاتھوں کو چوما۔ اور خوشامد سے کہنے لگا۔

"کیا حضور، مجھے جنوب کے ملک میں اپنی بیوی احورا اور لڑکے میراب کے ساتھ شاہی کشتی میں جانے کی اجازت دیدیں گے؟ میں قسم کھا چکا ہوں کہ توت کی کتاب حاصل کر کے رہونگا چاہے کتنی مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑے"

فرعون نے ولی عہد کی درخواست منظور کر لی اور نیفر تباح اپنی بیوی اور لڑکے کو لیکر شاہی کشتی میں قفط کیطرف روانہ ہو گیا۔

قفط میں پہنچنے پر مندر کے بڑے مہنت نے شاہزادے اور اس کے خاندان کا استقبال کیا پھر سب مندر میں حاضر ہوئے اور دیوتا کو سجدہ کیا۔ شاہزادے نے ایک موٹا تازہ بیل بھینٹ چڑہایا۔ اور خانہ ساز شراب دیوتا کو خوش کرنے کے لئے زمین پر بہائی۔ پھر مہنت اور اس کی بیویاں چار دن تک اپنے شاہی مہمانوں کی دعوتیں کرتی رہیں پانچویں دن جب دعوت کے دن ختم ہو گئے، تو نیفر تباح نے قفط کے سب سے بڑے عالم اور ساحر کو طلب کیا اور اسکی مدد سے جادو کا ایک کشتی نما صندوق تیار کیا پھر کشتی میں چھوٹے چھوٹے انسانی پتلے بنا کر رکھ دیئے اور وہ سب سامان بھی ساتھ لے لیا جو کشتیوں میں ہوتا ہے۔ پھر جادو کا منتر پڑھا اور تمام پتلے سچ مچ آدمی ہو گئے۔ تب نیفر تباح نے اُن پتلوں کو اپنے سامنے بلا کر کھڑا کیا اور کہا "ہاں جوانمردو! جو میں حکم دوں وہی کرنا"

پتلوں نے سر جھکا کر اطاعت ظاہر کی اور نیفر تباح نے انھیں صندوق پر بٹھا کر دریا میں ڈالدیا۔ صندوق کشتی کی طرح چلنے لگا۔ اور یہ پتلے اُس پر ملاحوں کی طرح کام کرنے لگے۔

اب نیفر تباح نے اپنی کشتی طلب کی اس میں ریت بھری اور اخورا کو دریا کے کنارے رونا دھونا چھوڑ کر روانہ ہو گیا۔ اخورا اس لئے رو رہی تھی کہ اسے سفر منحوس ہونے کا یقین تھا۔

آگے آگے دریا کی نہ میں جادو کا صندوق جا رہا تھا اور پیچھے پیچھے شاہزادے کی کشتی چلی جا رہی تھی۔ لگاتار تین دن اور تین رات چلنے کے بعد صندوق دفعتہً رک گیا شاہزادے کو یقین ہو گیا کہ منزل مقصود آگئی۔ اور اس نے اپنی کشتی بھی روک لی۔ اس میں سے ریت نکال کر دریا میں ڈال دی اور دریا کا پانی دو رنگ سوکھ گیا۔

شاہزادے نے کشتی سے سر باہر نکالا۔ اس کے سامنے ایک بڑا ٹاپو تھا اور ٹاپو کے بیچوں بیچ ایک بڑا بھاری لوہے کا صندوق رکھا دکھائی دے رہا تھا۔ لیکن صندوق کے چاروں طرف بے حساب سانپ اور مگرمچھ وغیرہ منہ پھاڑے بیٹھے تھے

نیفر تباح نے منتر پڑھا اور وہ سب بھیانک جانور اور کیڑے مکوڑے پتھرا کے رہ گئے۔ صرف وہ کالا ناگ برابر کھڑا پھن ہلا رہا تھا جسے کوئی انسانی ہاتھ مار نہیں سکتا تھا۔ ناگ نے شاہزادے کو آگے بڑھتا دیکھا تو بڑی خوفناکی و تیزی سے حملہ کر دیا۔ شاہزادے نے بھی کترا کے اپنی پوری قوت سے حملہ کیا۔ اور ناگ دو ٹکڑے ہو گیا۔ مگر دونوں ٹکڑے فوراً ہی دوڑ کر پھر ایک ہو گئے اور ناگ پھنپھنا کے دوبارہ لپکا شاہزادے نے پھر ہاتھ مارا اور سانپ کا سر اڑ گیا۔ اس کے بعد شہزادہ پیچھے ہٹا اور سانپ دوبارہ زندہ ہو کر حملہ آور ہوا اب شاہزادہ پریشان ہوا اور سمجھ گیا کہ سانپ یوں نہیں مرے گا۔ کوئی اور تدبیر کرنی چاہئے یہ سوچ کر شاہزادے نے پھر وار کیا۔ اور جیسے ہی ناگ دو ٹکڑے ہوا۔ شاہزادے نے بڑی تیزی سے دونوں ٹکڑوں پر بالو ڈال دیا اس دفعہ سانپ جڑ نہ سکا اب شاہزادے کے لئے میدان صاف تھا۔

نیفر تباح نے خوشی کا نعرہ بلند کیا پھر بڑھ کر طلسمی صندوق کھولا۔ اندر سے تانبے کا صندوق نکلا۔ اسی طرح اس نے ایک ایک کر کے سب صندوق کھول ڈالے۔ قوت کی کتاب اس کے ہاتھ میں تھی۔

نیفر تباح نے بے تابی سے کتاب کھولی پہلا

صفحہ پڑھا ہی تھا کہ تمام آسمانوں، زمینوں، مکانوں، پہاڑوں، سمندروں پر اسے پورا اختیار مل گیا۔ چرند پرند کی بولیاں سمجھنے لگا سمندر کی تہ میں مچھلیاں دوڑتی دکھائی دینے لگیں! دوسرا صفحہ پڑھا تو چاند ستارے نظر آنے لگے۔ حالانکہ سورج نکلا ہوا تھا! اسی قدر نہیں بلکہ دریا کی سب مچھلیاں نیچے سے اٹھ کر پانی پر آگئیں اب شاہزادے کو یقین ہوگیا کہ کاہن اپنے بیان میں بالکل سچا تھا۔

تمام علوم حاصل ہو جانے کے بعد نیفر بتاح کو اپنی بیوی، اخورا یاد آئی۔ جسے مصر میں چھوڑ آیا تھا۔ فوراً اپنے جادو کے پتلے طلب کئے اور ان سے کہا "ہاں، جوانمردو مجھے جلدی واپس لے چلو"

پتلوں نے تیزی سے کشتی کھینچنی شروع کی اور تین ہی دن میں اس جگہ پہنچا دی جہاں اخورا ابھی تک بیٹھی رو رہی تھی۔ اخورا اپنے خاوند کو دیکھتے ہی باغ باغ ہوگئی دوڑی اس کے سینے سے چمٹ گئی۔ نیفر بتاح نے جلدی سے کتاب نکال کر اس کے ہاتھ میں دیدی اور کہا اسے پڑھ ڈالو۔ اب اخورا بھی تمام علوم کی ماہر بن گئی!

پھر نیفر بتاح نے کاغذ طلب کیا اور شراب بھی جلد جلد توت کی کتاب کا کاغذ پر نقل کی۔ پھر کاغذ کو شراب میں دھو ڈالا۔ اور پوری شراب پی گیا۔ اسطرح کتاب اسے ہمیشہ کے لئے یاد ہوگئی۔

اس کے بعد نیفر بتاح، اس کی بیوی اخورا، اور لڑکا میرآب تینوں مندر میں گئے شکرانے کی نماز پڑھی قربانی پیش کی اور بڑی خوشی و خوبی سے مصر میں واپس آئے۔

عین اسی وقت توت کو اپنی کتاب کے چوری ہو جانے کی خبر ملی۔ بہت غصے ہوا دانت پیسنے لگا۔ پھر معبود اعظم رع کے سامنے جا کھڑا ہوا اور کہنے لگا۔

"معبودوں کے معبود! نیفر بتاح نے مجھ پر ناحق بڑی بھاری زیادتی کی ہے۔ میرے پاسبانوں کو مار ڈالا ہے اور میری کتاب چرا لے گیا ہے لہذا اے آقا۔ مجھے اس شخص پر اختیار دیدے کہ اس سے اپنا بدلہ لے سکوں۔"

مہادیوتا نے توت کی فریاد سنکر فرمایا۔ "وہ جادو! میں نے تجھے نیفر بتاح اور اسکی بیوی

احورا، اور اُس کے لڑکے میراب پر تجھے پورا اختیار دیدیا، جو جی میں آئے اُن سے کر گذر!"

ادھر دیوتاؤں میں یہ مسکوٹ ہو رہی تھی اُدھر شاہی کشتی نیل میں بڑے اطمینان سے چلی جا رہی تھی۔ شاہزادے کو کچھ خبر نہ تھی کہ دیوتاؤں نے اُس کی قسمت کا کیا فیصلہ کیا ہے، وہ تو دیوتا توت کی کتاب پا جانے کی خوشی میں مگن تھا۔

پھر یہ ہوا کہ نیفر بتاح کا بیٹا میراب کھیلتے کھیلتے کشتی کے عرشے پر آگیا، اور جھک کر پانی کو دیکھنے لگا۔ فوراً را کی قوت نے اُسے کھینچ لیا، اور وہ گر کر دریا میں ڈوب گیا۔

ملاح سہم گئے، مگر کوئی بھی لڑکے کو نکال نہیں سکتا تھا، کیونکہ دیوتا کی قوت آڑ بن چکی تھی۔

نیفر بتاح نے لڑکے کی موت سُنی تو روتا پیٹتا دوڑا آیا۔ اور جب جادو کے زور سے میراب کی لاش کشتی پر آئی تو نیفر بتاح نے منتر پڑھا اور لڑکا بولنے لگا۔ لڑکے نے کہا:۔

"توت نے را کے حکم سے بدلہ لیا ہے۔ کیونکہ توت اپنی کتاب کی چوری سے بہت خفا ہے"

نیفر بتاح کو اپنے اکلوتے کی موت پر بڑا غم ہوا، وہ قفط لوٹ گیا اور شاہی اعزاز کے ساتھ اُسے دفن کر دیا۔

اب پھر کشتی مصر کی طرف چلی۔ راستے بھر سب میراب پر روتے جاتے تھے؛

کشتی جب ٹھیک اُس جگہ پہنچی۔ جہاں میراب ڈوبا تھا، تو اُسکی ماں احورا نے بے قابو ہو کر پانی کو دیکھا اور را کی قوت نے اُسے بھی کھینچ لیا۔ شاہزادی پلک جھپکاتے میں ڈوب گئی!

تمام ملاح چیخ اٹھے۔ مگر کسی کو بھی بچانے کی قدرت نہ تھی، کیونکہ دیوتا کی قوت سب کو روک چکی تھی۔ نیفر بتاح ہی نے جادو کے زور سے بیوی کی لاش نکالی، اور لاش نے اُس سے کہا:۔

توت کا انتقام ابھی پورا نہیں ہوا ہے وہ را کے حکم سے خود کتاب چُرانے والے سے بھی ضرور بدلہ لے گا"

کشتی پھر قفط لوٹ گئی اور شہزادی کی لاش بھی بڑی دھوم سے دفن کر دی گئی لیکن واپسی میں کشتی جب اُسی جگہ پہنچی جہاں دونوں موتیں ہو چکی تھیں تو نیفر بتاح کو ایسا معلوم ہوا کہ را کی قوت اُسے بھی کھینچ رہی ہے۔

اُس نے لاکھ لاکھ زور مارا، مگر دیوتا کی قوت کے سامنے کچھ نہ کر سکا۔ آخر نا امید ہو کر اُس نے یہ کیا کہ نفیس ریشم کی رسّی بٹی اور تُوت کی کتاب اپنے سینے پر خوب مضبوطی سے باندھ لی تاکہ اُس سے کبھی الگ نہ ہو سکے۔

اب را کی قوت نے نیفر تباح کو بالکل مغلوب کر ڈالا۔ وہ دیوانہ وار اٹھا اور دریا میں کود پڑا۔ ملّاحوں نے اور کنارے پر کے بہت آدمیوں نے اُسے گرتے دیکھا مگر کوئی بھی بچا نہ سکا اور شہزادہ ڈوب گیا۔

ملّاح ڈر گئے، اور کشتی لیکر بھاگ نکلے۔ ممفس پہنچکر تمام حال شاہی محل میں گیا اور فرعون کو سب کچھ سنا دیا۔ فرعون اپنے ولیعہد، بہادر بیٹے کی موت پر رونے لگا۔ اور ماتمی لباس اُس نے پہن لیا۔ مصر بھر میں رونا پیٹنا شروع ہو گیا۔ پھر سب بندرگاہ پر گئے، جہاں کشتی لنگر ڈالے کھڑی تھی کیا دیکھتے ہیں کہ نیفر تباح کی لاش کشتی کے ساتھ لگی ہوئی ہے۔ یہ اصل میں تُوت کی کتاب ہی کی برکت تھی جو مرنے والے کے سینے پر بندھی تھی۔

فرعون نے ولی عہد کی لاش دریا سے نکلوائی، اور کتاب سمیت بڑے اعزاز سے دفن کر دی۔

تُوت کا انتقام تو پورا ہو گیا، مگر تُوت کی کتاب برابر نیفر تباح کے سینے ہی سے لگی رہی۔ تُوت دیوتا ہو کر بھی اپنی کتاب علم کے سچے عاشق نیفر تباح سے چھین نہ سکا۔

اسی قسم کا ایک افسانہ اور ہے جسمیں سچّی محبت اور وفاداری کی موت پر فتح دکھائی گئی ہے۔ یہ افسانہ، فرعون رامسیس دوم کے زمانے میں لکھا گیا تھا۔ ہیریطیقی خطوں میں ہے اور برطانی عجائب گھر میں محفوظ ہے یہاں اس کا ترجمہ، عربی ترجمے سے پیش کیا جاتا ہے:۔

فرعون مصر پر حکومت کرتے کرتے بہت بوڑھا ہو گیا، مگر اُس کے کوئی اولاد نہ ہوئی جو تاج و تخت کی وارث بنتی۔ اسلئے فرعون بہت غمگین رہتا، اور دیوتاؤں سے رو رو کر دعائیں کیا کرتا تھا کہ ایک ہی لڑکا ہو جائے۔

آخر دیوتاؤں کو ترس آگیا اور فرعون کے گھر لڑکا پیدا ہوا۔ لڑکا بہت خوبصورت تھا جونہی اُس نے روشنی میں آنکھیں کھولیں تو ساتوں

دیوتا اس کے گرد جمع ہو گئے، تاکہ اس کی قسمت طے کریں۔ بہت بحث کے بعد دیوتاؤں نے لکھدیا کہ شاہزادے کی موت مگرمچھ کی وجہ سے ہوگی، یا سانپ کیوجہ سے، یا کتے کیوجہ سے۔ بچے کے خادموں نے دیوتاؤں کا یہ فیصلہ سنا تو ڈر گئے اور فرعون کو خبر دی۔ فرعون پر ایک بجلی سی گری قریب تھا کہ مرجائے۔ بہت سوچ کر آخر فرعون نے حکم دیا کہ آبادی سے دور، صحرا کی سرحد پر، ٹھوس پتھر کی دیواروں کا ایک محل بنایا جائے تاکہ شاہزادہ اس میں ان تینوں بلاؤں سے محفوظ رہے۔ فرعون نے محل میں بہت سے نوکر چاکر رکھدیئے، اور آرام کا سب سامان مہیا کر دیا۔

برسوں پر برس گزر گئے۔ اب شاہزادہ سیانا ہو گیا۔ ایک دن وہ محل کی چھت پر چڑھا کیا دیکھتا ہے کہ ایک شکاری چلا جارہا ہے اس کے پیچھے کتا ہے اور اپنے مالک سے کھیلتا اور دم ہلاتا چل رہا ہے۔

شاہزادے کو یہ منظر بہت اچھا لگا۔ اس نے کبھی کتا دیکھا ہی نہ تھا، متعجب ہو کر نوکروں سے پوچھنے لگا: "وہ کیا چیز ہے، جو آدمیوں کے پیچھے چل رہی ہے؟"

نوکروں نے جواب دیا "حضور، کتا ہے شکاری کتا ہے!" شاہزادہ چلا اٹھا۔ "دادہ، یہ تو بڑی اچھی چیز ہے۔ میرے لئے بھی ایسا ہی کتا لاؤ۔"

نوکروں نے فرعون کو یہ خبر پہنچائی۔ پہلے تو فرعون بہت خفا ہوا، پھر بیٹے کی محبت سے مغلوب ہو گیا اور کہنے لگا: "میرے اکلوتے کا دل ٹوٹنے نہ پائے اس کے لئے کتے کا ایک پلا لے جاؤ۔"

اس طرح شاہزادے کو کتا مل گیا۔

اب شاہزادہ جوان ہو گیا۔ بڑا حسین اور طاقتور تھا۔ محل کی قید سے گھبرا گیا اور دل نے کہا۔ باہر نکلنا اور دنیا کو دیکھنا چاہیئے۔ خوب سوچ سمجھ کر اس نے فرعون کو خط لکھا۔

ابا جان! میں اس قید خانے میں بے فائدہ رکھا گیا ہوں۔ آپ جانتے ہیں کہ دیوتاؤں نے میری تقدیر میں جو کچھ لکھدیا ہے، پورا ہو کر رہے گا۔ آدمی لاکھ جتن کرے، قسمت کو بدل نہیں سکتا۔ التجا کرتا ہوں کہ مجھے آزادی بخشی جائے۔

فرعون نے خط پڑھا تو محبت نے جوش مارا اور اس نے شاہزادے کی درخواست منظور کر لی ساتھ ہی شکار کے لئے ہر قسم کے ہتیار بھی بھیج دیے اور اپنے سامنے بلا کر اس سے کہا۔ "بیٹا! اب تجھے اجازت ہے وفادار نوکر اور کتے ساتھ لیکر جہاں جی میں آئے، جا۔ دیوتاؤں کی محبت بھری نگاہیں ہر وقت تیری حفاظت کریں!"

شاہزادے کو بڑی لمبی قید سے رہائی ملی تھی۔ وہ جنگلوں، بیابانوں میں نکل گیا اور شکار کھیلنے لگا۔ یہ زندگی اسے بہت پسند آئی، اور وہ ہر طرح خوش رہنے لگا۔

چلتے چلتے شاہزادہ نہارینا کے ملک میں پہنچ گیا اور یہاں ایک عجیب واقعہ پیش آیا۔

نہارینا کے بادشاہ کے صرف ایک لڑکی تھی لڑکی کا مکھڑا چاند کا سا تھا اور آنکھیں ستاروں جیسی! بادشاہ نے اسے ایک ایسے محل میں رکھا تھا جس کی سب کھڑکیاں زمین سے ستر قدم اونچی تھیں۔ پھر بادشاہ نے ملک شام کے شاہزادوں کو جمع کر کے کہا۔

"دیکھو میری لڑکی اس محل میں ہے۔ تم میں سے جو کوئی دیوار پر چڑھ کر کھڑکی تک پہنچ جائے گا میں اُسی سے لڑکی کا بیاہ کروں گا۔"

شاہزادوں نے دیوار پر چڑھنے کی لاکھ لاکھ کوشش کی۔ مگر کامیاب نہ ہوئے کیونکہ دیوار بہت اونچی تھی اور بہت چکنی بھی۔

فرعون کا شاہزادہ جب نہارینا پہونچا، تو شامی شاہزادوں نے اسکی بڑی آؤ بھگت کی۔ اپنا مہمان بنایا، حمام میں غسل کرایا، بہترین عطر کی اس کے بدن پر مالش کرائی، اچھے اچھے کھانے کھلائے اور بڑی خوشی سے پوچھنے لگے۔

"حسین نوجوان! تو کہاں سے آرہا ہے؟"

شاہزادے نے جواب دیا:۔

"میں ایک مصری افسر کا لڑکا ہوں۔ میری ماں مر گئی تو باپ نے دوسری شادی کر لی۔ نئی بیوی سے جب اولاد ہو گئی، تو گھر میں مجھے بڑی تکلیف ہونے لگی۔ اسی لئے وہاں سے بھاگ نکلا ہوں۔"

یہ سن کر تمام شاہزادے اٹھ کھڑے ہوئے اور اپنے مہمان سے گلے ملے۔

کئی دن بعد مصری شاہزادے نے شامی شاہزادوں سے پوچھا "تم لوگ تو شام کے رہنے والے ہو، پھر یہاں نہارینا میں کیوں پڑے ہو؟"

شامی شاہزادوں نے سادگی سے جواب دیا

"بھائی ہم یہ عالی شان محل دیکھ رہے ہو اسی کی دیواروں کے اندر ہمارا دل بند ہے۔ اس ملک کی شاہزادی محل میں رہتی ہے۔ اس سے زیادہ حسین و نازنین دنیا نے کبھی نہیں دیکھی، اس کے باپ نہارینا کے بادشاہ نے اعلان کر رکھا ہے کہ شاہزادی اُس شخص سے بیاہی جائیگی جو دیوار پر چڑھ کر اُس کی کھڑکی تک پہنچ جائیگا۔ بس یہی سبب ہے کہ ہم یہاں پردیس میں پڑے ہیں۔"

مصری شاہزادے نے کہا "اگر اجازت دو تو میں بھی دیوار پر چڑھنے کی کوشش کروں۔"

شامی شاہزادوں نے جواب دیا "عزیز شاید تمہاری تقدیر ہم سے اچھی ہو۔"

نہارینا کی شاہزادی کا دل اُسی دن سے دھڑکنے لگا تھا، جب اُس نے پہلی دفعہ مصری شاہزادے کو دیکھا تھا۔ شاہزادہ اُسے بہت پسند آیا تھا اور وہ دعائیں کر رہی تھی کہ کسی طرح یہی بازی جیت لے۔

جب شامی شاہزادوں نے اجازت دیدی تو مصری شاہزادہ دیوار کے پاس گیا اور بڑی پھرتی سے دیوار پر چڑھنے لگا۔ کھڑکی پر شاہزادی کھڑی مسکرا رہی تھی، جونہی شاہزادہ اوپر پہنچا۔ شاہزادی اسکے گلے سے چمٹ گئی اور سچی محبت سے اُسے چوم لیا۔

مصری شاہزادے کی کامیابی دیکھ کر شامی شاہزادوں نے دانتوں میں اُنگلیاں دبا لیں۔ پھر وہ بادشاہ کے پاس گئے اور اس سے کہا "ایک خوبصورت نوجوان دیوار پر چڑھ کر محل میں پہنچ گیا ہے!"

نہارینا کے بادشاہ نے پوچھا "وہ نوجوان کہاں کا شاہزادہ ہے؟"

شامیوں نے جواب دیا "وہ شاہزادہ نہیں ہے، بلکہ ایک مصری افسر کا لڑکا ہے، اپنے گھر سے بھاگ آیا ہے۔"

بادشاہ یہ سُن کر آگ ہو گیا "ہائیں شاہزادہ نہیں ہے! کیا میں اپنی لڑکی ایک آوارہ گرد کے حوالے کر دوں؟ ہرگز نہیں۔ جان پیاری ہے تو ابھی فوراً میرے ملک سے باہر نکل جائے۔"

ایک شامی شاہزادے نے دوڑ کر مصری شاہزادے کے کان میں کہا "معصوم گو! شاہ بگڑ گیا ہے۔ اپنی لڑکی تمہیں نہیں دیگا۔"

لیکن شاہزادی نے اپنے مصری محبوب کو پکڑ لیا

اور خبر دینے والے سے کہنے لگی:-

"جا کر میرے باپ سے کہدو کہ اگر میرے پیارے کو مجھ سے الگ کیا جائیگا، تو میں نہ کھاؤں گی نہ پیوں گی، اور جان دیدوں گی"

بادشاہ نے اپنی لڑکی کا یہ پیام سُنا تو اور بھی خفا ہوا، اور سپاہی بھیجے کہ مصری جوان کو مار ڈالیں۔ مگر شاہزادی کھڑی ہوگئی اور سپاہیوں کے افسر سے کہنے لگی "دیوتاؤں کی قسم، میرے پیارے کو مارو گے تو میں بھی فوراً اپنا گلا کاٹ لوں گی۔ دونوں کی قبریں ساتھ ہی کھُدینگی!"

آخر بادشاہ اپنی اکلوتی کی ضد سے مجبور ہوگیا۔ اور مصری شاہزادے کو اپنے سامنے طلب کیا۔ جب وہ حاضر ہوا تو بادشاہ نے اُسے پیار کیا اور کہنے لگا "بیٹا مجھے اپنا سب حال سُنا اب تو میرا ہو چکا ہے"

دونوں میں دیر تک باتیں ہوتی رہیں۔ شہزادے نے بتادیا کہ وہ مصر کا شہزادہ ہے بادشاہ نے اپنی لڑکی شہزادے سے بیاہ دی۔

ایک رات شاہزادے نے اپنی بیوی سے کہا: سُنتی ہو! اس دنیا میں مجھے بس ایک ہی غم ہے جو دیوتاؤں نے میری تقدیر میں لکھدیا ہے کہ مگرمچھ، یا سانپ یا کُتے کی وجہ سے میری موت ہوگی!

شاہزادی چیخ اٹھی: "تو پھر تم اپنے اس کُتے کو مار کیوں نہیں ڈالتے؟"

شاہزادے نے جواب دیا "مار دوں کیسے؟ میں نے اسے بچپن سے پالا ہے"

اسی دن سے شاہزادی اپنے خاوند کی رات دن حفاظت کرنے لگی۔

سات برس شاہزادے نے مصر جانے کا ارادہ کیا اور اپنی بیوی کو ساتھ لیکر روانہ ہوا کُتا بھی ساتھ تھا۔ قافلہ ریگستان میں چلتا رہا یہانتک کہ ایک جھیل کے کنارے ٹھہر گیا۔

شاہزادے نے جھیل میں شکار کھیلنا چاہا اُس کے ساتھ اُس کے نوکر بھی تھے۔ یہ بات دیکھ کر سب اچنبھے میں پڑ گئے کہ جھیل سے ایک مگرمچھ نکلا ہے اور شاہزادے کو مار ڈالنا چاہتا ہے لیکن عین اُسی وقت مگرمچھ کے مقابلے میں ایک دیو آگیا، جو یہیں کہیں رہتا تھا اور مگرمچھ سے دشمنی رکھتا تھا۔ دیو نے شاہزادے کو بچالیا۔ رات ہوگئی اور مگرمچھ سو گیا لیکن دیو

برابر تاک میں لگا رہا۔ صبح کو جونہی مگرمچھ جاگا تو اُس نے دیو کو ٹہلتے دیکھا۔ دونوں میں پھر کشتی شروع ہو گئی، اور روز یہی ہوتا رہا۔

شاہزادی کی عادت تھی کہ رات کو سونے سے پہلے ایک پیالے میں دودھ اور دوسرے پیالے میں شراب بھر کر زمین پر رکھ دیتی تھی مگر اپنے شوہر کی حفاظت کا خیال اُسے سونے نہ دیتا تھا۔ رات آنکھوں ہی میں کٹ جاتی تھی۔

ایک رات شاہزادی نے دیکھا کہ ایک بہت ہی ڈراؤنا سانپ نکلا ہے اور پھنکارتا ہوا شاہزادے کی طرف بڑھ رہا ہے لیکن دودھ اور شراب دیکھ کر سانپ رُک گیا اور پینے لگا۔ پیتے ہی اُس پر بے ہوشی چھا گئی۔ شاہزادی نے چپکے سے اُٹھی اور خنجر سے سانپ کی بوٹی بوٹی کر ڈالی۔

شاہزادی سانپ کو مار رہی تھی کہ اُس کے شوہر کی آنکھ کھل گئی، اور شاہزادی نے کہا "دیکھو خدا نے تمہیں ایک بلا سے تو نجات دیدی، آؤ ہم دیوتاؤں سے دُعائیں کریں کہ باقی دونوں بلائیں بھی دور ہو جائیں۔"

صبح شاہزادی نے دیوتاؤں کے نام پر قربانی چند روز بعد شاہزادہ جھیل کے کنارے روز کی

گھوما تھا۔ کیا دیکھتا ہے کہ مگرمچھ اُسکے کتے کو مُنہ میں دابے پانی میں لئے جا رہا ہے۔ شہزادہ فوراً جھیل میں گھس گیا۔ مگرمچھ نے کتے کو تو چھوڑ دیا اور شاہزادے کو پکڑ لیا لیکن عین وقت پر دیو پھر آ پہنچا اور شاہزادے کو مگرمچھ سے چھین لیا۔

تب مگرمچھ نے آنسو بہاتے ہوئے شاہزادے سے کہا "یاد رکھ، میں تیری موت ہوں ہمیشہ تیرا پیچھا کرتا رہوں گا۔ تجھے بھی مار ڈالوں گا اور تیری بیوی کو بھی۔ ہاں تو مجھ سے بچ سکتا ہے، مگر اسی شرط سے کہ دیو کو مار ڈالے۔"

شاہزادے نے جواب دیا "بھلا میں اُسے کیونکر مار سکتا ہوں، وہ تو میری جان بچا چکا ہے۔"

مگرمچھ دانت پیس کر چلایا "تو پھر خود تجھے مزا ہو گا۔ ایک دفعہ اور کہے دیتا ہوں کہ اگر تو قسم کھا کر کہدے کہ دیو کو مار ڈالے گا تو میں بھی قسم کھاتا ہوں کہ تجھے چھوڑ دونگا نہیں تو میرے ہاتھ سے تو ضرور مارا جائے گا۔"

شاہزادے کے کتے نے یہ باتیں سن لیں اور دوڑ کر شاہزادی کے پاس پہنچ گیا، جو خاوند کے غائب ہو جانے کے صدمے سے پھوٹ پھوٹ کر رو رہی

تھی کہتے اکیلا دیکھ کر اور بھی واویلا کرنے لگی اپنے بھی کپڑے پھاڑ ڈالے۔ مگر کہنے نے اس کا دامن پکڑ لیا، اور دروازے کی طرف کھینچنے لگا۔ شاہزادی سمجھ گئی اور خنجر اٹھا کے کہنے کے ساتھ چل پڑی۔

رات ہو چکی تھی۔ مگر مچھ شاہزادے پر ناٹھ توڑ حملے کر رہا تھا۔ شاہزادی پہنچ گئی اس نے دوڑ کر ایک بہت بڑا پھاوڑا، مگر مچھ کے کھلے ہوئے منہ میں ڈال دیا۔ دیو بھی سانپ بن کر آگیا، اور مگر مچھ کے جسم سے لپٹ گیا۔ دیو نے اتنے زور سے دبایا کہ مگر مچھ کی جان ہی نکل گئی!

شاہزادی دوڑ کر اپنے شوہر سے لپٹ گئی اور خوشی کے آنسو بہانی ہوئی کہنے لگی: "پیارے! دیوتاؤں نے دوسری بلا بھی دور کر دی۔ اب ایک ہی بلا باقی رہ گئی ہے۔ آؤ ہم دیوتاؤں کے سامنے سجدۂ شکر بجا لائیں"

اسی زمانے میں شامی شاہزادے سے حسد سے جل بھن گئے کہ ایک معمولی مصری افسر کا لڑکا ان سے بازی لے گیا۔ اور نہارینا کی پری جا شاہزادی کا خاوند بن گیا اسی حسد کی وجہ سے انہوں نے فوجیں جمع کیں اور نہارینا پر ٹوٹ پڑے بادشاہ کو شکست ہو گئی اور وہ قید کر لیا گیا، مگر شاہزادی کو اس کے شوہر کا کہیں سراغ نہ ملا۔ شاہزادوں نے بادشاہ سے دونوں کا پتہ پوچھا تو اس نے کہا:۔ کہیں شکار کھیلنے چلے گئے ہیں۔ میں نہیں ان کا پتہ کیا بتاؤں؟"

شاہزادوں نے آپس میں مشورہ کیا اور ریگستان میں دونوں کو ڈھونڈنے کھڑے ہوئے جب وہ شاہزادے کے قریب پہنچے، تو دیو نے انہیں دیکھ لیا، اور شاہزادے کو خبر کر دی۔

دشمنوں کی طاقت بہت زیادہ تھی اور شاہزادہ ان سے لڑ نہیں سکتا تھا۔ اس لئے وہ اپنی بیوی اور کتے کو لیکر ایک غار میں گھس کر چھپ گیا، پیچھا کرنے والے دشمن غار کے سامنے سے گزرے مگر شاہزادے کو نہ دیکھ سکے۔ لیکن وفادار کتے سے رہا نہ گیا۔ جب دشمن واپس جا رہے تھے تو کتا غار سے نکلا اور ان پر حملہ آور ہوا۔

اب راز کھل گیا۔ دشمن غار کی طرف آئے اور شاہزادے پر حملہ کر دیا۔ شاہزادہ شاہزادی اور کتا بڑی بہادری سے لڑے، مگر دشمن بہت تھے، تینوں مارے گئے اس طرح شاہزادے کی موت، کتے کی موت سے ہوئی۔

اس واقعے کے بعد دونوں پھر جمع ہوئے اور آپس میں کہنے لگے۔

رو تقدیر کا لکھا تو پورا ہو گیا۔ لیکن شاہزادے شاہزادی اور کتے نے ایسی محبت اور وفاداری دکھائی ہے۔ جس کی مثال دنیا میں نہیں مل سکتی لہذا ہمارا فیصلہ یہ ہے کہ تینوں پھر زندہ ہو جائیں اور دنیا میں رہیں۔

فوراً تینوں زندہ ہو گئے اور بڑے عیش کی زندگی بسر کرنے لگے۔

مصری کہاوتیں

پرانے مصر میں بھی ضرب المثلیں اور کہاوتیں عام تھیں۔ یہ چیز، مصریوں کی ادبی، و ذہنی ترقی کا ایک کھلا ثبوت ہے۔ اب تک جتنی کہاوتیں ملی ہیں اُن کا خلاصہ یہاں درج کیا جاتا ہے۔

۱۔ مالدار بننے کی فکر نہ کرو۔ کیونکہ دولت ہنس کیطرح پر رکھتی ہے اور جب چاہتی ہے اڑ جاتی ہے۔

۲۔ زبردست سے مقابلہ پڑے، تو نہ لڑو۔ کیونکہ جیت نہ سکو گے۔ مفت میں نئی مصیبتیں سر پر آجائیں گی۔

۳۔ مقابلہ لڑو تو غصہ سے نہیں بلکہ عقل کام لو۔

۴۔ بد معاش سے پالا پڑ جائے، تو ایسے سمجھو جیسے تم میں جان ہی نہیں۔

۵۔ گالیاں دینے والے کا سب سے اچھا جواب خاموشی ہے۔

۶۔ سب سے اچھا وہ ہے۔ جو کسی جھگڑے میں نہیں ہے۔

۷۔ بڑے آدمیوں سے جان پہچان رکھنا عقلمندی ہے۔

مصریوں کی شاعری

مصریوں کی شاعری بھی اتنی ہی پرانی ہے جتنی پرانی ان کی تہذیب ہے اور وہ شاعری کی بہت سی قسموں سے بخوبی واقف تھے۔ قصیدے، مرثیے نظمیں غزلیں اور گیت سب کچھ لکھتے تھے یہاں چند نمونے پیش کئے جاتے ہیں۔

قاہرہ کے عجائب خانے میں کالے پتھر کی ایک بڑی تختی محفوظ ہے۔ اور ان مول سمجھی جاتی ہے کیونکہ اس پر ایک جنگی قصیدہ لکھا ہوا ہے جسے مصری ادب و شعر میں بہت بڑا درجہ دیا گیا ہے۔ قصیدہ، فرعون، تھوتھمیس سوم کی تعریف میں ہے، اور قصیدے میں اس

فرعون کی عظیم الشان فتوحات بیان کی گئی ہیں، تختی پر فرعون کی تصویر بھی ہے، اور اس طرح ہے کہ فرعون ویوتا آمین کو مخاطب کرتا ہے اور آمین اُسے جواب دیتا ہے شروع میں سجع عبارت ہے، پھر نظم شروع ہو جاتی ہے نظم ویوتا کی زبان سے کہلوائی گئی ہے۔ ترجمہ ملاحظہ ہو:-

ویوتا فرعون سے کہتا ہے:-

"میں آیا ہوں اور تجھے اختیار دیتا ہوں کہ فینیقیا کے بڑی سرداروں کا تو صفایا کر دے وہ سردار اپنے ملک کی زمین پر گر پڑے ہونگے اور اے عظمت والے! میں تجھے اُن پر نورانی سورج کی طرح چمکاؤں گا۔ تو میری صورت بن کر اُن پر درخشاں ہو جائے گا!"

"میں آیا ہوں اور تجھے اختیار دیتا ہوں کہ ایشیا کے وحشیوں کو پیس ڈال۔ اور شام کے سرداروں کو بیڑیاں پہنا کر مصر میں لے آ۔ اور اے عظمت والے! میں تیرے دشمنوں کی نگاہوں میں زبردست بنا دوں گا، جب تو اپنے ہتیار لگا کے اپنی رتھ میں اُن کے سامنے جائیگا"

"میں آیا ہوں اور تجھے اختیار دیتا ہوں کہ مشرق کی سرزمین کو فنا کر ڈال۔ فینیقیا اور قبرص تجھ سے لرزتے رہیں۔ اور اے عظمت والے! میں اپنی بھرپور طاقت سے تیرے پاس آیا ہوں، اور تجھے اختیار دیتا ہوں کہ جو تو میں اپنے دروازوں کے پیچھے چھپی بیٹھی ہیں اُنہیں کچل ڈال۔ اور ایسا ہو کہ متقلیا کے ساحل تیرے دبدبے سے کانپتے رہیں۔ اور اے عظمت والے! میں اپنی بھرپور طاقت سے تیرے پاس آیا ہوں اور تجھے اختیار دیتا ہوں کہ اُن سب قوموں کا ناس کر دے جو اپنے جزیروں میں رہتی ہیں، اور ایسا ہو کہ بیچ سمندر کے رہنے والے، تیرے رعب سے لرزتے رہیں۔ اور اے عظمت والے! میں اپنی بھرپور طاقت سے تیرے پاس آیا ہوں اور تجھے اختیار دیتا ہوں کہ لیبیا والوں کو مٹا ڈال، اور جزائر والے تیرے اقتدار میں رہیں۔ اور اے عظمت والے! میں اپنی بھرپور طاقت سے تیرے پاس آیا ہوں اور تجھے اختیار دیتا ہوں کہ سب سمندر تیرے قبضے میں ہوں۔ اور اے عظمت والے! میں اپنی بھرپور طاقت سے تیرے پاس آیا ہوں

اور تجھے اختیار دیتا ہوں کہ ریگستان میں رہنے والے
بدو تیری قید میں رہیں۔ اور اے عظمت والے!
میں اپنی بھرپور طاقت سے تیرے پاس آیا ہوں اور
تجھے اختیار دیتا ہوں کہ نوبیا کے جنگلوں کو ناپید کر دے
اور سب قومیں تیرے ہاتھ میں ہیں۔ اور اے عظمت والے
میں تجھے اپنر ایسا ہی زبردست اور شاندار ظاہر کرونگا
جیسے تیرے دونوں بھائی حوریس اور تیفون (دیوتا) جنہوں
نے تیرا ساتھ دیا ہے اللہ تیری سلطنت اٹل بنا دی ہے۔

یہ قصیدہ مصر میں اس قدر مقبول ہوا تھا
کہ بعد کے کئی فرعونوں نے جیسے ستی اول اور
راسس سوم نے اسے تھوتھمیس کا نام بدل کر
اپنی یادگاروں پر لکھوا دیا، تاکہ اپنی بڑائی ظاہر کریں۔

فرعون موسیٰ منفتاح کی تاجپوشی کے
موقعہ پر درباری شاعر نے جو قصیدہ لکھا تھا
اس کا ترجمہ یہ ہے:۔

"خوش ہو جا اے ساری کائنات خوش
ہو جا، کیونکہ تیری خوش بختی کی کڑی یہی ہے۔
"زمین پر ایک نیا بادشاہ قائم ہوا ہے، پوری
زمین پر!۔
"تمام مخلوق اس بادشاہ کی قوت و عظمت
کے آگے جھکی ہوئی ہے:۔
"نیا بادشاہ آیا، اور اس کے ساتھ پانی
بھی زیادہ ہو گیا!۔
"نیل میں طغیانی آ گئی، اور پانی ذرا بھی کم نہیں ہوا
"دن کی عمر بڑھ گئی، اور رات کی عمر گھٹ گئی!
"ہر مہینہ اپنے وقت پر آتا ہے، اور کوئی فصل
آگے پیچھے ہونے نہیں پاتی۔
"دیوتا بھی خوش ہیں اور مارے خوشی کے
جھوم رہے ہیں!۔
"کیونکہ نیا بادشاہ آیا ہے!۔
"اور اسی لئے ہم سب لوگ حیرت میں ڈوبی
ہوئی خوشی سے اپنے دل آباد پا رہے ہیں!۔

فرعون منفتاح ہی کے ایک اور درباری
نے اس طرح قصیدہ پڑھا:۔

"کیا ہی مبارک ہے آج کا دن!۔
"آسمان اور زمین پھولے نہیں سماتے، کیونکہ
آقا، اب سے مصر کا بادشاہ تو ہے!۔
"بھاگے ہوئے لوگ واپس آ گئے ہیں، کیونکہ
تیرا رحم بے حساب ہے!۔
"چھپے ہوئے باہر نکل آئے ہیں، کیونکہ تیرا
انصاف عام ہے!۔
"بھوکے پیٹ بھر کر کھا چکے ہیں اور خوش
ہیں۔ کیونکہ تیری سخاوت ہر جگہ پھیلی ہوئی ہے"

"پیاسے پی چکے ہیں، اور خوش ہیں، کیونکہ تیری بخشش جاری ہے!۔

"ننگے بھاری جوڑے پہنے اینٹھ رہے ہیں:۔ کیونکہ تیرا ہاتھ کھلا ہوا ہے!۔

"قیدی چھوڑ دیے گئے ہیں، ہتکڑیوں، بیڑیوں کی جگہ خوشیاں اُن سے چمٹی ہوئی ہیں، کیونکہ تُو رحم دل ہے!۔

"آقا یہ تیری برکت ہے کہ دشمن بھی گلے مل رہے ہیں!

"اور نیل یلغاریں مارتا آگیا ہے، تاکہ ہر دل خوشی سے بھرپور ہو جائے!۔

"آقا! یہ تیرا ہی بھروسہ ہے کہ بیواؤں نے اپنے دروازے مسافروں کے لئے چھوڑ دیے ہیں!

"آقا! یہ تیرا ہی جلال ہے کہ کنواریاں نڈر ہو کر اور بن سنور کر اپنے گھروں سے نکل پڑی ہیں، اور مصر کی پوری زمین اُن کے اس گیت سے گونج رہی ہے:۔

"... تو ہی ہے جو ایک نسل کے بعد دوسری نسل پیدا کرتا ہے!۔

"بادشاہ!۔

"پیارے بادشاہ!۔

"مقدس بادشاہ!۔

"ہاں تیرے لئے دائمی زندگی لکھ دی گئی ہے"

مصری غزلیں

مصری غزلیں اثر میں ڈوبی ہوئی ہیں۔ مصری غزلوں کی خصوصیت یہ ہے کہ عاشق کی زبان سے بھی ہیں اور معشوقہ کی زبان سے بھی۔ ایرانی طریقہ کے برخلاف مصری شاعری میں مرد کا محبوب مرد نہیں ہوتا، بلکہ عورت ہوتی ہے اور عورت کا محبوب مرد ہوتا ہے۔

غزلوں کے ایک دو نمونے ملاحظہ کیجئے:

"میں اپنے کمرے میں لیٹا جاتا ہوں"

"کیونکہ تیری وجہ سے بیمار ہوں"

"پڑوسی بیمار پُرسی کو آتے ہیں"

"مگر وہ کیا جانیں میری بیماری کیا ہے!

"اے کاش، میری "بہن" بھی پڑوسیوں کے ساتھ چلی آئے!

"وہی پڑوسیوں کو بتائے گی کہ مجھے کس دوا سے فائدہ ہوگا"

"کیونکہ اکیلی وہی میری بیماری جانتی ہے"

ایک اور غزل ہے:۔

"میری "بہن" کا گھر"

"دروازہ دفعتاً کھل جاتا ہے"

"اوہ! میری "بہن" ناک بھوں چڑھائے چلی جاتی ہے"

"آہ، میں دربان کیوں نہ ہوا"

"دربان! ذرا لو میری "بہن" مجھے حکم دیتی!"

"کچھ نہیں تو میں اس کی آواز تو سنتا، جو سب آوازوں سے میٹھی ہے۔

"چاہے وہ غصہ ہی کیوں نہ ہوتی۔ کم سے کم یہ مجھ سے بولتی تو!"

"اور چاہے میں، ننھے سے بچے کی طرح ان کے سامنے ڈر سے سہما ہی کیوں نہ ہوتا!

"کیا اچھا ہوتا کہ میں اس کی ماما ہوتا!

"کچھ نہیں تو اس کی پنڈلیاں تو دیکھ سکتا!"

ایک اور غزل ہے۔

"دریا کے کنارے میری محبوبہ کے بوے، آہا!

"مگر مجھے ریت میں چھپا ہوا ہے، مگر مجھے کیا ڈر ہے؟

"محبوبہ کے بوسوں کی گرمی میرے دل میں ہے۔

"میں دریا میں کود پڑتا ہوں،

"کیوں ڈروں؟ محبوبہ کے بوے میرے لئے تعویز ہیں اور مجھے ہر بلا سے بچا لیں گے!"

ایک اور غزل ہے:۔

"جب میں اسے پیار کرتا ہوں اور وہ اپنا نازک منہ کھول دیتی ہے تو پھر کس کافر کو شراب کی ضرورت باقی رہتی ہے؟"

"داروغہ! سن! سوتے وقت نرم ریشم کا کپڑا محبوبہ کی پنڈلیوں کے بیچ میں رکھ دیجیو کیونکہ وہ نازک ہے!

"داروغہ! میری محبوبہ کے لئے فرعونی بچھونا بچھا دیجیو! کیونکہ وہ عیش میں پلی ہے!

"اور ہاں۔ اے داروغہ! بچھونا کا مدار بھی ہو اور اعلیٰ درجے کے تیل سے نرم بھی کر دیا گیا ہو!

ایک اور غزل ہے۔

"پیاری، کیا میرا دل، تیری ہی محبت میں گرفتار نہیں ہے؟

"میں تجھے کبھی نہیں چھوڑوں گا۔ چاہے ساری دنیا مجھے چھوڑ دینی پڑے!

"میں تجھے نہیں چھوڑوں گا۔ چاہے میری جان بھی لے لی جائے!

"میں کسی کے کہنے سے اپنے دل بند کو کیسے چھوڑ سکتا ہوں؟"

مصری کنواریوں کا گیت

"اب سنئے، ہزاروں برس پہلے کی ایک مصری لڑکی، محبت کا گیت گاتی ہے۔

"پیارے چینے بھائی! تو کہاں ہے؟

کہاں چلا گیا۔

"ہم نے اپنی کن انکھیوں سے ایک جال بنا تھا، اور تجھے پھانسنے لگی تھی!

"پرماتما کی تمام چڑیاں، مصر میں آکر اترتی ہیں اور خوشبو سے بس جاتی ہیں!

"جو چڑیا بھی اپنے غول سے آگے بڑھ جاتی ہے میرا جگنو اسے موہ کر اپنے پاس اتار لیتا ہے۔

"لیکن پیارے بھائی، میرا دل تیرے ہی ساتھ ہے!

"آخر تو چلا کہاں گیا؟

"میرا جی چاہتا ہے کہ ہم دونوں مل کر سب چڑیوں کو اپنے بس میں پھنسا لیں!

"اے کاش ایسا ہو کہ میں تیرے ساتھ بالکل اکیلی رہوں!

"اور کاش، ایسا ہو کہ میری خوشبو بھری چڑیا کی چیخیں تو سن لے!

"اوہ میں جلدی سے جال تیار کر لوں اپنے جال کو،

"اپنے محبوب کو پھانس لینے کے لئے تیار کر لوں اپنے جال کو!

"ہاں میرا جال، بالکل میرے نزدیک لگا ہوا ہے۔

"پیارے بھائی۔ تو آجا اور چپ چاپ پھنس جا، میرے جال میں!

"لیکن حسین دوست، تو کیسے پھنسے گا میرے جال میں۔

"تو تو چلا گیا ہے وہاں جہاں محبوب کی سرزمین ہے!

"محبوب نہیں آیا، اور دن ختم ہو رہا ہے۔ لو شام بھی ہو گئی۔ لڑکی گاتی ہے:۔

"بلبل چیخ رہی ہے، کیونکہ جگنو اس نے دیکھ لیا ہے

"لیکن پیارے بھائی، تیری محبت کے سامنے بلبل کیا ہے۔

"میں بلبل کو بھولی جا رہی ہوں!

"تیری محبت مجھے بہائے لئے چلی جا رہی ہے اور میں کہیں ہاتھ بھی نہیں ٹیک سکتی!

"تیری محبت کے بہاؤ کا میں مقابلہ نہیں کر سکتی میں بھی چلی جا رہی ہوں!

"صبح میں اپنا جال ساتھ لیتی جاؤں گی، مگر واپس آکر اماں سے کیا کہوں گی؟

"روز تو میں بہت سا شکار گھر لے جاتی تھی لیکن کل خالی جال میرے ساتھ ہوگا!

"کیونکہ تیری محبت مجھے اپنا غلام بنا چکی ہے!

ایک منٹ رک کر پھر گاتی ہے :-

"بطیں اڑ رہی ہیں، نیچے اتر آئی ہیں۔ کتے بھی ان کی چیخیں سن کر بھونک رہے ہیں،

"مگر میں سب کچھ چھوڑ چکی ہوں۔ بس تیری ہی محبت میرے دل میں بسی ہوئی ہے!۔

"کیونکہ میرا دل تیرے دل سے بندھ چکا ہے!

"تیرے حسن سے کٹ کر میں جی نہیں سکتی!"

شاید لڑکی کی ماں نے محبت پر ڈانٹا ڈپٹا۔ لڑکی چپ ہو جاتی ہے۔ مگر جوں ہی رات کو اپنے کمرے میں اکیلی ہوتی ہے۔ تو دھیمی آواز میں گانا شروع کر دیتی ہے :-

"من موہن دوست پیارے بھائی میرا دل چین ہی نہیں لے گا جب تک تیری بیوی بن کر تیرے ساتھ نہ رہوں!

"جہاں بھی تو جائے مجھے اپنے ساتھ لے چل، مگر اس طرح کہ تیرا ہاتھ میرے کندھے پر رکھا ہو!۔

"اسی وقت میں اپنے دل کی جو میرے سینے میں ہے سب باتیں تجھ سے کہہ سکوں گی!

"میرے سرتاج بھائی، آج رات تو نہ آیا، تو بتاؤں کیا ہوگا؟۔

"میں ویسی ہو جاؤں گی، جیسے قبر میں سونے والے مردے ہوتے ہیں!۔

"کیونکہ تو ہی تندرستی اور زندگی رکھتا ہے!۔

"پیارے تو ہی میرے دل میں تندرستی اور زندگی کی خوشی اتار سکتا ہے!۔

"ہاں مجھ میں، جو تیری تلاش میں سب کچھ بھول چکی ہے!۔

گھنٹوں پر گھنٹے گذر جاتے ہیں، اور محبوب نہیں آتا۔ بے چاری لڑکی۔ مدھم سر میں گانا شروع کر دیتی ہے۔

"پیارے فاختہ بول رہی ہے!

"کہتی ہے، دیکھو پو پھٹ رہی ہے۔

"ہائے افسوس اب میں کیا کروں؟

"پیارے تو ہی فاختہ ہے۔ تو ہی مجھے پکارتا ہے

"اچھا، میں اب اپنے بھائی کے کمرے میں جاؤں گی!

"اور میرا دل اسے دیکھ کر باغ باغ ہو جائیگا!

"ہاں میں تیرے کمرے میں آتی ہوں

"پھر کبھی نہیں جاؤں گی!۔

"میرا ہاتھ ہمیشہ تیرے ہی ہاتھ میں رہیگا

"اور جب میں کہیں دور جاؤں گی، تو تیرے

ہی ساتھ حسین جگہوں میں جاؤں گی!۔

"آہ میرا بھائی مجھے سدا خوش رکھے گا!۔

"کوئی عورت بھی مجھ سے زیادہ نصیبے ور نہ ہوگی

"کیونکہ میرا بھائی کبھی میرا دل نہیں توڑے گا۔"

دعوتِ عیش

برٹش میوزیم میں ایک پرانا بردی کاغذ محفوظ ہے۔ یہ فرعون انتف کی قبر سے نکلا تھا۔ اس ایک گانا لکھا ہوا ہے۔ جو دعوتوں میں مہمانوں کے سامنے گایا جاتا تھا، جب وہ کھانے پر بیٹھ جاتے تھے۔ ترجمہ حسب ذیل ہے۔

"ہزاروں برس سے یہی ہو رہا ہے کہ اگلے چلے جاتے ہیں اور پچھلے باقی رہتے ہیں،

"زبردست بادشاہ جو کبھی حکمرانی کرتے تھے اپنے اہراموں میں پڑے سو رہے ہیں،

"علماء اور عظماء بھی اپنے مقبروں میں دفن ہیں

"جو گھر اور محل وہ بنا گئے تھے انکے نہیں رہے

"تو دیکھتا ہے ان کا کیا حشر ہوا،

"ان کی دیواریں گر گئیں،

"اور وہ خود ایسے ہو گئے جیسے کبھی تھے ہی نہیں!

"ان کے پاس سے کوئی نہیں آتا کہ ہمیں بتائے انپر کیا بیتی؟

"لہذا تو اپنا دل خوش رکھ اور زیادہ سے زیادہ عیش کر لے!

"ہاں خوشی ہی منا تا رہ، جب تک تو زمین پر ہے!

"آخر وہ دن تو آئے گا ہی جو آنے والا ہے!

"اس دن اور برس نہ تیری فریاد سنیگا، نہ تجھ پر ترس ہی کھائیگا

"پھر کیوں نہ تو عیش کر لے؟

"دنیا کی کسی چیز کی بھی فکر نہ کرنا!

"کیونکہ تو مسافر ہے،

"تیرے ساتھ دنیا کی کوئی چیز بھی نہ جائے گی!

یا یہ گانا گاتے تھے۔

"عیش کر لے،

"بس آج کے دن عیش کر لے!

"کیونکہ کل تجھے چلا جانا ہے۔

"اور تو پھر کبھی واپس نہیں آئے گا!

"ہاں کھا لے اور پی لے،

"کیونکہ تجھے وہاں جانا ہے، جہاں سے کوئی کبھی نہیں پھرا!

"اپنے دل کو خوشی سے بھر لے،

"کیونکہ قبر تجھے کھینچ رہی ہے، جہاں کوئی مسکرا بھی نہیں سکتا!"

ایک اور چھوٹا سا گانا یہ ہے:۔

"آج عیش منا، اور عطر میں بس جا۔

"پھول رکھ اپنی بہنوں کے سینوں پر، جو تیرے دل میں رہتی ہیں اور تیرے پاس بیٹھی ہیں

دو گانا سُن، ناچ دیکھ، موسیقی سے لطف اٹھا!
"خوش ہو، اور کلیل کر!"

کھیت کاٹنے کے بعد غلّہ گاہنے کے وقت کسان اپنے بیلوں کو ہانکتے جاتے، اور یہ گانا گاتے جاتے تھے:۔

"روندے جاؤ بیلو،
"اپنے لئے روندے جاؤ بیلو،
"ہاں بیلو! اپنے لئے روندے جاؤ،
"بناؤ بھُس اپنے لئے، اور گیہوں اپنے مالک کے لئے:۔
"ستاؤ نہیں بیلو! کیونکہ آج ہوا اچھی ہے!"

موسیقی

پُرانے مصر میں موسیقی نے بھی بڑی ترقی کی تھی، اس فن کی بہت عزت تھی بڑے بڑے کاہن اور شاہزادے تک اس فن میں کمال پیدا کرتے تھے۔ موسیقی کا مصریوں کو اس قدر اہتمام تھا کہ فرعون اخناتون نے خود اپنے محل کے پاس اپنے گویوں کیلئے ایک دو منزلہ مکان بنایا تھا۔ اس مکان میں پانچ کمرے تھے اور ایک بڑا ہال۔ ہال میں موسیقی کی مجلس منعقد کی جاتی تھی اور کمروں میں موسیقی کے استاد، شاہی فرج سے بڑے آرام سے رہتے تھے۔

موسیقی کی باقاعدہ تعلیم ہوتی تھی ممفس اور دوسرے شہروں میں اس کے لئے بڑے بڑے مدرسے قائم تھے۔ یہ اس لئے کہ موسیقی مصریوں کی تمدنی زندگی کا لازمی حصہ بن گئی تھی ہر امیر گھر میں گانے بجانے والوں کا ایک طائفہ ضرور رہتا تھا اور اس کا کام تھا کہ جب صاحب خانہ کھانے پر بیٹھے یا مہمانوں کی دعوت کی جائے تو طائفہ گائے اور بجائے۔ شاہی محل میں بھی ایسا طائفہ ہوتا تھا۔ تل العمارنہ پر ایک شاہی طائفہ کا ذکر موجود ہے۔ اس میں آٹھ عورتیں تھیں، جن کا کام فرعون کے سامنے گانا بجانا تھا۔

بہت پُرانے زمانے میں موسیقی میں اندھوں کو زیادہ کامل سمجھا جاتا تھا۔ چنانچہ قدیم تصویروں میں اندھے ہی گاتے بجاتے دکھائی دیتے ہیں مگر جب تہذیب نے ترقی کی، تو اندھوں کا عروج ختم ہوگیا اور انھیں "غلیظ" اور "ندیدہ" کہا جانے لگا۔ جیسا کہ بہت سے کتبوں میں لکھا ہے چنانچہ ترقی یافتہ زمانے کے جلسوں کی تصویر کا

میں اندھے دکھائی نہیں دیتے۔ اگر کہیں دکھائی دیتے ہیں تو قصابوں کے قریب مثل العمارنہ کی تصویروں میں دکھایا گیا ہے کہ قصاب، مندر کے صحن میں قربانی کے جانور کاٹ رہے ہیں اور ان کے پاس ہی اندھے بیٹھے اپنے آلات موسیقی پر گا رہے ہیں۔ اسی قدر نہیں، بلکہ یہ بھی دکھایا گیا ہے کہ زیادہ تر کھانا اندھے ہی چٹ کر گئے ہیں!

گانے بجانے کے کچھ اوقات بھی مقرر ہو گئے تھے

۱۔ کھانے کے وقت۔ اس موقعے پر گانے میں ترغیب دی جاتی تھی کہ موت سے پہلے آدمی کو زیادہ عیش اٹھا لینا چاہئے۔

۲۔ مندر کے صحن میں جب دیوتاؤں کے لئے جانور کاٹے جاتے تھے۔

۳۔ جب کوئی بڑا آدمی مرتا یا پھینٹ چڑھاتا تھا۔ اس موقعے پر گانے والے، قربانی کے جانوروں کی تعریفیں گاتے تھے تاکہ گوشت میں سے زیادہ سے زیادہ حصہ مارے جائیں

۴۔ لاش دفن ہونے کے موقع پر آلات موسیقی استعمال نہیں کئے جاتے تھے۔ سادہ گریہ زاری کا گانا ہوتا تھا۔

۵۔ محنت مشقت کرتے وقت گاتے تھے تاکہ تھکن نہ معلوم ہو، تصویروں میں دکھایا گیا ہے کہ کسان کٹائی کر رہے ہیں اور لڑکوں کا ایک غول سامنے بیٹھا گا بجا رہا ہے۔

۶۔ نیل میں جب طغیانی آتی تھی، تو ملک بھر میں گانے بجانے کا زور ہو جاتا تھا، جہاں دیکھو، مرد عورتیں، بچے بوڑھے جمع ہیں۔ اُن کے آگے ایک شخص بیٹھا بجا رہا ہے، اور باقی لوگ پیچھے سے گاتے ہیں اور تالیاں بجاتے جاتے ہیں۔

پرانے مصر میں بھی ڈھول، طبلے، جھانج مجیرے، ستار، سارنگی، بربط، بین، بانسری وغیرہ کا رواج عام تھا۔

مصری جب گاتے تھے، تو اپنے کان کے نیچے یا گال پر ہاتھ ضرور رکھ لیتے تھے۔

ناچ

مصریوں کو ناچ کا بھی بڑا شوق تھا، اور اس فن میں انھوں نے اچھی ترقی کر لی تھی، جیسا کہ پرانی تصویروں سے ثابت ہوتا ہے۔ ناچ کئی قسم کا تھا، مگر ایک ناچ بہت معیوب تھا جو عورتیں بڑی بے حیائی سے صرف اپنے

پیٹ اور پیڑو کو عجیب انداز سے ہلاتی تھیں اور دیکھنے والوں کو لطف آتا تھا۔ بدقسمتی سے یہ ناچ آج تک مصر میں رائج ہے اور بہت مقبول ہے۔

ناچ کا لباس خاص ہوتا تھا، عورتیں بہت ہی مہین کپڑا پہن کر ناچتی تھیں، جس سے وہ بالکل برہنہ معلوم ہوتی تھیں۔ آج بھی مصر میں یہی دستور ہے۔ مگر صرف پیشہ ور ناچنے والیوں میں۔

مصری عبادتوں میں ناچ بھی شامل تھا۔ مندروں میں ناچنے والیاں رہتی تھیں، اور خاص خاص مذہبی تقریبوں اور موقعوں پر ناچا کرتی تھیں۔ ہر دنیاوی تقریب پر بھی ناچ ضرور ہوتا تھا۔ چاہے خوشی کی ہو یا غمی کی ہو۔

اس کے علاوہ جب کوئی شخص سفر سے واپس آتا تھا یا بادشاہ سے خلعت لے کر آتا تھا، تو گھر کی عورتیں ہاتھوں میں ہری شاخیں لئے اور ڈھول بجاتی ہوئی ناچ کر اپنے آدمی کا استقبال کرتی تھیں۔ اسی طرح جب مال سے لدی ہوئی کشتیاں آتی تھیں، تو عورتیں رقص کرتے ہوئے بندرگاہ پر اُن کا خیر مقدم کرتے تھے۔ اسی طرح جب دوسرے ملکوں سے مصر میں خراج آتا تھا تو تمام باشندے خوشی سے ناچتے تھے، ناچ کے ساتھ عموماً باجے بھی ہوتے تھے۔

تھیٹر

اسٹیج پر اداکاری کا فن، ادب کا ایک حصہ ہے۔ مدتوں تک مورخوں کا اتفاق رہا کہ اس فن کی ابتداء یونان سے ہوئی ہے۔ لیکن اب تقریباً مان لیا گیا ہے کہ سب سے پہلے مصر ہی میں یہ فن ظاہر ہوا تھا۔ ہیروڈوٹس اور پلوٹارک نے صدیوں پہلے یہ واقعہ اپنی کتابوں میں لکھ دیا تھا، مگر مورخ اسے صحیح تسلیم نہیں کرتے تھے یہاں تک کہ پچھلی صدی کے اواخر میں فرانسیسی علامہ ایمان نے بعض مصری کتبے پائے۔ پھر ۱۹۲۸ء میں جرمن علامہ کورت سیدت نے بعض پردی کاغذوں سے معلومات جمع کیں، پھر ۱۹۳۱ء میں مصری محقق پروفیسر سلیم حسن نے بعض پرانی تصویریں دریافت کیں، اور ان سب سے ثابت ہو گیا کہ حضرت مسیح کی پیدائش سے انیس سو برس پہلے بھی مصر میں ڈرامے لکھے جا چکے تھے اور انہیں باقاعدہ ایکٹ بھی کیا جاتا تھا! اکثر ڈرامے دیوتا اوزیرس کی موت اور دوبارہ زندگی پر لکھے گئے تھے۔ اور انہیں مندروں میں

اس طرح اسٹیج پر دکھایا جاتا تھا کہ قصہ دیکھنے والوں کی آنکھوں کے سامنے اصلی قصہ آجاتا

یونان کو صرف دینی ادا کا موجد مانا جاتا تھا لیکن اب ثابت ہوگیا ہے کہ مصر یونان سے صدیوں پہلے اس فن کو برتتا تھا۔ اس سے بھی زیادہ بڑی بات یہ ہے کہ مصر میں قومی یا شہری اسٹیج بھی تھے۔ جن پر ڈراموں کو ایکٹ کیا جاتا تھا۔

مسیلو کنسر کو ۱۹۲۲ء میں اوفو کی کھدائی کرتے ہوئے ایک تختی ملی۔ یہ تختی کسی ایکٹر دیوتا کی تعریف میں نصب کی تھی۔ اس پر ایکٹر لکھتا ہے:۔

میں اپنے استاد کے ساتھ ہر جگہ جاتا ہوں۔ اور جہاں بھی وہ ایکٹ کرتا ہے میں بھی کرتا ہوں۔ اگر وہ تھیٹر میں دیوتا کا پارٹ ادا کرے تو میں فرعون کا پارٹ ادا کرتا ہوں، اور جب وہ موت کے دیوتا کا پارٹ ادا کرتے ہوئے لوگوں کو "مار ڈالتا ہے"۔ تو میں زندگی کا پارٹ ادا کرتے ہوئے انہیں جلا دیتا ہوں!"

اس تختی سے صاف ثابت ہو جاتا ہے کہ مصر میں صرف دینی تھیٹر ہی نہیں تھے۔ بلکہ عام قومی یا شہری تھیٹر بھی تھے۔ یہاں ہمیں اس سے بحث نہیں۔ اور نہ ہمیں پوری طرح معلوم ہے کہ اس فن میں مصریوں نے کس حد تک کمال حاصل کیا تھا

چھٹا باب

مصری آرٹ

مصری آرٹ کی بنیاد

"ادب" کی طرح "فن" یا "کلچر" کی طرح "آرٹ" کا مفہوم بھی بہت پھیلا ہوا ہے مگر یہاں ہم عام مفہوم ہی مراد لیں گے۔ یعنی تصویر بنانا، لکڑی یا پتھر پر نقش کھودنا اور بت یا اسٹیچو بنانا۔ ہم پہلے آرٹ کی آخری قسم کو دیکھیں گے۔ کیونکہ یہی مصریوں کا اعلیٰ آرٹ تھا۔

مصری آرٹ سمجھنے کے لئے وہ واقعہ پھر یاد کر لینا چاہیئے۔ جو مذہب کے باب میں بیان ہو چکا ہے۔ ہم لکھ آئے ہیں کہ مصری کبھی نہ ختم ہونے والی زندگی چاہتے تھے اور یقین کرتے تھے کہ موت کے بعد بھی آدمی ہمیشہ زندہ رہ سکتا ہے

اگر اس کے لئے بندوبست ہو جائے :۔ کھانے پینے کا اور لاش کے محفوظ رہنے کا۔

پہلی چیز پر عمل کی صورت یہ تھی کہ مردے کیلئے کھانا پینا اس مقبرے میں برابر پہنچتا رہے۔ مگر ظاہر ہے کہ یہ بہت مشکل کام تھا، اور زیادہ مدت چل نہیں سکتا تھا۔ اس لئے تجویز کیا گیا کہ کھانے پینے کی تصویریں مقبرے میں بنا دی جائیں اور فرض کر لیا گیا کہ جادو کے منتروں اور دعاؤں کے اثر سے یہ تصویریں کھانے پینے کی چیزیں بن جایا کرینگی!

دوسری چیز کا یہ انتظام کیا گیا کہ لاشوں کو ممی کرنے لگے۔ اس سے لاش بہت مدت تک سڑنے گلنے سے محفوظ تو ہو جاتی تھی مگر یہ ڈر اب بھی باقی تھا کہ کہیں لاش فنا نہ ہو جائے۔ اس ڈر کو دور کرنے کے لئے طے پایا کہ لاش کے ساتھ مردے کی بہت سی مورتیاں رکھدی جائیں، اور مان لیا گیا کہ اگر کبھی لاش سڑ گل جائے گی تو روح ان مورتیوں میں سے کسی مورتی کو اپنا گھر بنا لے گی۔ اس طرح مرنے کے بعد بھی آدمی ہمیشہ جیتا رہے گا۔

مصری آرٹ کی دہنی بنیاد یہی ہے۔ اور یہ بنیاد جان جانے کے بعد اب ہم مصری آرٹ کو آسانی سے سمجھ سکتے ہیں۔

ہمیں معلوم ہو گیا کہ مصریوں کا آرٹ بھی ان کی ایک بڑی مذہبی ضرورت پوری کرنے کے لئے تھا۔ اسی لئے وہ اپنے آرٹ میں مذہبی احکام اور مذہبی پیشواؤں کے پابند تھے۔ اگر یہ پابندی نہ ہوتی تو نہ جانے کتنی ترقی کر جاتے کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ اس پابندی پر بھی انہوں نے حیرت انگیز ترقی کر لی تھی۔

مذہب کے احکام کا تقاضہ تھا کہ صنّاع اور آرٹسٹ جو مورتیاں اور بت بنائیں اور بت بنائیں وہ اصل کے ٹھیک مطابق ہوں۔ یعنی جس آدمی کی مورتی یا بت ہو ٹھیک ٹھیک اسی کی صورت کی ہو۔ بال برابر فرق نہ پڑ جائے، ورنہ روح، قبر میں اس مورتی کو پہچان نہ سکے گی۔ اور بھٹک بھٹک کر مٹ جائے گی!

ایسی حالت میں کھلی بات ہے، صنّاع اپنے خیال کی مدد سے حسن و جمال کے مجسمے تیار نہیں کر سکتا تھا، کیونکہ اس کا ذہن قید کر دیا گیا تھا۔ مصریات کے مشہور علّامہ ماسپرو نے بالکل سچ کہا ہے "ہمارے لئے

یہ سمجھنا آسان ہے کہ جو مجسمے دیوتاؤں کے نہیں ہیں بلکہ آدمیوں کے ہیں۔ انہیں کمال کے درجے پر پہنچانے کی مصری صناعوں نے کیوں کامیاب کوشش کی ہے ان مجسموں میں حسن و جمال کے نمونے نہیں ہیں لیکن اس پر بھی یہ اعلیٰ آرٹ کے نمونے ہیں کیونکہ جن آدمیوں کے یہ مجسمے تھے، بعینہٖ انہی کی صورت پیش کرتے ہیں خوبصورت آدمیوں کے مجسمے خوبصورت ہیں۔ بدصورتوں کے بدصورت ہیں کیونکہ مصری عقیدے کے مطابق ایسا ہی ہونا چاہیے تھا۔ ورنہ روح ان مجسموں کو پہچان ہی نہ سکتی۔

یہ معلوم کر کے تعجب کیا جائے گا کہ مصری دیوتاؤں کے بتوں اور مورتیوں میں کوئی قابلِ ذکر آرٹ موجود نہیں ہے۔ مگر اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں، کیونکہ اول تو دیوتاؤں کی جو شکلیں مقرر ہو چکی تھیں، ان میں صناع اپنی طرف سے کوئی تبدیلی کر نہیں سکتا تھا اس کا فرض بس یہ تھا کہ اصلی صورت کی نقل اتار دے دوسرے یہ کہ مندر میں دیوتا کا اصلی بت، فرعون اور بڑے مہنت کے علاوہ سب آدمیوں کی نظر سے اوجھل رکھا جاتا تھا۔ ظاہر ہے کہ ایک چھپی رہنے والی چیز کے بنانے میں صناع کا دل کہاں پیدا کرنے کی طرف آسانی سے مائل نہیں ہو سکتا۔ پھر یہ بات بھی تھی کہ مصری مندروں میں ہر دیوتا کا ایک ہی بت نہیں ہوتا تھا کہ صناع اس پر محنت کر کے اپنا ہنر دکھاوے بلکہ کئی کئی بت ہوتے تھے۔ اور ان میں آرٹ کا کمال کوئی نہیں ڈھونڈتا تھا۔

اس تفصیل سے ظاہر ہو جاتا ہے کہ مصری صناع اپنے ہنر میں اپنے مذہبی پیشواؤں اور اور مذہبی روایات کے پابند تھے لیکن بعض علماء مصریات جیسے ایل سولڈی اس نظریے کو پورا پورا تسلیم نہیں کرتے۔ بلکہ کہتے ہیں کہ بے شک مصری صناع ان بتوں کے بنانے میں مذہبی پابندیوں کا خیال رکھتے تھے جنہیں روح کے دوام کے خیال سے بہت پائیدار بنانے پر مجبور تھے۔ ایسے بت وہ بہت ہی ٹھوس پتھر سے تراشتے تھے۔ اور چونکہ ان کے اوزار ناکمل تھے اس لئے ایسے مضبوط پتھروں سے اعلیٰ کمال کے بت بنا نہیں سکتے تھے لیکن اس پر بھی جو کچھ وہ بنا گئے ہیں بہت ہی قابلِ تعریف ہے خصوصاً ایسی حالت میں کہ دنیا بھر میں سب سے

پہلے اُنہی نے یہ صنعت شروع کی تھی۔
یہ علماء مصریات اپنی دلیل میں اُن بتوں کو پیش کرتے ہیں، جو نرم پتھروں سے بنائے گئے ہیں۔ اور یہ واقعہ ہے کہ نرم پتھروں کے بُت، سخت پتھروں کے بتوں سے کہیں زیادہ فنی کمال اپنے اندر رکھتے ہیں۔

اہم اسٹیچو یا بت

مصر میں پُرانے وقتوں کے بیشمار اسٹیچو موجود ہیں۔ سب کا حال لکھنے کی نہ گنجایش ہے، نہ ضرورت ہے، صرف اہم اسٹیچوؤں کا ہم یہاں تذکرہ کرتے ہیں:۔

ابوالہول دنیا بھر میں ابوالہول سے زیادہ باعظمت اور عظیم الشان اسٹیچو اور کوئی نہیں ہے۔ ماسپرو نے سچ کہا ہے کہ جس آرٹ نے ایسی ٹھوس چٹان سے یہ اسٹیچو کاٹا ہے، وہ آرٹ بلاشک کامل ہے اپنی قوت پر پورا بھروسہ رکھتا ہے، اور خود اپنا ہی آقا ہے۔

یقیناً ابوالہول عجائب روزگار میں سے ہے۔ بڑی بھاری ایک چٹان ہے جسے اس طرح کاٹا گیا ہے کہ ہزاروں برس گزر جانے پر بھی، اور تمام ترقیوں کے بعد بھی دنیا آج تک حیرت سے دانتوں میں اُنگلی دبائے ہوئے ہے۔

ابوالہول کیا ہے؟ لازوال زندگی اور بے رحم زمانے کی دائمی شکست دینے کا ایک مظاہرہ ہے۔ ابوالہول کا چہرہ آدمی کا ہے اور باقی جسم شیر ببر کا ہے: ناک ٹوٹ چکی ہے مگر ہونٹوں پر ایک عجیب اور مبہم مسکراہٹ اب تک باقی ہے۔ چہرہ، قوت و شدت کا مظہر ہے۔ مگر اس کمال کی داد دینا چاہیئے کہ قوت و شدت کے ساتھ وہ امن و سلامتی کا بھی پیغام دے رہا ہے۔

ابوالہول شہر جیزہ میں بڑے اہرام کے آگے ریگستان کی سرحد پر کھڑا ہے، اور اس کا مُنہ پورب کی طرف ہے۔ تاکہ سورج کی پہلی کرنیں وہی دیکھے۔ ابوالہول کی لمبائی ستاون میٹر ہے، اونچائی بیس میٹر ہے۔ چہرے کی چوڑائی پانچ میٹر ہے۔ ہر کان ۱٫۳۷ میٹر کا ہے۔ ناک ۱٫۷۰ میٹر ہے۔ اور منہ ۲٫۳۲ میٹر کا ہے، پورا بت ایک ہی پتھر کا ہے۔

یوں ہی کہیں کہیں معمولی جوڑ پائے جاتے ہیں مصری عجائب گھر کی گائڈ میں لکھا ہے

"مصریوں کے عقیدے میں ابوالہول کوئی فرضی وجود نہ تھا، جس کا سر آدمی جیسا اور دھڑ، شیر جیسا ہو، بلکہ وہ اسے ایک حقیقی مخلوق سمجھتے تھے۔ حتیٰ کہ یونان اور روم کے علماء کا بھی بیان ہے کہ ابوالہول واقعی ایک حیوان تھا۔ جو لیبیا اور ایتھوبیا (حبش) کے صحراؤں میں کبھی کبھی دکھائی دیتا تھا، اس حیوان میں انسان کی سی ذہانت تھی اور شیر کی سی قوت، اسی لئے یہ بیحد خوفناک تھا۔ اسی خوفناکی کی وجہ سے مصریوں نے ابوالہول کو اپنا ایک دیوتا بنا لیا تھا،، اور اس کا نام "حرمخوبی" رکھا تھا یعنی اٹھنے اور ڈوبنے والا سورج، اور چونکہ مصری اپنے فرعون کو بھی دیوتا سمجھتے تھے، اسلئے انھوں نے ابوالہول کی شکل سے فرعون ہی مراد لے لیا، اور اسکی مورتیں مندروں میں رکھنے لگے، تاکہ حفاظت کرتی رہیں۔"

لیکن یہ بہت پرانا خیال ہے اور تازہ تحقیقات سے اس کی قطعی تردید ہو چکی ہے۔ نئی تحقیقات سے ثابت ہو گیا ہے کہ ابوالہول اصل میں فرعون خفرع کا مجسمہ ہے اور ہم پچھلے صفحوں میں معلوم کر چکے ہیں کہ دوسرے بڑے ہرم کا بنانے والا فرعون خفرع ہی ہے۔ (تقریباً ۲۸۶۹ ق م) خفرع اپنے سے پہلے فرعون خوفو کا جیسا ہرم تو بنا نہ سکا، مگر ابوالہول بنا کر اس نے دنیا کے آرٹ میں بہت ہی جلیل اضافہ کر دیا ہے۔

راہتب ابوالہول کا بت تو اپنی جگہ پر پہاڑ کی طرح کھڑا ہے۔ لیکن سب سے پرانے زمانے کا جو بت مصری عجائب گھر میں آیا ہے، وہ راہتب اور اسکی بیوی نفرت کا مشترک بت ہے۔ اس بت میں مصری صناع نے بڑا ہی کمال دکھایا ہے۔ اس نے ایسی دو شخصیتیں پیش کی ہیں، جو ملک میں اونچی تھیں فرعون کی مقرب تھیں۔ اور یہ واقعہ ہے کہ صناع اپنی کوشش میں ہر طرح کامیاب ہے

راہتب تیسرے شاہی خاندان کے زمانے میں درباری بھی تھا۔ ہیلیوپولیس کے پجاریوں کا سردار بھی تھا اور فرعون کا ایک سپہ سالار بھی تھا۔ بنانے والے نے اس کی صورت خاص طور پر اس طرح بنائی ہے کہ

دیکھنے والا بے ساختہ کہہ اٹھیگا کہ اس شخص کا اخلاق بہت پست تھا، اور اس میں کوئی صلاحیت نہ تھی لیکن اس کی بیوی حضرت شاہی خاندان سے تھی اور نہایت حسین و باوقار تھی اسی لئے صناع نے اسے بت میں بھی بہت شاندار اور پر عظمت دکھایا ہے۔ اور چہرہ بانجیدہ اور بارعب ہے چہرے سے ملے ہوئے خوبصورت کٹے ہوئے گھنے بال آراستہ ہیں۔ لباس بہت قاعدے کا ہے۔ جس سے اس کی جوانی ظاہر ہو رہی ہے اور گلے میں کنٹھا پڑا ہوا ہے جسم گداز ہے اور حرارت کے ساتھ پھرتی بھی ظاہر کر رہا ہے۔

یہ اسٹیچو بلاشبہ مصری آرٹ کا ایک بہترین نمونہ ہے۔ اور ثابت کرتا ہے کہ مصر نے اس فن میں بڑی سے بڑی ترقی کر لی تھی۔ دراصل منفس مصر کا سب سے پرانا پایہ تخت اس آرٹ کا موجد اور مرکز تھا۔ ملک بھر کے صناع یہیں آتے اور کمال حاصل کر کے لوٹ جاتے تھے۔

خضرع۔ منفس کے فنی اسکول کا ایک اور شاہکار۔ فرعون خضرع کا اسٹیچو ہے یہ اسٹیچو ۱۸۵۸ء میں خضرع کے حرم کے مندر میں پایا گیا تھا۔ علامہ ماسپرو اس اسٹیچو کے بارے لکھتا ہے "اگر اس پر کی تمام تحریریں مٹ جائیں۔ تو بھی ہر آدمی کہدے گا کہ کسی بادشاہ کا اسٹیچو ہے اس کے چہرے اور جسم سے صاف ظاہر ہے کہ یہ اسٹیچو ایک ایسے آدمی کا ہے جو بچپن ہی سے اپنے آپکو زبردست اور قوت والا یقین کرتا تھا۔

اسٹیچو میں سر کے پیچھے ایک باز دکھایا گیا ہے جو اپنے دونوں بازو پھیلائے فرعون کی حفاظت کر رہا ہے۔ باز اصل میں دیوتا ہورس کا نشان ہے۔ صناع نے باز بنانے میں کمال دکھایا ہے۔ سامنے سے دیکھئے تو باز سر کو کہیں سے نہیں چھپاتا۔ بلکہ سامنے سے باز دکھائی بھی نہیں دیتا۔ بت کے پیچھے سے یا دائیں بائیں سے ہی اسے دیکھ سکتے ہیں۔

منقرع۔ فرعون منقرع کے مندر سے جو اسٹیچو نکلے ہیں۔ وہ بھی اعلیٰ آرٹ کے نمونے ہیں۔ چار اسٹیچو، سنگ مرمر کے ہیں اور ان میں فرعون کو بیٹھا ہوا دکھایا گیا ہے۔ ایک اور اسٹیچو میں فرعون اپنی ملکہ کے ساتھ ہے۔ چار اسٹیچو ایسے بھی ہیں جن میں تین تین شکلیں دکھائی گئی ہیں ان چار میں سے تین مصری عجائب گھر

ہیں ہیں۔ اور ایک بوسٹن کے عجائب گھر میں پہلے تین اسٹیچوؤں میں فرعون کو اسطرح دکھایا گیا ہے کہ اس کے ایک طرف دیوی ہاتور ہے۔ دیوی کے سر پر سورج کا کرہ ہے جسے دو سینگ گھیرے ہوئے ہیں اور فرعون کے دوسری طرف ایک مصری صوبے کی دیوی ہے

منشی ۔ پیرس کے عجائب خانے میں ایک مصری منشی کا اسٹیچو موجود ہے معلوم ہوتا ہے یہ منشی اوسیئر بھی تھا اور خوبصورتی سے بھی خالی۔ صناع نے بڑے ہی کمال سے اس کا اسٹیچو بنایا ہے اور اسکی اصلی حالت وصورت دکھا دی ہے۔ منشی پالتھی مارے بیٹھا ہے۔ گود میں بڑی کاغذ کا پلندہ کھلا ہوا ہے۔ ہاتھ میں بانس کا قلم لئے ہوئے ہے۔ اور چھ ہزار برس سے بیٹھا انتظار کر رہا ہے کہ اس کا آقا جو کچھ لکھوا رہا تھا پھر کب لکھنا شروع کرے گا۔

چہرے سے اور سارے جسم سے انتظار کی کیفیت ظاہر ہے! ٹھیک ایسا ہی ایک اسٹیچو مصری عجائب گھر میں رکھا ہوا ہے۔ مگر یہ ایسے منشی کا ہے جو جوان اور چوتھے خاندان کے زمانے میں زندہ تھا۔

رائفر ۔ رائفر۔ پانچویں شاہی خاندان میں ایک نواب بھی اپنے اسٹیچو میں یہ کھڑا ہے اور اپنے نوکروں کی نگرانی کر رہا ہے۔ اسٹیچو میں نوکر نہیں دکھائے گئے ہیں کیونکہ مصری کی یہ ایک اصطلاح ہے کہ جب اس وضع سے کسی اسٹیچو کو کھڑا دکھایا جائے تو، تو سمجھ لینا چاہیے کہ اپنے نوکروں اور غلاموں کی نگرانی کر رہا ہے رائفر کے اسٹیچو میں وہ شان و عظمت دکھائی نہیں دیتی جو خفرع کے اسٹیچو سے ٹپک رہی ہے۔ بلکہ ہم ایک خوبصورت شخص دیکھ رہے ہیں۔ جس کے جسم کی ساخت خود ہی کہہ رہی ہے، کہ یہ اسٹیچو کسی نواب کا ہے۔ رائفر مصنوعی بالوں سے آراستہ ہے اور اونچی دھوتی باندھے ہوئے ہے یہ اسٹیچو بھی مصری آرٹ کا ایک شاہکار مانا جاتا ہے۔

گاؤں کا مکھیا ۔ یہ ایک عجیب اسٹیچو ہے سقارہ کی کھدائی میں جب یہ نکلا تو مصری مزدور اسے دیکھتے ہی چلا اٹھے "گاؤں کا مکھیا ہے" اور اس لئے ان گاؤں سقارہ کے مکھیا سے اسٹیچو اس قدر ملتا تھا۔ جیسے اسی کا ہو۔ یہی وجہ ہے کہ اس اسٹیچو کا نام گاؤں کا مکھیا ہو گیا معلوم ہوتا کہ یہ اسٹیچو کسی ایسے آدمی کا ہے جو اہراموں کی تعمیر کے زمانے میں مزدوروں کا ایک سردار تھا۔ اسٹیچو خود اپنی زبان سے کہہ رہا ہے

کہ یہ شخص متوسط طبقے کا آدمی تھا۔ اور اس کی صورت سے ظاہر ہے کہ اپنے آپ کو بہت بڑا سمجھتا تھا۔ اور اپنے عہدے سے ہر طرح خوش و مطمئن تھا۔ لاٹھی لئے کھڑا ہے۔ چہرے کو جلالی بنائے ہوئے ہے سوچئے تو کس طرح اپنے ہاتھ کے نیچے مزدوروں کو ڈانٹتا اور کام کے لئے للکارتا ہوگا؟ یقیناً مصری صناع کی تعریف کرنی پڑتی ہے کہ اس نے ایسا عجیب اسٹیچو تیار کیا۔ مصری صناع اس لئے اور بھی زیادہ تعریف کا مستحق ہے کہ پورا اسٹیچو لکڑی کا ہے اس کی آنکھیں بھی صناع کو داد دینے پر مجبور کرتی ہیں آنکھوں کے کنارے پیتل کے ہیں۔ کوئے بلوری پتھر کے ہیں۔ ڈھیلے سنگ مرمر کے ہیں۔ اور پتلیاں پیتل کی کیکیں بڑی صفائی سے لگا کر دکھائی گئی ہیں!

بونا۔ ایک اور اسٹیچو بہت اور مصری فن کا بہت ہی اعلیٰ نمونہ ہے۔ یہ اسٹیچو ایک بونے کا ہے۔ جس کا نام "خم ہوتپ" تھا۔ صناع نے اپنے اسٹیچو میں کمال پیدا کر دکھایا ہے۔ دیکھئے تو سر کتنا بڑا ہے، اور کان کیسے پھیلے ہوئے ہیں۔ چہرہ عبادت کا مجسمہ ہے۔ آنکھیں چھوٹی چھوٹی ہیں۔ جسم بھدا ہے پیٹ بڑھا ہوا ہے۔ اگر یہ اسٹیچو مبالغے سے خالی ہے تو واقعی وہ بونا عجائب المخلوقات میں سے ہوگا

قابلِ ذکر بات یہ ہے کہ خم ہوتپ، چھٹے شاہی خاندان کے زمانے میں فرعون کے توشہ خانے کا داروغہ تھا۔ اور فرعون نے یہ منصب اسے شاید اس کی صورت اور بونے پن ہی کی وجہ سے دیا تھا۔

نفر۔ یہ شخص فرعون کی روٹی پکانے والوں کا داروغہ تھا۔ اس کا اسٹیچو بڑا اہم ہے اور مصری آرٹ کا ایک اچھا شاہکار ہے گردن اور مونڈھوں کے گرد کٹائی قابلِ دید ہے۔

کام قد۔ یہ ایک مہنت تھا اور اس کے اسٹیچو ہم مصری صناع کا کمال دیکھ رہے ہیں۔ نری خشیت، الٰہی کے ساتھ ایک جلالت شان ظاہر ہے۔ مہنت اپنی مناجاتوں میں ڈوبا ہوا ہے۔

یہ کون ہے

جسے دیکھے بغیر ہم نہیں رہ سکتے۔ ایک آدمی لمبی بھاری عبا میں لپٹا کھڑا ہے اور کچھ نہیں

معلوم ہوتا، کون ہے۔ مگر اسٹیچو، کمال فن کا ایک نمونہ ضرور ہے۔

دھات کا اسٹیچو۔ یہ اسٹیچو چھٹے خاندان کے فرعون پیپی اول کا ہے اور تانبے کا ہے۔ یہ سب سے پرانا اسٹیچو ہے۔ جو دھات سے بنا ہوا اب تک ملا ہے اور اپنی قسم کا سب سے بڑا بھی ہے اس فرعون کے بیٹے کا بھی ایک معدنی اسٹیچو ملا ہے یہ تمام اسٹیچو بہت پرانے زمانے کے ہیں اور سب کے سب مصری عجائب خانے میں محفوظ ہیں

ہاتور۔ بعد کے زمانے کے اسٹیچوؤں میں سب سے زیادہ مکمل اور قابل تعریف اسٹیچو، ہاتور کا ہے۔ یعنی گائے کا ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ مصری گائے کو پوجتے تھے اور اسے ہاتور دیوتا کا مظہر سمجھتے تھے۔

یہ اسٹیچو اس قدر حسین اور فنی ہے کہ آج کے ترقی یافتہ زمانے کو چھوڑ کر کسی جانور کا ایسا اسٹیچو دنیا نے کبھی دیکھا نہیں۔ حتیٰ کہ یونان اور روم میں بھی اس کی کوئی نظیر موجود نہیں ہے۔ اسٹیچو مصری گائے کا مجسمہ ہے گائے کی آنکھیں، جیسے خواب دیکھ رہی ہیں۔ اور اس کی سہم بے پروا نگاہیں۔ اسکی تصویر بہت ہی کم لوگ کھینچ سکے ہیں لیکن آج سے تین ہزار چار سو برس پہلے مصری صناع نے اپنے ہنر سے ہوئے بت میں یہ پوری تصویر اتار دی ہے۔ گائے کے منہ کے نیچے ایک بادشاہ کھڑا دکھائی دیتا ہے۔ یہ اصل میں تھوتھمس سوم ہے۔ مگر اس فرعون کے بیٹے امنوفیس دوم نے گائے کے سر کے نیچے اپنا نام کندہ کرا دیا ہے تاکہ یہ بہترین اسٹیچو اس کی طرف منسوب ہو جائے مگر دغابازی چل نہ سکی۔ کیونکہ اس بات کے قطعی ثبوت موجود ہیں کہ جو شخص گائے کے منہ کے نیچے کھڑا ہے وہ امنوفیس نہیں بلکہ تھوتھمس سوم ہے۔ یہ اسٹیچو بھی مصری عجائب گھر میں موجود ہے

تھوتھمس سوم۔ مصری عجائب گھر میں یوں تو ہر اسٹیچو اور ہر چیز قابل دید ہے۔ لیکن دو اسٹیچو ایسے ہیں جنہیں دیکھنے پہ آنکھ مجبور ہو جاتی ہے پہلا اسٹیچو تھوتھمس سوم کا ہے اور ہم پچھلے اسٹیچو میں لکھ چکے ہیں کہ یہ فرعون کمبا زبردست تھا اسٹیچو بھی اسکے ایسا ہی دکھا رہا ہے سر کی بناوٹ قابل دید ہے۔ اور مصری صناع کے کمال فن کا زندہ ثبوت ہے۔ یہ اسٹیچو فنی لحاظ سے انمول سمجھا جاتا ہے۔

اخناتون - ہم بتا چکے ہیں کہ فرعون اخناتون نے بڑا مذہبی انقلاب برپا کیا تھا یہ انقلاب صرف مذہبی نہ تھا۔ بلکہ ذہنی اور اجتماعی انقلاب بھی تھا اس انقلاب کا گہرا اثر مصری فن آرٹ پر بھی پڑا۔ اور اخناتون کے زمانے کے بنے ہوئے اسٹیچو زیادہ ممتاز ہو گئے ان کا امتیاز یہ تھا کہ بالکل اصل کے مطابق ہوتے تھے۔ حتیٰ کہ خود فرعون اخناتون کے اسٹیچو بھی ویسے ہی ہیں جیسا وہ خود تھا اسے شاندار بنانے کی کوشش نہیں کی گئی بلکہ اسٹیچوؤں میں اسے ویسا ہی دکھایا گیا، جیسا وہ حقیقت میں تھا۔

مصری عجائب گھر میں اس فرعون کے کئی اسٹیچو موجود ہیں۔ اور سب میں اسے یکساں دکھایا گیا ہے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ خاص طور پر اس زمانے میں اسٹیچو اصل کے بالکل مطابق ہوتے تھے۔ چاہے خود فرعون ہی کے کیوں نہ ہوں۔ ثبوت یہ ہے کہ سب اسٹیچوؤں میں فرعون بہت دبلا اور کمزور دکھائی دیتا ہے لیکن فرعون کے خط و خال سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ وہ رحم دل، نیک نفس انسانیت کا خیر خواہ تھا۔ اور سب کو ایک نگاہ سے دیکھتا تھا۔ انسانی بھائی چارے کا قائل تھا۔ اور اور اپنی قوم کی گمراہی پر کڑھتا تھا۔

دوسرا اسٹیچو - انیسویں خاندان کے زمانے کا ایک اسٹیچو خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ یہ فرعون رامسس دوم کا ہے۔ اور نہایت مکمل ہے۔ سر سے پاؤں تک کا شاہی لباس بھی صاف ظاہر ہے مگر یہ اسٹیچو، تورین کے عجائب خانہ میں محفوظ ہے

دوسرا اسٹیچو بہت بعد کے زمانے کا ہے یعنی چھبیسویں خاندان کے وقت کا۔ یہ ولادت کی دیوی "تاورت" کا اسٹیچو ہے۔ اور دریائی بھینسے کی شکل پر بنایا گیا ہے مصری آرٹ کا بہت دلچسپ نمونہ ہے۔ یہ بھی تورین کے عجائب خانہ میں موجود ہے۔

تصویر

پرانے مصری فن یا آرٹ پر جب گفتگو کی جاتی ہے تو "تصویر" سے مراد نہ فلمی تصویریں (فوٹو) ہوتی ہیں، نہ شیڈ والی تصویریں جیسی کہ موجودہ زمانے میں رائج ہیں۔ بلکہ وہ شکلیں مراد ہوتی ہیں جو مصری آرٹ دیواروں پر کپڑوں پر، لکڑی کے تختوں پر بناتے تھے اور مختلف رنگوں سے انہیں رنگ دیا کرتے تھے۔ مصری

مصوروں کا یہ کام بھی تھا کہ پتھر وغیرہ پر جو نقش بنائے جاتے تھے۔ ان میں رنگ بھرتے تھے۔ ظاہر ہے یہ کام زیادہ مشکل نہ تھا۔

بعض علماء اس واقعہ کا کوئی سبب نہیں سمجھے کہ مصری مصوروں نے اپنی تصویروں کے لئے مقبروں ہی کو خاص کر لیا تھا۔ اور کہیں تصویریں نہیں بناتے تھے۔ لیکن سبب صاف ظاہر ہے تصویریں ایسی تمام جگہوں میں جلد خراب ہو جاتی ہیں جہاں دھوپ رہتی ہے یا جہاں لوگوں کے ہاتھ لگتے ہیں۔ مندروں یا دوسری کھلی جگہوں میں اسی لئے تصویریں نہیں ملتیں کہ یہ جگہیں تصویروں کے لئے موزوں نہ تھیں، لیکن مقبروں میں نہ دھوپ پہونچ سکتی ہے نہ لوگوں کے ہاتھ ہی لگنے کا ڈر ہے لہذا مصری مصوروں نے اپنے اس فن کے لئے مقبرے ہی منتخب کر لئے۔

قدیم ترین زمانے میں تصویریں، نقوش سے الگ نہیں ہوتی تھیں بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ صرف نقش ہوتے تھے جن میں رنگ بھر دیا جاتا تھا۔ لیکن درمیانی سلطنت جب شروع ہوئی تو تصویروں وجود بھی مستقل ہو گیا

بنی حسن کے مقبروں میں سب سے پرانی تصویروں کے اچھے نمونے موجود ہیں، یہاں نقش نہیں ہیں۔ صرف تصویریں ہیں جو برش سے بنائی گئی ہیں۔

مصری جب تصویریں بنانے کے لئے کوئی دیوار پسند کرتے تھے تو پہلے اس پر کھجور کی ملی ہوئی کیچڑ لیپ دیتے تھے۔ پھر چونے کی قلعی کر دیتے تھے۔ جب دیوار اس طرح ٹھیک ہو جاتی تو اس پر مربعے بناتے تھے تاکہ جو شکلیں بنائیں، ان کا تناسب قائم رہے۔

مصری مصور اس سے ناواقف تھے جو آجکل رائج ہے۔ لیکن وہ تقریباً ایسے ہی برش بانس سے بنا لیتے تھے۔ بانس کے پتلے پتلے ٹکڑے کاٹ کر ان کے سرے پانی میں بھگو دیتے تھے اور جب یہ سرے بھیگ جاتے تھے۔ تو سب ریشے نکل آتے تھے اور اور بانس کے ٹکڑے برش بن جاتے تھے رنگ رکھنے کے لئے لکڑی یا پتھر کی ایک مستطیل تختی ہوتی تھی اور اس پر عام طور سے سات چھوٹی چھوٹی پیالیاں ہوتی تھیں۔ ہر پیالی میں ایک ایک الگ رنگ رکھا جاتا تھا۔

مصری سات ہی رنگ جانتے تھے۔ پیلا، لال، نیلا، ہرا، بادامی، سفید، کالا، ان رنگوں کو ملا کر کبھی بعض اور رنگ بھی بنا لیتے تھے۔ کچھ رنگ بناتی تھے، جیسے نیلا رنگ جو نیل کے پتے سے نکالا جاتا تھا۔ اور اکثر رنگ معدنی تھے اور دھاتوں سے بنائے جاتے تھے۔ ان رنگوں میں سے دو رنگ بہت پائدار ثابت ہوئے:۔ نیلا رنگ اور سفید۔ صدیوں کے بعد جب رومن مصنفوں نے مصری تصویروں میں نیلا رنگ دیکھا تو حیرت میں پڑ گئے۔ کیونکہ وہ ہرا ہوتا تھا نہ کالا، بلکہ اپنی اصلی حالت پر پوری رونق کے ساتھ باقی تھا۔ خیال کیا جاتا ہے کہ مصری یہ نیلا رنگ، ریت اور تانبے کے برادے، اور SUB CARBO NATE OF SODA کو ساتھ ملا کر، بیس کر، اور پکا کر بنایا کرتے تھے۔ لال، پیلے، اور بادامی رنگ، اپنی مختلف ہلکی اور گہری قسموں کے ساتھ گیرو سے تیار کئے جاتے تھے۔ سفید رنگ زندہ چونے اور SULPHATE OF CALCIUM اور یہ دیکھ کر انسان حیرت زدہ رہ جاتا ہے کہ اس رنگ سے رنگی ہوئی بعض دیواریں آج تک دو دو سے بھی زیادہ سفید موجود ہیں۔

مصری مصور "شیڈ" بالکل واقف تھے اسی لئے اُن کی بنائی ہوئی تصویریں فنی قیمت سے بہت کچھ محروم ہیں۔ مثلاً جب وہ بہت سے آدمیوں یا حیوانوں کو ایک سطح میں بنانا چاہتے تھے، تو اس طرح بناتے تھے، جیسے ایک کے اوپر ایک کھڑا ہے۔ اسی طرح جن برتنوں کو میز وغیرہ پر رکھا ہونا چاہئے، وہ تصویروں میں اس طرح ظاہر ہوتے تھے جیسے رکھے نہیں بلکہ کھڑے ہیں۔ اسی قسم کی اور بھی بہت سی خامیاں اُن کی تصویروں میں ہیں، جن کا بیان صرف اہلِ فن ہی کے لئے دلچسپ ہو سکتا ہے نہ کہ اس کتاب کے سب پڑھنے والوں کے لئے۔

مگر تمام نقصوں اور خامیوں کے باوجود یہ پرانی مصری تصویریں، تاریخی لحاظ سے انمول ہیں۔ کیونکہ انہیں دیکھ کر ہم پرانے مصر کے بہت سے حالات یقین کے ساتھ معلوم کر لیتے ہیں۔ یہ تصویریں نہ ہوتیں تو ہم یہ علم بھی حاصل نہ کر سکتے۔

مصری فرعونوں کے مقبرے ہمارے لئے اتنے قیمتی نہیں ہیں جتنے یہ قیمتی تصویریں کے

عام آدمیوں کے مقبرے ہیں۔ فرعونوں کے مقبروں پر جو نقوش ہیں ان سے ہم زیادہ سے زیادہ بعض تاریخی واقعات معلوم کر سکتے ہیں لیکن عوام کے مقبروں کی دیواروں پر جو کندہ ہیں وہ پرانے مصر کی عام زندگی کا مرقع ہی نہیں ہیں۔ بلکہ انہیں اس بارے میں انسائیکلوپیڈیا کہنا چاہئے۔ کیونکہ یہ تصویریں، پوری مصری زندگی پیش کر رہی ہیں، ان کی سچائی میں کوئی شبہ بھی اگر نہیں کیا جا سکتا، کیونکہ پرانے مصر کی جو حالت تھی، وہی تصویروں میں دکھا دی گئی ہے۔

ذیل میں ہم بعض تصویروں کی تفصیل دیتے ہیں

زراعت مقبروں میں سب سے زیادہ جو مناظر تصویریں پیش کرتی ہیں، وہ کھیتی کے مناظر ہیں۔ اور یہ بالکل قدرتی بھی ہے، کیونکہ مصر ہمیشہ سے زرعی ملک چلا آرہا ہے یہی وجہ ہے کہ ہم بھی پہلے تصویریں دیکھینگے۔ ترتیب کے ساتھ یہ منظر ملاحظہ کیجئے:۔

۱۔ کھیت ہل سے جوتا جا رہا ہے۔ ہل گائے چلاتی ہے اور بیل بھی۔ کبھی خچر بھی ہل چلاتا دکھائی دیتا ہے۔ مگر یہ صرف ایک تصویر میں ہے۔ آدمی بھی ہل چلا رہے ہیں لیکن یہ کسی مجبوری کی حالت میں ہوتا تھا۔

۲۔ پھاوڑے سے کھیت گوڈا جا رہا ہے "نخت" کے مقبرے پر ایک تصویر میں دکھایا گیا ہے کہ ایک آدمی تھیلے میں بیج بھرے ہوئے کھیت میں چھڑکتا جاتا ہے اور دوسرا آدمی اس کے آگے آگے کھیت گوڈتا جا رہا ہے۔

۳۔ کھیت بوئے جا رہے ہیں۔ بھیڑیں گائیں اور سؤر چھوڑ دیے گئے ہیں کہ کھیتوں میں دوڑیں اور اس طرح اُن کے دوڑنے سے بیج مٹی کے نیچے چلے جائیں۔

۴۔ کھیتوں کی پیمائش ہو رہی ہے جس رسّی سے پیمائش کرتے تھے، اُس میں ہاتھوں کے حساب سے گرہیں پڑی ہوتی تھیں، تاکہ ان کی مدد سے کھیت کی لمبائی چوڑائی معلوم کی جا سکے۔ پیمائش اس لئے بھی ہوتی تھی کہ لگان مقرر کیا جا سکے، اور اس لئے بھی کہ کسان زیادہ زمین نہ داب لیں۔ ایک تصویر میں دکھایا گیا ہے کہ ایک کسان اپنے کھیت کی مینڈ پر کھڑا ہے۔ اور اس کے پہلو میں یہ عبارت لکھی ہے: "زبردست خدا کی، آسمانوں

کے مالک کی قسم کھاتا ہوں کہ میرے کھیت کی حدیں بالکل ٹھیک ہیں" یعنی میں نے زمین چُرائی نہیں ہے۔

۵ گیہوں کے کھیت کٹ رہے ہیں مصری بھی درانتیوں سے کھیت کاٹتے تھے اور ان کی درانتیاں بھی آجکل کی درانتیوں جیسی ہوتی تھیں۔

۶۔ بالیں باندھ باندھ کر جال دار ٹوکریوں میں رکھی جارہی ہیں پھر ان کو بانس میں لٹکا کر گاہنے کی جگہ لئے جارہے ہیں۔

۷۔ گیہوں کا کاہ رہے۔ قدیم ترین تصویروں میں گاہنے کا کام گدھوں سے لیا جاتا تھا۔ مگر بعد میں ان کی جگہ بیلوں نے لے لی۔ کبھی چار اور کبھی چھ بیل ایک ساتھ گاہتے تھے۔ بعض اوقات اس کے لئے گائیں بھی استعمال کیجاتی تھیں۔

۸۔ ہوا میں اڑا کر اناج مٹی بھونسی سے صاف کیا جارہا ہے۔ اس موقع پر گرد بہت اڑتی ہے۔ اور کام کرنے والوں کے حلق سوکھ جاتے ہیں۔ اسی لئے پانی سے بھری مشکیں درختوں پر لٹکی ہوئی ہیں۔ اور کسان بار بار ان سے اپنی پیاس بجھا رہے ہیں۔

۱۔ کٹائی اور گاہنا ختم ہو جانے کے بعد جب اناج تیار ہو جاتا تو کٹائی کے دیوتا "رنونٹت" کا اس طرح شکر بجالاتے کہ ایک بڑے برتن میں اس کے سامنے پانی پیش کیا جاتا ساتھ ہی گیہوں کی مٹھی بالیں، اور ایک مٹھی تنے، باندھ کر دیوتا کے سامنے لٹکا دیئے جاتے۔

آج کل بھی مصری کسان اپنے دروازوں پر یہی چیزیں لٹکا دیتے ہیں، اور انہیں عروس الفلاح یعنی گیہوں کا دولہا کہتے ہیں۔

۱۰۔ کٹائی اور گاہائی کے بعد اٹھنے سے پہلے ہی گیہوں، پیمانوں میں ڈالکر وزن کر لیا جاتا تھا اور سرکاری آدمی اسے اپنے کھاتوں میں لکھ لیتے تھے۔

۱۱۔ اناج سرکاری کوٹھیوں میں جمع کرنے کے لئے بھیجا جاتا تھا۔

۱۲۔ اناج کی سرکاری کوٹھیاں۔ یہ گنبد نما کوٹھریاں سی ہوتی تھیں۔ اور ایک قطار میں کھڑی کر دی جاتی تھیں۔ ان کی چھت پر سوراخ ہوتا تھا جس سے اناج اندر ڈالدیتے تھے اور نیچے دیوار میں دروازہ ہوتا تھا۔ جس سے اناج نکالتے تھے۔ اور اوپر چڑھنے کے لئے سیڑھیاں ہوتی تھیں۔

پھلواریاں۔ تصویروں سے ثابت ہوتا ہے

کہ پرانے مصر میں باغوں کا رواج عام تھا اور انہیں تر و تازہ رکھنے کی تمام کوششیں کی جاتی تھیں۔ تصویر نمبر ۱۸ سے سینچائی کا ایک طریقہ معلوم کیا جا سکتا ہے۔ یہ طریقہ ہندوستان میں بھی عام ہے۔

باغوں میں ہر قسم کے درخت لگائے جاتے تھے صرف وہی نہیں، جو مصر میں پیدا ہوتے تھے بلکہ باہر کے ملکوں سے بھی لائے جاتے تھے۔ پرانے مصر میں جو درخت زیادہ مقبول تھے ان میں سے بعض کو مصری ناموں کے ساتھ نیچے لکھتے ہیں۔

کھجور (ہنزت) انجیر (داب) جمیز (نہت) انار[1] (انہمن)، زیتون[2] (باک) سیب[3] (روخ) بیر (نبس)

مصریوں کو پھولوں کا بھی بہت شوق تھا، کنول بردی، اور دوسرے پھولوں سے گلدستے بنائے جاتے تھے۔ اور ان کے گرد سجاوٹ کے لئے ہرے پتے لگائے جاتے تھے۔ بعض گلدستے قدِ آدم سے بھی زیادہ اونچے ہوتے تھے! اور بعض زندگی کے نشان "عنخ" کی شکل پر بنائے جاتے تھے ساتھ ہی ممیوں کے ساتھ بھی اور گلدستے رکھے جاتے تھے۔

سبزیاں اور ترکاریاں بھی پیدا کی جاتی تھیں کاہو کے پتے، پیاز، کراث، لہسن، مولی، مصریوں کے پرانے وقتوں سے آج تک محبوب ترین سبزیاں اور ترکاریاں ہیں بھنڈی اور ملوخیہ کے بھی مصری ہزاروں برس سے عاشق چلے آرہے ہیں۔ مسور کی دال، لوبیا، دھنیا چنا بھی مصری پیدا کیا کرتے تھے۔

انگور کی کاشت اور انگور نچوڑنے کی صنعت مصریوں میں بہت اہمیت رکھتی تھی۔ جب انگور پک جاتے تھے تو کھانے سے بچے ہوئے

---

[1] خیال کیا جاتا ہے کہ انار، مصر میں اٹھارویں خاندان کے زمانے میں آیا۔ کیونکہ سب سے پہلے انار کا تذکرہ، نباتات کے اس مجموعہ میں ملتا ہے۔ جو تھوتھمس سوم اپنے ساتھ ملک "اتنو" سے لایا تھا رامسیس چہارم کے زمانے میں انار، مصر بھر میں عام ہو چکا تھا۔

[2] زیتون کا پیڑ۔ مصریوں کے نزدیک مقدس تھا۔ کیونکہ چار دیوتاؤں کے القاب میں زیتون کا نام آتا تھا۔ بعد کے زمانوں میں زیتون۔ مصر میں بہت پیدا ہونے لگا تھا خصوصاً ہیلوپولیس کے اطراف میں۔ لیکن اس پر بھی دوسرے ملکوں سے قسم قسم کے تیل مصری منگاتے تھے [3] مندروں کے لئے جو پھل باہر کے ملکوں سے منگائے جاتے تھے ان میں سیب کا نام بھی پرانی دستاویزوں میں ملتا ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ خود مصر میں زیادہ سیب پیدا نہیں ہوتے تھے۔

انگوروں کو پیروں سے روند کر نچوڑ لیا جاتا تھا اس کے بعد بڑے بڑے تھیلوں میں کچلے ہوئے خوشے کو رکھ کر دوبالنس لگا دیتے تھے۔ اور بالنس ہلا ہلا کر بچا کھچا رس بھی کھینچ لیتے تھے رس بڑے بڑے مٹکوں میں بھر دیتے تھے، اور مٹکوں پر مہریں لگا دی جاتیں تھیں۔ کبھی خالی رس ہی پیا جاتا تھا۔ اور کبھی اس سے شراب بنا لیتے تھے شہد بھی مصریوں کو بہت مرغوب تھا مگر شہد عام لوگوں کو نہیں ملتا تھا۔ صرف فرعونوں اور مندروں کے لئے خاص تھا۔ طبیب، شہد کو دوا کے طور پر استعمال کرتے تھے۔ کیونکہ اس کے فائدے جان چکے تھے۔ بعد کے زمانوں میں ممیاں بنانے میں بھی شہد سے کام لینے لگے کیونکہ جان گئے تھے کہ شہد کی موجودگی میں جراثیم نہیں آسکتے موم سے بھی کام لیتے تھے مندروں میں اور فرعونی محلوں میں موم بتیاں جلا کرتی تھیں۔ موم سے تعویز بھی بناتے تھے اور جادو کی پتلیاں بھی۔

مویشی پالنے اور رکھنے کی تصویریں بھی پرانے مصری چھوڑ گئے ہیں۔ چند منظر ملاحظہ ہوں (۱) مویشی چرا رہے ہیں (۲) مویشی چراگاہ سے واپس آرہے ہیں (۳) مویشی گنے جارہے ہیں (۴) مویشیوں کے بچے اپنی ماؤں کا دودھ پی رہے ہیں۔ اور بیمار ماؤں کو دوائیں پلائی جارہی ہیں (۵) مویشیوں کو داغا جارہا ہے مصر میں بھی یہ دستور تھا کہ پالتو جانوروں کو داغ دیتے تھے۔ ایک سرکاری مہر ہوتی تھی اور اسے آگ میں خوب لال کر کے جانور کے ٹھپے پر لگا دیتے تھے، تاکہ ہمیشہ داغ باقی رہے۔ (۶) جانوروں اور چڑیوں کے رہنے کی جگہیں، جہاں انہیں موٹا کیا جاتا تھا۔

شکار ۔ چڑیاں جال میں پھنسائی جاتی تھیں۔ جال مسدس شکل کا ہوتا تھا اس کے ایک طرف چھوٹی رسی ہوتی تھی، اور کسی درخت سے باندھ دی جاتی تھی، اور دوسری طرف لمبی رسی ہوتی تھی تاکہ عین موقعہ پر کھینچی جاسکے۔ جال اس طرح بنایا جاتا تھا کہ بیچ سے کھلتا تھا۔ جب چڑیاں آجاتی تھیں۔ تو رسی کھینچ کر اسے بند کر دیا جاتا تھا۔ اور چڑیاں اندر پھڑپھڑایا کرتی تھیں۔ چڑیوں کے کامیاب شکار میں تین سے لے کر آدمی شریک ہوا کرتے تھے۔ تصویروں سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ

شکار کے بعد چڑیوں کو دانا پانی دیتے تھے یہاں تک کہ وہ خوب موٹی ہو جائیں، اور جب موٹی ہو جاتی تھیں تو امیروں کے دسترخوان پر پیش کی جاتی تھیں۔ جو چڑیاں کھانے کے کام میں نہیں آتی تھیں، انہیں صاف کر کے اور نمک بھر کے رکھ دیا جاتا تھا۔ تاکہ بعد میں کھائی جا سکیں۔

مچھلی کا شکار۔ تصویروں میں مچھلی کا شکار بھی دکھایا گیا ہے اس کے کئی طریقے تھے بڑے بڑے جال دریا میں ڈال دیئے جاتے تھے۔ اور اُن کے سرے دائیں بائیں دو کشتیوں سے بندھے رہتے تھے۔ ایک کشتی بھی جال لے کر چلتی تھی۔ ہاتھ سے بھی جال ڈال کر مچھلی پکڑتے تھے۔ مضبوط تالاب میں کانٹے ڈال کر بھی کنارے پر بیٹھتے تھے۔ اور مچھلیاں پکڑا کرتے تھے، جیسا کہ اس زمانے میں بھی عام رواج ہے مگر اس طرح کا شکار، پرانے مصر میں صرف امیروں ہی کے لئے خاص تھا۔ جو اپنی روٹی کی طرف سے بے فکر ہوتے تھے۔ تصویروں میں کھانا پکانے، گوشت بھوننے گوشت سکھانے کے منظر بھی موجود ہیں اس کے علاوہ اور بہت سی چیزیں بھی دکھائی گئی ہیں، جنہیں ہم ایک الگ باب میں دکھائیں گے لیکن یہاں ایک اہم واقعہ ظاہر کر دینا ضروری ہے۔

کارٹون

موجودہ زمانے میں کارٹون بنانا ایک مستقل فن ہو گیا ہے اور کارٹون کے ذریعہ نہ صرف پروپیگنڈا کیا جاتا ہے۔ بلکہ بہت سی اہم سیاسی اغراض بھی حاصل کی جاتی ہیں مسٹر لائڈ جارج نے پچھلی بڑی لڑائی میں انگلستان کو فتح دلائی تھی، اور وہ اپنے ملک میں بہت ہی زیادہ مقبول تھے۔ لیکن اُن کے خلاف لندن "پنچ" نے ایک کارٹون چھاپا، اور مسٹر لائڈ جارج کی وزارت ختم ہو گئی۔

عام طور پر خیال کیا جاتا ہے کہ کارٹون کا فن موجودہ زمانے کی ایجاد ہے، مگر یہ خیال غلط ہے۔ کیونکہ مصری مصور ہزاروں برس پہلے اس فن کو جانتے تھے۔ اور اس سے کام بھی لیتے تھے۔ چنانچہ تھیبس کے ایک مقبرے میں ایک تصویر موجود ہے۔ جس میں شیر اور گدھا دونوں کھڑے سارنگی اور ستار بجا رہے ہیں۔ ساتھ ہی گاتے بھی جاتے ہیں۔

اس سے بھی زیادہ اہم ایک اور تصویر ہے جو انیسویں خاندان کے زمانے کی سمجھی جاتی ہے۔ جبکہ فرعون بہت کمزور ہو گئے تھے۔ اور حکومت، مہنتوں کے ہاتھ میں چلی گئی تھی۔ یہ تصویر اتورین کے عجائب خانہ میں ہے۔ اور اس میں خود فرعون کا مضحکہ اڑایا گیا ہے۔

تصویر میں چار جانور دکھائے گئے ہیں:۔ شیر، مگرمچھ، بندر، اور گدھا۔ یہ چاروں بڑے ہی جوش سے سارنگی اور ستار، طبلہ اور مجیرے بجا رہے ہیں! ان کے پیچھے گدھے والا کھڑا ہے۔ مگر اس طرح کہ فرعون کی جنگی وردی پہنے ہوئے ہے اور ہاتھ میں شاہی عصا لئے ہوئے ہے ظاہر ہے کہ ایک کمزور اور بے اختیار بادشاہ کو دکھانے کا یہ بہترین طریقہ ہے!

"نقش"

"نقش" سے مراد وہ شکلیں اور صورتیں ہیں جو پتھر کاٹ کر پرانے مصریوں نے گہرائی میں بنائی ہیں یا پتھر کاٹ کر ابھار دی ہیں۔ دونوں حالتوں تصویروں کے اندر رنگ بھرا جاتا تھا اور وہ نمایاں ہو جاتی تھیں

اس قسم کی "نقشی" تصویریں بے شمار ہیں۔ سب کی تفصیل دی جائے تو ہزاروں صفحوں کی ضرورت پڑے گی، اسی لیے ہم بہت ہی اہم "نقشی" تصویروں کا یہاں تذکرہ کرتے ہیں۔

یہ فن چوتھے اور پانچویں شاہی خاندانوں کے زمانے میں ترقی کر کے عروج پر پہنچ گیا تھا۔ بعد کے زمانوں چڑھاؤ اتار ہوتا رہا۔ مگر یہ فن مرا نہیں، اور پرانے مصر کی تہذیب جب تک زندہ رہی یہ بھی زندہ رہا۔

فرعون مینا۔ سب سے پرانی نقشی تصویر جو ملی ہے وہ پتھر کی ایک بڑی تختی ہے۔ اور اس تختی پر فرعون رنعرمر، (غالباً اس نام سے مراد فرعون) مینا ہے۔ جسے ابھی حال کے زمانے تک پورے مصر کا پہلا فرعون یقین کیا جاتا تھا) کی فتوحات دکھائی گئی ہیں۔

تصویر میں بادشاہ، سفید تاج پہنے کھڑا ہے اور اپنی آنی اٹھا کر ایک جنگلی قیدی کو مارنا چاہتا ہے۔ ایک باز بھی دکھائی دیتا ہے جو قیدی کو دبوچے ہوئے ہے۔ اور قیدی کی ناک میں نکیل پڑی ہوئی ہے۔ اس نکیل سے غالباً یہ ظاہر کرنا مقصود ہے کہ بادشاہ کے ہاتھ میں چھ ہزار قیدی آئے تھے۔ کیونکہ اکثر نکیل دکھانے کا مطلب یہی ہوتا تھا۔

اسی تصویر کے دوسرے منظر میں دکھایا گیا ہے کہ فرعون اپنے درباریوں کے ساتھ اُن قیدیوں کو دیکھنے جا رہا ہے، جو ذبح ہو چکے ہیں۔ بادشاہ کے آگے آگے بہت سے دیوتاؤں کے علم جا رہے ہیں۔ تصویر کے نیچے فرعون کو سانڈ کی شکل میں دکھایا گیا ہے۔ جو ایک قلعہ کو توڑ رہا ہے۔ بلاشبہ یہ تصویر پہلے تنہا ہی خاندان کے وقت کی ہے اور مصری عجائب گھر میں محفوظ ہے۔

اس کے علاوہ جو سب سے پرانے "نقوش" ہیں، وہ جزیرہ نما سینا کی چٹانوں پر موجود ہیں۔ ان چٹانوں پر پرانے مصری فرعونوں نے اپنی ان جنگی مہموں کے مناظر نقش کرائے ہیں۔ جو اس علاقے کے سرکش بدوؤں کو زیر کرنے کے لئے انہوں نے جاری کی تھیں۔ سینا میں فیروزے کی کانیں تھیں اور فرعون ان کانوں سے فائدہ اٹھایا کرتے تھے۔ مگر بدو لوگ، فرعون کے مزدوروں کو ستاتے تھے اور لوٹ لیا کرتے تھے۔

ان نقوش یا تصویروں میں سب سے زیادہ اہم بات یہ ہے کہ بہت پرانے زمانے کے فرعونوں کو اس حال میں دکھایا گیا ہے کہ وہ کسی ہتیار سے اپنے دشمن قیدیوں کو مار رہے ہیں۔ ممکن ہے اس وقت کے بادشاہ خود اپنے ہاتھ سے بھی قیدیوں کو قتل کیا کرتے ہوں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ تصویر دینے کی غرض صرف فرعون کی عظمت اور فرمانروائی دکھانی ہو اور وہ کسی قیدی کی جان اپنے ہاتھ سے نہ لیتے ہوں

مصری مندروں پر بھی ابھرے ہوئے نقوش موجود ہیں، مگر بدقسمتی سے اکثر نقوش برباد ہو چکے ہیں۔ بہت سے خاندان کے مندروں میں نقوش پائے نہیں گئے۔ کیونکہ اس زمانے کے مندر تباہ ہو چکے ہیں، لیکن پانچویں خاندان کے مندروں پر بہت سے نقوش مل گئے ہیں مگر بہت ہونے پر بھی کم ہیں۔ مثلاً فرعون کے مندر کی دیواروں پر خیال کیا جاتا ہے کہ دس ہزار مربع میٹر کے نقوش موجود تھے۔ یہ نقوش اب تک باقی رہتے تو ہم ان سے بڑا فائدہ اٹھا سکتے تھے۔ لیکن ان میں سے صرف ڈیڑھ سو مربع میٹر کے نقوش اس وقت موجود ہیں۔ باقی سب ضائع ہو چکے ہیں۔

فرعون ہورس کے اس مندر کے نقوش بڑی اہمیت رکھتے ہیں۔ اور ہم انہیں مختصر لفظوں

میں بیان کر دینا ضروری سمجھتے ہیں۔

ان میں سب سے اہم منظر وہ ہے جس میں فرعون کو لیبیا والوں پر دالوں پر فتحیاب دکھایا گیا ہے مغلوب لیبی سردار یا بادشاہ کے درباری اور عورتیں۔ سب کے سب فرعون کے سامنے جمع ہیں اور اس سے رحم و کرم کی التجائیں کر رہے ہیں ان کے نیچے تاریخ اور تحریر کی دیوی نشاۃ بیٹھی ہے۔ اور فرعون کے قیدیوں کو گن گن کر اپنے رجسٹر میں لکھ رہی ہے۔ اس تصویر کے نیچے چار صفوں میں وہ مویشی دکھائے گئے ہیں جو مفتوحوں سے فرعون نے چھینے ہیں۔ ان کے ساتھ ان کی تعداد بھی لکھدی گئی ہے۔ مگر یقیناً اس تعداد میں بہت مبالغہ ہے۔ کیونکہ لکھا ہے مال غنیمت میں فرعون کو ایک لاکھ بیل ملے دو لاکھ گدھے اور ایسی ہی تعداد میں دوسرے جانور۔ مصور نے مصر کے دیوتا اور لیبیا کے دیوتاؤں کو بھی اپنی تصویر میں جان بوجھکر دکھایا ہے۔ تاکہ یہ دونوں دیوتا۔ فرعون کی عظیم الشان فتح کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں۔

ایک اور مرقع میں ہم مصری دیوتاؤں کو دیکھتے ہیں۔ جو مغلوب قوموں کو ہتکڑیوں بیڑیوں میں جکڑے ہوئے کھینچ رہے ہیں۔ اس مرقع کی یہ خاص خصوصیت ہے کہ ہر مغلوب قوم کو اس کے اصلی رنگ روپ اور کپڑوں میں اس طرح دکھایا گیا ہے کہ انہیں پہچاننے میں کسی کو ذرا تامل نہیں ہو سکتا۔

بعض نقوش میں شکار کے نہایت مکمل منظر دکھائے گئے ہیں ایک نقش میں فرعون تیر کمان سے مسلح کھڑا ہے۔ اس کے پیچھے درباری ہیں اور ولی عہد بھی ہے یہ سب چار صفوں میں کھڑے ہیں اور فرعون اپنے شکار پر تیر برسا رہا ہے جانوروں کو اس طرح دکھایا گیا ہے کہ معلوم ہوتا ہے اصلی ہیں تصویر نہیں ہیں!

نقوش میں جنازوں کے منظر اور دینی رسموں کے منظر بھی دکھائے گئے ہیں اور تفصیل سے دکھائے گئے ہیں مگر ان کے بیان سے ناظرین کو زیادہ دلچسپی نہیں ہوگی اس لئے ہم آگے بڑھتے ہیں

مندروں کے بعد مقبرے ہمارے سامنے آتے ہیں۔ مقبروں میں بھی بکثرت نقوش موجود ہیں اس سلسلے میں سب سے اہم سیدرم کے مقبرے ہیں۔ جو فرعون ستفرد کے زمانے کے ہیں ان میں ایک ایسا نقش پایا گیا ہے جس کی کوئی

تعریف کرنی مشکل ہے۔ اس نقش میں چھ بطخیں دکھائی گئی ہیں، اور مصری فن کا نہایت ہی اعلیٰ نمونہ ہیں۔ کیونکہ فطرت کے عین مطابق ہیں۔ تصویر دیکھنے سے حیرت ہوتی ہے اور مصوری کے کمال فن کی داد دینی پڑتی ہے کہ انہوں نے کس قدر ترقی کی تھی۔

میدوم ہی کے مقبروں سے ایک اور نقش مصری عجائب گھر میں پہونچا ہے یہ نقش بہت بڑی تاریخی اہمیت رکھتا ہے اس میں خاص بات یہ ہے کہ پتھر پر پہلے تصاویر بنائی گئی تھی پھر پتھر میں کھود دی گئی ہے۔ اس کے بعد رنگین مسالے، تصویر میں بھر دیئے گئے ہیں۔ یہ نقش نفرماعت نے اپنے مقبرے میں بنوایا تھا۔ یہ شخص، فرعون سنفرو کے زمانے میں تھا اور اس نے بڑے ہی فخر سے اپنے مقبرے کی دیوار پر لکھوایا ہے کہ جو رنگین نقش وہ اپنے پیچھے چھوڑ جائے گا۔ اس زمانے کے ہاتھ کبھی مٹا نہ سکیں گے۔ لیکن افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ اس شخص کا یہ یقین، زمانے نے باطل کر کے دکھا دیا۔ کیونکہ نقش کے اندر کا مسالہ بہت کچھ ٹوٹ چکا ہے۔

اسی زمانے کا ایک اور نقش قابل ذکر ہے یہ نقش کاہن "حسی را" کے مقبرے سے نکلا ہے یہ نقش لکڑی میں کھودا گیا ہے اور اس قدر مکمل ہے کہ ماسپرو کو کہنا پڑا "مصری آرٹسٹ نے کسی زمانے میں بھی لکڑی پر ایسا اعلیٰ کام نہیں کیا، جیسا اس نمونے میں دکھائی دیتا ہے" یہ نقش، حیرت انگیز طور پر کمال کا بہترین نمونہ ہے

یہ تمام نقوش پرانی یا پہلی سلطنت کے زمانے کے ہیں ان سب کی پوری تفصیل اگر کسی کو پڑھنی ہو تو مصریات کی جرمن علامہ خاتون، لوئیزا کلیبس L. KLEBS کی کتاب پڑھے، جو اس موضوع پر نہایت جامع کتاب ہے۔

لیکن یہ بہت ہی عجیب بات ہے اور اس بات کا کوئی سبب سمجھ میں نہیں آتا کہ مصری تمدن نے آگے بڑھنا رہا۔ مگر نقش کا یہ فن پچھے خاندان کے بعد سے برابر تنزل کرتا چلا گیا۔ بیچ میں کبھی کبھی فن کا کوئی اچھا نمونہ ضرور ہوتا رہا۔ مگر مجموعی طور پر فن کی خصوصیتیں گھٹتی ہی چلی گئیں یہاں تک کہ بالکل ختم ہو گیا۔ درمیانی زمانے کے نقوش میں وہ نقش قابل ذکر ہیں جو کرنک میں آمن دیوتا کے مندر کی دیوار پر موجود ہیں

ان میں سیتی اول اور رامسس سوم کی فتوحات بڑی شان و شوکت تفصیل، اور فنی کمال کے ساتھ دکھائی گئی ہیں

ساتواں باب

مصر کی دستکاریاں

مصری فن یا آرٹ پر سرسری نظر ڈال چکنے کے بعد اب مناسب ہے ہم دیکھیں کہ پرانے مصر میں صنعت و حرفت یا دستکاریوں کا کیا حال تھا مصری نقوش اور تصویروں نے ہمارے لئے اس بارے میں بہت ہی قیمتی معلومات جمع کر دی ہیں اور ہم شکریہ کے ساتھ یہ معلومات یہاں پیش کرتے ہیں

۱۔ مصوری و نقاشی۔ اس کا حال ابھی لکھا جا چکا ہے

۲۔ بت تراشی۔ مصری اس ہنر میں بڑے استاد تھے رخماکر کے مقبرے میں ایک مرقع ہے جس میں دکھایا گیا ہے کہ بت تراش تھوتمس سوم کے دو بہت بڑے اسٹیچو تیار کر رہے ہیں۔ ایک میں فرعون کھڑا ہے۔ اور دوسرے میں بیٹھا ہے تصویر آپ دیکھینگے کہ اسٹیچو اس طرح بنایا جا رہا ہے کہ ان کے گرد پاڑ بندھی ہوئی ہے اور صناع اس پاڑ پر بیٹھ کر یا کھڑے ہو کر آرام سے اپنا کام کر رہے ہیں۔

بت ہر قسم کے پتھروں سے بنائے جاتے تھے۔ آبنوس اور دوسری مضبوط لکڑیوں سے بھی یہ کام لیا جاتا تھا۔ لاجورد اور عقیق کا استعمال بھی عام تھا مگر ان پتھروں سے چھوٹی مورتیاں ہی بناتے تھے۔

۳۔ پتھر کی کٹائی (الف) پتھر کے عظیم الشان ٹکڑے بلکہ چٹانیں تک اٹھاتے اور ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچانے کے کام میں پرانے مصری بہت ماہر تھے۔ پتھر پہاڑوں سے کاٹے جاتے تھے پھر انہیں بڑی حکمت سے دریائے نیل تک لیجاتے تھے۔ یہاں کشتیوں پر انہیں لاد دیتے۔ اور اس جگہ اتار لیتے تھے جہاں اتارنا چاہتے تھے۔ کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ پہاڑ سے پتھر کاٹ کر اسی جگہ بت یا لاٹ، یا تابوت وغیرہ بنا لیتے تھے۔ اور پھر ان چیزوں کو بڑی ہشیاری سے اٹھا کر

لے جاتے تھے۔

(ب) جب پتھر کے ٹکڑے وہاں پہنچ جاتے تھے جہاں اُن سے کام لینا ہوتا تھا تو اُنھیں ناپتے تھے۔ پھر اُن پر نشان لگائے جاتے تھے، تاکہ کاریگروں کے لیے رہنما بنیں۔

(ج) پتھر سے قربانی کیلئے بڑی بڑی میزیں بناتے تھے۔

(د) پتھر کے ایک ہی ٹکڑے سے پورا جہاز دروازہ بنا دیتے تھے۔

(ہ) پتھر اور لکڑی کی لاٹیں بناتے تھے، اور اُن پر پالش کروایا کرتے تھے۔

(و) پتھر کے نہایت خوبصورت تابوت بناتے تھے۔ اور ان میں مُردے دفن کیا کرتے تھے۔

(ز) مُردوں کی آنتیں وغیرہ رکھنے کے لئے پتھر کے صندوقچے بناتے تھے، اور یہ بھی بہت خوبصورت ہوتے تھے۔ فرعون توت عنخ آمن کی آنتوں کا صندوق، سنگ مرمر کا ہے، اور اُس میں کہیں جوڑ نہیں ہے۔ پتھر کے ایک ہی ٹکڑے سے بنایا گیا ہے!

۴۔ پتھر کے برتن۔ پتھر کے ٹکڑے گھڑ کے طرح طرح کے برتن اور دوسری چیزیں بناتے تھے۔ ایسی تمام چیزوں پر حسین ہیرو گلیفی خطوط میں تحریریں اور دلکش رنگین تصویریں ہوتی تھیں۔ اب تک جتنی چیزیں ملی ہیں، اُن میں سے اکثر حیرت انگیز حد تک خوبصورت ہیں۔ مثلاً توت عنخ آمن کے مقبرے میں جو چیزیں پائی گئی ہیں، وہ ہیں تو پتھر کی مگر اس قدر شفاف کہ شیشے کی معلوم ہوتی ہیں۔ آدمی باہر سے بھی بآسانی دیکھ سکتا ہے کہ اُن کے اندر کیا ہے۔ اسی مقبرے سے ایک قندیل ملی ہے۔ قندیل کے اندر تصویر ہے، جس میں فرعون بیٹھا ہے۔ اس کے سامنے ملکہ ہے اور لاکھوں برس لمبی عمر کی علامت پیش کر رہی ہے۔ یہ تصویر باہر کی طرف سے بھی بالکل صاف دکھائی دیتی ہے!

۵۔ سونے وغیرہ میں چھید کرنا۔ مصر میں کنٹھے اور پہننے کا رواج تھا۔ مگر ظاہر ہے جب تک موتیوں یا دانوں میں چھید نہ ہوں کنٹھے اور ہار بنانا ناممکن ہیں۔ اس فن میں بھی مصری کامل ہو چکے تھے۔ جیسا کہ بیشمار یادگاروں سے ثابت ہے۔

۶۔ لاشوں کی ممی۔ یہ فن پرانے زمانے میں مصر کے سوا کہیں نہیں تھا۔ اور مصریوں نے اس فن میں وہ کمال پیدا کیا تھا کہ آج تک

دنیا عش عش کر رہی ہے۔ ممی کرنے کے تین طریقے ہم پچھلے صفحوں میں بیان کر آئے ہیں

۷۔ دھاتوں کی صنعت۔ دھاتوں کے صناعوں کی دوکانیں ہوتی تھیں۔ جہاں وہ اپنا کام کرتے تھے۔ دھاتیں ڈھال کر مختلف چیزیں بناتے تھے، اور دھاتوں کو کوٹ کر بھی جو کچھ بنانا چاہتے تھے بنا لیتے تھے چمکیلی دھاتوں سے جیسے تانبے، سونے، چاندی کی پتلی پتلی چادریں بنائی جاتی تھیں۔ اور آرائش کے لئے محلوں اور مندروں کی دیواروں پر چڑھا دی جاتی تھیں اور وہ جھل مل جھل مل کرنے لگتی تھیں۔ سونے کی بڑی قدر تھی، اور سونے سے سجاوٹ پیدا کرنے کا عام رواج تھا۔ سونے کے تابوت بھی بنتے تھے۔ شاہی تخت پر بھی سونا منڈھا جاتا تھا۔ قسم قسم کے برتن اور آئینے کے فریم بھی سونے کے ہوتے تھے۔ غرضکہ مصری اس فن میں بھی بڑے ماہر تھے۔

۸۔ سُناری۔ دھاتوں کی صنعت میں سُناری بھی آجاتی ہے۔ مگر یہاں مناسب ہے کہ سُناری کا الگ ذکر کیا جائے کیونکہ مصر میں زیوروں کی بڑی مانگ تھی۔ اور زیور بہت قسم کے ہوتے تھے۔ تصویروں میں ایسے منظر موجود ہیں کہ سُنار، امیر آدمی کو طرح طرح کے زیور دکھا رہا ہے۔ اس کے پاس ہی آبنوس کا صندوق رکھا ہے، جس پر ہاتھی دانت کی پچیکاری ہے، ساتھ ہی سونے کا ایک برتن بھی موجود ہے۔

۹۔ زیور کے نمونے۔ بعض عجائب گھروں میں پرانے مصر کی ایک اور صنعت دکھائی دیتی ہے۔ لکڑی کی تختیوں پر مختلف قسم کے زیوروں اور تعویذوں کے نمونے جڑے ہوئے ہیں۔ بعض سونے کے ہیں۔ بعض جڑاؤ ہیں۔ ایک ایسا ہی نمونہ برلن کے عجائب خانہ میں دیکھا جا سکتا ہے، اس کا نمبر ۲۰،۶۰۰ ہے۔

۱۰۔ جواہرات۔ مختلف ملکوں سے مصر میں جو خراج آتا تھا، اس میں دھاتوں کے علاوہ جواہرات بھی ہوتے تھے۔ فیروزہ جزیرہ نما سینا سے آتا تھا، اور نیلا لاجورد ملک "رتنو" (بی) اشوریا اور بابل سے یشب سُرخ، نوبیا کے سردار لا کر پیش کرتے تھے

اور عقیق سُرخ، مشرقی صحراء سے جمع کیا جاتا تھا۔ ان جواہرات سے اور دوسرے جواہرات سے مصری اپنے زیوروں، تابوتوں اور دوسری چیزوں کی پچیکاری کیا کرتے تھے۔

۱۱۔ ہاتھی دانت کی صنعت۔ ہاتھی دانت سے بنی ہوئی بعض چیزیں زمانۂ تاریخ سے پہلے کی ملی ہیں۔ مگر پرانی سلطنت کے زمانے میں ہاتھی دانت کا استعمال بہت ہی کم ہوگیا تھا۔ اس کی وجہ شاید یہ تھی کہ اس زمانے میں ہاتھیوں نے مصر میں رہنا چھوڑ دیا تھا۔ لیکن درمیانی سلطنت اور بعد کے زمانوں میں پھر مصر میں ہاتھی دانت کا رواج ہوگیا تھا۔ ہاتھی دانت بھی اُن چیزوں میں سے تھا جو خراج کے طور پر دوسرے ملکوں سے آتی تھیں۔ مگر عجیب بات یہ ہے کہ ہاتھی دانت کا خراج صرف نوبیا ہی نہیں دیتا تھا بلکہ شام بھی۔ اس واقعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ مصر چھوڑنے کے بہت بعد تک ہاتھی شام میں زندہ رہا اور اب بھی مصر میں اسکا وجود نہیں ہے۔

ہاتھی دانت سے بہت سی چیزیں بنتی تھیں، یا اُس سے بہت سی چیزوں کی پچیکاری کی جاتی تھی، مثلاً لکڑی کے صندوق، خود ہاتھی دانت کے صندوق، جن پر سونے اور جواہرات کی پچیکاری ہوتی تھی۔ ہاتھی دانت کی پچیکاری سے آراستہ کرسیاں، ہاتھی دانت کے طرح طرح کے برتن، تیل نکالنے کے چمچے، سر کے نیچے رکھنے کے لکڑی کے تکیے جن پر ہاتھی دانت کام ہوتا تھا۔ لقوید، چھوٹی چھوٹی مورتیاں، گنگھے، آئینوں کے دستے، کچھڑیاں، یا ان کے دستے، جن پر ہاتھی دانت کے نقش بنائے تھے، کانوں میں پہننے کی بالیاں، شطرنج کی بساطیں اور مہرے وغیرہ وغیرہ

۱۲۔ کچھوے کی ہڈی۔ مصر میں کچھوؤں کی کمی نہ تھی۔ مگر کچھوے کی ہڈی کو بہت پرانے زمانے میں شاذ و نادر ہی کام میں لاتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ تھوڑی سی چوڑیوں کے سوا بہت پرانے مصر نے کچھوے کی ہڈی کی اور کوئی چیز نہیں چھوڑی۔ لیکن بارہویں خاندان کے ساتھ اس ہڈی کا استعمال بھی کثرت سے شروع ہوگیا۔ اُس زمانے میں کچھوے کی ہڈی سے کنگھے، بلیٹیں اور باجے عام طور پر بننے لگے۔

یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ پرانے مصری

کچھوا کھاتے نہیں تھے، البتہ دوا کے طور پر اُسے استعمال کرتے تھے، خاص طور پر بال جھڑنے کے علاج کے لئے کچھوے کا گوشت کھایا جاتا تھا، اُس سے کوئی دوا بنتی تھی۔ بہت بعد کے زمانے میں مذہبی تقریبوں میں فرعون اپنے ہاتھ سے کچھوے کو مارا کرتے تھے کیونکہ اس جانور کو شریر اور قحط کے دیوتا سیت کا مظہر مانا جاتا تھا۔

۱۳۔ نجاری۔ نجاری بھی مصر میں بہت ترقی کر چکی تھی۔ نجاری کی بڑی کی بڑی بڑی دوکانیں تھیں، اور ہر قسم کی چیزیں بنائی جاتی تھیں۔ جیسے لکڑی کے کمرے جن میں تابوت اور بت رکھے جاتے تھے، تابوت آنتیں رکھنے کے صندوقچے، دروازے، تخت، سر کے نیچے رکھنے کی لکڑیاں یا چوبی تکئے، جھولے کرسیاں، میزیں، صندوق، کھمبے، لاٹھیاں، چھڑیاں، پنکھے کے دستے، آرائش کی چیزیں۔ جیسے عطر دانیاں، تیل دانیاں، سرمہ دانیاں، کنگھیاں، اور دروازوں کی چوبی کنجیاں وغیرہ جن چیزوں کے نام ہم نے گنوائے ہیں۔ انمیں سے بعض کی مزید تشریح نیچے کرتے ہیں۔

۱۔ تابوت اور بت رکھنے کے لئے لکڑی کے جو کمرے بنائے جاتے تھے اُن کے کھمبے دیوتا اوزیرس کی شکلوں میں سے کسی شکل کے ہوتے تھے۔ اس قسم کا ایک مکمل اور شاندار کمرہ فرعون توت انخ امن کے مقبرے سے نکلا ہے، اور مصری عجائب خانہ میں محفوظ ہے (منہوتپ اول کے نام کے کمرے کی تصویر) ایک مصری آرٹسٹ "ابوی" کے مقبرے کی دیوار پر موجود ہے اور قابل دید ہے۔ (تصویر نمبر ۲۲) اس تصویر میں دکھایا گیا ہے کہ کاریگر، کمرہ بنانے، اُس پر پالش کرنے اور اُس کے کھمبوں پر فرعون کے القاب لکھنے میں لگے ہوئے ہیں۔ بیچ میں ایک شکل ہے جو فرعون کو سجدہ کر رہی ہے۔ یہ مصر کے دونوں حصوں شمالی اور جنوبی کی علامت ہے۔ فرعون کے دونوں طرف دو دیوتا کھڑے ہیں شمال کا دیوتا ہورس، اور جنوب کا دیوتا سیت۔ سب سے نیچے کچھ تصویریں ہیں، اور اُن سے غرض یہ دکھانا ہے کہ تمام آدمی فرعون مصر کی پرستش کرتے ہیں اور

ب۔ تابوت کئی شکلوں کے ہوتے تھے، اور فرعون کی لاشیں ایک نہیں، اوپر نیچے چار چار تابوتوں میں رکھی جاتی تھیں، مثلاً توت انخ امن کی لاش پہلے کپڑے کی پٹیوں میں لپیٹی گئی تھی۔ پھر لاش کو سونے کی پٹیوں میں لپیٹا گیا تھا۔ جن پر ہیروگلیفی تحریریں ہیں اور فیروزے وعقیق وغیرہ کی پچیکاری ہے۔ پھر لاش کو خالص کندن کے صندوق میں رکھا گیا تھا جسکی شکل آدمی کی سی ہے۔ اور وزن ایک سو دس کیلوگرام ہے۔ پھر یہ تابوت لکڑی کے تابوت میں رکھا گیا تھا، جو رنگین پتھروں اور سونے کی تختیوں سے سجا ہوا ہے۔ پھر یہ تابوت ایک اور ایسے ہی لکڑی کے آراستہ تابوت میں رکھا گیا تھا۔ پھر ان تابوتوں کو پتھر کے ایک بہت بڑے تابوت میں بند کر دیا گیا تھا جسکی شکل صندوق جیسی ہے۔ اس آخری تابوت کے چاروں سروں پر جناد کے چاروں دیوتاؤں ایزیس، نفتیس نیت اور سلکت کی مورتیں کھڑی ہیں۔

ج۔ تخت دو قسم کے ہوتے تھے:۔ ایک لاش اٹھانے کے لئے اور دوسرا سونے کے لئے۔ لاش والے تختوں کے سرہانے، شیر کی دُم لگا کر آراستہ کئے جاتے تھے۔ اس غرض کے لئے گائے یا دریائی گھوڑوں کے سروں سے بھی کام لیا جاتا تھا۔ ان تختوں کے پائے بھی انہی جانوروں کے پیروں کی شکل کے بنائے جاتے تھے۔ توت انخ امن فرعون کے مقبرے سے ایک ایسا مکمل تخت نکل آیا ہے۔ دوسرے پرانے مقبروں میں بھی ان کے اجزا ملے ہیں۔

سونے کے لئے جو تخت ہوتے تھے وہ جنازوں کے تختوں سے کم چوڑے ہوتے تھے۔ ان کی بہت سی تصویریں دیواروں پر ملی ہیں جن میں ہم دیکھتے ہیں کہ کاری گر لکڑیاں کاٹ رہے ہیں پھر انہیں جوڑ رہے ہیں ان میں کیلیں ٹھونک رہے ہیں۔ ساتھ ہی تختوں کے نیچے صندوق یا عطردانیاں وغیرہ رکھی نظر آتی ہیں۔

سب سے زیادہ خوبصورت، جو اب تک مصری عجائب خانے میں پہونچے ہیں، وہ

"یُویا و تُویا" کے مقبرے سے اور توت انخ امن کے مقبرے سے نکلے ہیں۔ یہ اس قدر حسین ہیں کہ مصری نجّاروں کے کمال کا اقرار کرنا پڑتا ہے۔ اِن کے پائے دیوتا بِس، دیوی سَحمت، اور تا اَوْرَت کی شکلوں پر بنائے گئے ہیں اور قابلِ دید ہیں۔ تا اَوْرَت ایک دیوی کا نام ہے جس کے بارے میں یقین کیا جاتا تھا کہ سونے والے آدمی کی حفاظت کرتی ہے۔

توت انخ امن کے بعض تخت آبنوس کی لکڑی کے ہیں۔ جن پر سونے اور ہاتھی دانت کی پچیکاری ہے۔ کچھ ایسے تخت بھی ہیں جسکی دیواروں پر سونے کی موٹی موٹی چادریں چڑھی ہوئی ہیں اور پورا تخت جگمگا رہا ہے، مگر ان مصری تختوں کو چارپائی بھی کہا جا سکتا ہے۔ کیونکہ ان میں سونے کی جگہ لکڑی نہیں ہوتی تھی۔ بلکہ مہین رسّیوں کو بٹ کر ایک جنگلا سا بنا دیتے تھے۔

د۔ تکیئے۔ تکئے پتھر یا لکڑی کے ہوتے تھے۔ اور اس طرح بنائے جاتے تھے کہ سر رکھنے کی جگہ اونچی رہتی تھی۔ اس جگہ کپڑے کی گدّی رکھی جاتی تھی۔ تاکہ سر کو آرام ملے۔ اور مورّخوں میں اختلاف ہے کہ تکیہ مصریوں کی ایجاد ہے، یا ملک نوبیا سے یہاں پہونچا۔ اس اختلاف کا سبب یہ ہے کہ نوبیا سے جو خراج آتا تھا اُس میں تکئے ہوتے تھے۔ پھر یہ واقعہ ہے کہ نوبیا میں آج تک ایسے ہی تکئے مستعمل ہیں، جو ہم نہیں کہہ سکتے، اصلیت کیا ہے مگر بہت ہی پُرانے وقتوں میں بھی تکئے مصر میں عام طور پر رائج تھے۔ مصری عجائب گھر میں بہت سے تکئے موجود ہیں۔ اور اکثر بہت قیمتی اور پُر تکلف ہیں۔

ہ۔ کرسیاں۔ کرسیوں کی بے شمار تصویریں، پُرانے مقبروں کی دیواروں پر موجود ہیں۔ انہیں دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ قدیم ترین زمانے میں بھی مصری ہر قسم کی کرسیاں بناتے اور کام میں لاتے تھے ہتّے والی کرسیاں بھی ہوتی تھیں اور بے ہتّوں کی بھی۔ آرام کرسیاں بھی بنائی جاتی تھیں بعض کرسیاں ایک نہیں دو آدمیوں کے بیٹھنے کے لئے بنائی جاتی تھیں

ایسی کرسیاں بھی تھیں جو ہیئت یا تہ کر لی جاتی تھیں، جیسے اس زمانے کی سفری کرسیاں ہوتی ہیں۔ امیروں کی کرسیاں بہت شاندار اور قیمتی ہوتی تھیں، اُن کے پائے شیر کے پیروں کی صورت کے بنائے جاتے تھے، اور انھیں ہر ممکن کے طریقے سے آراستہ کیا جاتا تھا۔ امیروں کی کرسیوں پر موٹے نرم قیمتی گدے رکھے رہتے تھے۔ اور عام کرسیاں تسلی سے بُن دی جاتی تھیں۔ کرسیاں آبنوس کی بھی ہوتی تھیں اور معمولی لکڑی کی بھی۔

و۔ پاؤں ٹیک۔ جس قیمت و شان کی کرسی ہوتی تھی، اُسی قیمت و شان کی پاؤں ٹیک بھی بناتے تھے۔ فرعون کے پاؤں رکھنے کے لئے جو ٹیک بنائی جاتی تھی اُس پر دشمنوں کی تصویریں ہوتی تھیں اور غرض یہ ہوتی تھی کہ فرعون اپنے دشمنوں پر غالب رہے گا اور انہیں روند ڈالیگا۔ بعض پاؤں ٹیکوں کو چمڑے سے منڈھ دیا جاتا تھا لیکن اکثر خراد کر کے چٹائی کی صورت کی بنا دی جاتی تھیں

ز۔ میزیں۔ میزیں بھی کئی قسم کی ہوتی تھیں گول، چوکور، لمبی۔ گول میزیں کھانے کے وقت استعمال کی جاتی تھیں۔ میزیں لکڑی کی بھی ہوتی تھیں، پتھر کی بھی، اور دھاتوں کی بھی۔

ح۔ صندوق۔ صندوق مختلف قسم کی لکڑیوں سے بنائے جاتے تھے، وہ سادہ بھی ہوتے تھے اور بہت سجے ہوئے بھی امیروں کے صندوق عام طور پر نقشین ہوتے تھے اور ہاتھی دانت کی اُن پر بچیکاری ہوتی تھی مصری صندوقوں کے نیچے پائے ہوتے تھے اور اُن سب ضرورتوں میں کام آتے تھے، جن کے لئے ہمارے زمانے میں استعمال ہوتے ہیں

۱۴۔ تیر کمان۔ مصر کے کاریگر بہتر کمان بنانے میں بھی بڑے اُستاد تھے۔ فرعون تیر اندازی میں کامل ہوتے تھے۔ ہر فرعون اپنے لئے الگ کمانیں بنواتا تھا اور فخر کرتا تھا کہ خود اس کے سوا کوئی اور آدمی اسکی کمان کھینچ نہیں سکتا۔ تیر کی انی، برونز کی ہوتی تھی یا ہڈی کی یا پتھر کی، مگر اس قدر مضبوط اور تیز ہوتی تھی کہ دھات کی موٹی موٹی تختیوں کو بھی توڑ کے پار ہو جاتی تھی۔ توت انخ امن کے مقبرے سے کمانوں اور تیروں کا بڑا ذخیرہ نکلا ہے۔

۱۵۔ کمہاری۔ پرانے مصر کے کمہار بھی اسی طرح مٹی کے برتن بناتے تھے جس طرح ہمارے ملک میں رواج ہے، جیسا کہ تصویر نمبر ۲۳ سے ظاہر ہے۔

بہت قدیم زمانے میں برتن بنانے کی مٹی لال رنگ میں رنگ لی جاتی تھی۔ اور پکنے کے بعد بہت گہرے رنگ کی ہو جاتی تھی، مگر بعد میں یہ رواج اٹھ گیا اور مٹی کو پہلے رنگ سے رنگنے لگے۔

۱۶۔ اینٹیں بنانا۔ اینٹ بنانے کے فن میں مصری بہت زیادہ ماہر تھے۔ آیندہ باب میں ہم کچھ تفصیل دینگے۔

۱۷۔ رتھ۔ دو پہیوں والی رتھیں جنھیں گھوڑے کھینچتے ہیں، مصر میں اٹھارہویں سے رائج ہوئیں جب فاتح اہکسوس آئے اور اُن کا استعمال عام ہو گیا جب مصری فرعونوں نے شام کو فتح کر لیا، جہاں ایسی رتھیں کثرت سے پائی جاتی تھیں، جلد ہی مصر میں رتھوں کے کارخانے قائم ہو گئے۔ اور ان کے سب حصے بننے لگے۔ ہلکی رتھوں کے ساتھ بھاری رتھوں کے کارخانے قائم ہو گئے اور ان کے سب حصے بننے لگے۔ ہلکی رتھوں کے ساتھ بھاری رتھیں بھی استعمال کی جاتی تھیں، مگر صرف شاہی جلوسوں، جنگلی اور شیر وغیرہ درندوں کے شکار میں بھاری رتھوں کا سب سے اچھا نمونہ توت انخ امن کے مقبرے سے نکلا ہے، اور مصری عجائب گھر میں دیکھا جا سکتا ہے۔

رتھ بان، رتھ کو کھڑے ہو کر چلاتا تھا۔ گھوڑوں کی باگیں اپنی کمر میں باندھ لیتا تھا تاکہ ہاتھ تیر اندازی کے لئے خالی رہیں۔ شاہی رتھیں خوب سجائی جاتی تھیں اور ان کے گھوڑوں کو بھی نرم لمبے پر لگا کے دولہا بنا دیا جاتا تھا۔ رتھوں کے اگلے حصے میں کمانیں اور ترکش لگانے کی جگہیں ضرور ہوتی تھیں۔

۱۸۔ دباغت۔ مصر میں کھال پکانے اور رنگنے کا ہنر بہت ترقی کر چکا تھا۔ کچی کھالوں کو پہلے تیل میں بھگو دیتے تھے پھر بعض اور مسالوں سے اُسے درست کرتے تھے۔ ولکنسن نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ دباغت کے لئے مصری ایک گھاس سے کام لیتے تھے جو ریگستان میں پیدا ہوتی ہے۔ اور جسے کھال پر سے بال دور کرنے کیلئے آجتک استعمال کرتے ہیں۔ ولکنسن نے اس گھاس کا نام PERIPLOCA SECAMONE

لکھا ہے۔ عربی میں اس گھاس کا نام نہیں ملتا۔

۱۹۔ جوتے بناتا۔ پرانے مصری، جوتے نہیں چپل پہنا کرتے تھے۔ امیروں اور بادشاہ کے کاندار ہوتے تھے۔ صرف تلوے والے چپل بھی رائج تھے اور اوپر سے بند چپل بھی تاکہ پیر گرد سے محفوظ رہیں۔ چپل سب ہی پہنتے تھے مگر جب اپنے سے بڑے آدمی کے ساتھ ہوتے تھے تو تعظیم کے خیال سے ننگے پاؤں چلتے تھے۔ فرعون کے چپلوں کے تلوؤں پر دشمنوں کی تصویریں بنائی جاتی تھیں۔ مطلب یہ تھا کہ فرعون اپنے دشمنوں کو روند رہا ہے۔ چمڑے کی اور بہت سی چیزیں بھی بنتی تھیں، جیسے تسمے، لگامیں، تھیلے وغیرہ اور چمڑا لال رنگ کا بہت پسند کیا جاتا تھا۔ تصویر نمبر ۲۴ میں مصری موچی چپل بنا رہے ہیں۔

۲۰۔ کھانا پکانا۔ مصریوں نے کھانا پکانے کے فن میں بھی ترقی کر لی تھی۔ مگر ان کے کھانوں کا حال کہیں نہیں ملا۔ البتہ تصویر والی میں روٹی پکانے کی کیفیت دکھائی دیتی ہے۔ مصری موٹی موٹی روٹیاں تنوروں میں پکاتے تھے۔ بعض ماہرین مصریات کہتے ہیں کہ تنور پر لا کر رکھ کے پکاتے تھے اور بعض کہتے ہیں تنور کے اندر روٹی پکتی تھی۔ روٹی کے علاوہ روغنی ٹکیاں بھی عام تھیں اور کئی قسموں اور طرح طرح کی شکلوں کی ہوتی تھیں۔ سب سے زیادہ مقبول وہ ٹکیاں تھیں جو شہد کی ہوتی تھیں۔ اور اس طرح بنائی جاتی تھیں کہ شہد کو آگ پر چڑھا دیتے تھے، اور لکڑی کے ایک ٹکڑے سے برابر چلائے جاتے تھے۔ یہاں تک کہ شہد بگھل کر کھولنے لگے۔ اسی حالت میں کچھ گھی، شہد میں ملا دیتے تھے۔ جب دونوں مل کر ایک ہو جاتے تھے تو گرم گرم آٹے پر انڈیل دیتے تھے۔ اور آٹے کو لکڑی سے برابر ہلاتے رہتے تھے۔ یہاں تک کہ خوب گندھ جاتا تھا۔ آٹا جب اتنا ٹھنڈا ہو جاتا کہ ہاتھ سہہ سکے تو مختلف شکلوں کی ٹکیاں بنا لیتے تھے۔ ایک اور قسم کی ٹکیاں گھی میں تل کر بنائی جاتی تھیں اور ان کی شکلیں بھی مختلف ہوتی تھیں کڑاہ کے نیچے تین پائے ہوتے تھے اور انہیں کے بیچ میں آگ جلا دی جاتی تھی۔ تصویر نمبر ۲۵ میں ہم روٹی اور ٹکیاں پکانے کے مناظر پوری صفائی سے دیکھ سکتے ہیں۔

۲۱۔ خوشبودار تیل۔ یہ اسطرح بنائے جاتے تھے کہ روغنی پھلوں کو ایک بڑے ہاون میں رکھ کے کوٹتے تھے۔ دوسرے ہاون میں کوئی تیز

خوشبو کی چیز کوٹتے تھے۔ جب دونوں الگ الگ خوب کٹ جاتے تو پہلے ہاون کا تیل اور دوسرے ہاون کی خوشبودار چیز۔ دونوں کو تیسرے ہاون میں خوب اچھی طرح گھونٹ کر ملا دیتے تھے۔ پھر کسی جانور کی چربی آگ پر پگھلا دیتے۔ اور اس چربی میں تیسرے ہاون کی سب چیزیں انڈیل کر ذرا ہلاتے۔ اور آگ پر سے ہٹا لیتے اس طرح تیل تیار کرتے تھے۔ مگر اسے تیل کے طور پر استعمال نہیں کرتے تھے بلکہ پلاسٹر کے طور پر۔ کیونکہ تیل ٹھنڈا ہو کر گاڑھا ہو جاتا تھا۔ اور یہی گاڑھی چیز سر کے بالوں پر چڑھا دی جاتی تھی۔ تصویروں سے اس کا ثبوت ملتا ہے۔

۲۲۔ عطر تصویروں سے ظاہر ہوتا ہے کہ مصری عطر استعمال کرتے تھے۔ مگر قرع انبیق سے سے ناواقف تھے۔ وہ خوشبودار پھول ایک تھیلے میں بھوتے تھے۔ تھیلے میں دو کڑے لگے ہوتے تھے۔ ان میں دو لمبی لکڑیاں ڈالکر تھیلے کو دو مختلف سمتوں میں زور زور سے ہلاتے تھے۔ نیچے ایک برتن رکھا ہوتا تھا۔ اور پھولوں کا نچوڑ تھیلے سے اس برتن میں گرتا رہتا تھا۔ اس طرح عطر تیار کرتے تھے کبھی اس عطر میں چربی بھی ملا دی جاتی تھی۔

۲۳۔ کپڑوں کی دھلائی۔ بہت پرانے زمانے مصری پہلے کپڑے اس طرح دھوتے تھے۔ کہ پتھر پر بھیگے کپڑے رکھکر لکڑی کی موگریوں سے کوٹتے تھے۔ لیکن جب تہذیب بڑھی تو یہ طریقہ ہو گیا کہ پہلے کپڑے ٹھنڈے پانی میں بھگوئے جاتے تھے پھر گرم پانی سے انہیں دھوتے تھے مگر ایک چربی کے ساتھ جو صابن کا کام دیتی تھی پھر کپڑے دریا میں ڈالکر دھوئے جاتے تھے اور انہیں پچھاڑ کر ہوا میں پھیلا دیا جاتا تھا۔ مگر سوکھنے سے پہلے ایک لکڑی کے اوزار سے تمام شکنیں دور کر دی جاتی تھیں۔ یہ اوزار ہمارے زمانے کی استری کی جگہ پر تھا۔

۲۴۔ رسی بٹنا۔ "رخمارا" نام کے ایک مصری کے مقبرے میں ایک تصویر ہے جس میں دکھایا گیا ہے کہ رسیاں کسطرح بٹی جاتی تھیں۔ اس تصویر میں ایک آدمی چوبی ٹٹی چوکی پر بیٹھا ہے جس کے تین پائے ہیں اور رسی کا ایک سرا اپنے ہاتھ میں لئے ہوئے ہے اسی کے مقابلے میں ایک اور آدمی کھڑا ہے اور رسی کا دوسرا سرا اپنی کمر سے باندھے ہوئے ہے تاکہ اس کے دونوں ہاتھ خالی رہیں۔ اور اس اوزار کو ہلا سکے جس سے رسی بٹی جا رہی ہے اور وہ اوزار۔

اس آدمی کے ہاتھ میں صاف نظر آرہا ہے۔ اصل میں رسی یہی آدمی بٹ رہا ہے اور چوکی پر بیٹھا ہوا آدمی نئے رسیے رسی میں ملاتا جاتا ہے اور یہ رسیے فوراً بٹ جاتے ہیں۔ تصویر میں دو تیار رسیاں بھی دکھائی دے رہی ہیں۔

(تصویر نمبر ۲۶)

۲۵۔ رنگائی۔ مصر میں سفید ہی نہیں رنگے ہوئے کپڑے بھی پہنے جاتے تھے۔ نیل مصر میں چھٹے خاندان کے وقت سے عام طور پر مستعمل تھا، اور عجب نہیں، مصر ہی سے باقی دنیا میں پہنچا ہو۔ شاید اس رنگ کا نام "نیل" اس لئے ہوا کہ دریائے نیل کا پانی بھی نیلا سا معلوم ہوتا ہے۔

۲۶۔ بُنائی۔ مصر میں بہت ہی پرانے وقتوں سے کپڑا بنا جاتا تھا۔ تصویروں سے یہ عجیب بات ظاہر ہوتی ہے کہ بہت قدیم زمانے میں بُننے کا کام صرف عورتیں کرتی تھیں۔ لیکن بعد میں یہ کام مردوں کے لئے خاص ہو گیا۔

۲۷۔ چٹائیاں۔ مصر میں چٹائیوں کا استعمال عام تھا۔ کرسیوں کے نیچے چٹائیاں بچھاتے تھے پورے کمرے میں بھی چٹائی کا فرش بچھا دیا جاتا تھا۔ چھتریاں بھی چٹائی سے بنائی جاتی تھیں۔ سفر کے لئے ایک خاص قسم کی چٹائی ہوتی تھی۔ یہ بہت نرم اور لچکیلی ہوتی تھی۔ مسافر اس میں اپنا اسباب باندھ لیتا تھا، اور رات کو اسے بچھا کر سو بھی جاتا تھا۔ یہ گویا موجودہ زمانے کا بستر بند تھا۔

۲۸۔ پیر کی صنعت۔ دوسری شرالوں کی طرح پیر بھی مصری بڑے شوق سے بناتے تھے۔ اس کی ترکیب یہ تھی کہ جو کے خوشے ایک دن تک پانی میں بھگوتے تھے۔ پھر ایک سوراخوں والے برتن میں خوشے رکھ کر دوبارہ بھگو دیتے اور چھوڑ دیتے جب یہ سوکھ جاتے تو ان میں سے جو نکال لیتے پھر جو کوٹتے اور اس میں خمیر ملا دیتے تھے۔ پھر گندھ کر روٹیاں بنا لیتے۔ روٹیاں پکائی جاتیں مگر اس طرح کہ اندر کا گودا کچا ہی رہے۔ پھر ہر روٹی کاٹ کر چار ٹکڑے کر دیتے اور بڑے برتن میں بیٹھے پانی میں روٹیاں ڈال لیتے تھے۔ یہاں تک کہ خمیر پیدا ہو جاتا۔ پھر روٹیاں ایک بڑی چھلنی میں ڈال دی جاتیں چھلنی کے نیچے برتن ہوتا تھا۔ روٹیاں چھلنی میں زور زور سے ملائی جاتی تھیں اور ان کا رس نکل آتا تھا۔ رس کو ہانڈیوں مٹکوں میں بھر کر رکھ لیتے تھے اور جب چاہتے تھے پیتے تھے۔

۲۹۔ کشتی بنانا۔ مصر میں کشتی بنانے کا فن، زمانۂ تاریخ سے بھی بہت پہلے سے موجود تھا۔ کیونکہ غیر معلوم وقت کی تصویروں میں بھی کشتی دکھائی دیتی ہے۔ خود مصر میں درخت کم تھے اور اب بھی کم ہیں اس لئے لکڑی باہر کے ملکوں خاص کر نوبیا اور شام سے حاصل کیجاتی تھیں۔ مصری حکومت اپنے مفتوح ملکوں سے جو خراج لیتی تھیں اس میں قیمتی لکڑی بھی ہوتی تھی مصری اپنی کشتیاں بہت شاندار اور خوبصورت بناتے تھے۔ ہر قسم کی کشتیاں ہوتی تھیں۔ سیر تفریح کی۔ نیل میں سفر کرنے کی۔ بوجھ اٹھانے کی۔ سمندر میں کام دینے کی۔ اور جنگی کشتیاں بھی ایک کشتی تصویر نمبر ۲۷ میں دیکھئے۔

۳۰۔ چینی مٹی۔ مصری چینی مٹی بنانی اور اس سے قسم قسم کی چیزیں تیار کرنی بھی جانتے تھے۔

اٹھواں باب

مصری فن تعمیر

تمام فنون کی طرح فن تعمیر بھی ملک کی ضرورتوں اور ماحول کے مطابق ہوتا تھا۔ مصر کے دونوں طرف بھیانک ریگستان پھیلے ہوئے ہیں، جو خونخوار درندوں اور ان سے بھی زیادہ خوفناک خانہ بدوش بدوؤں کے مسکن تھے۔ مصر ان ریگستانوں کے بیچ میں جنت کا نمونہ ہے مصر کی زرخیزی دنیا بھر میں ضرب المثل ہے۔ سال میں چار چار فصلیں ہوتی ہیں۔ اور بھرپور ہوتی ہوتی ہیں۔ ریگستانی بدو ہمیشہ اسی فکر میں رہتے تھے۔ کہ موقعہ پائیں اور مصر پر ٹوٹ پڑیں مصری اپنی حفاظت کے لئے ہر وقت مجبور رہتے تھے اسی ماحول کا نتیجہ تھا کہ پرانے زمانے کے فن تعمیر کی دو بنیادیں استوار ہو گئیں۔

زیادہ سے زیادہ عظیم الشان عمارت زیادہ سے زیادہ مستحکم عمارت اور زیادہ سے زیادہ آراستہ عمارت۔ عمارتوں کی مضبوطی کا خیال ریگستانی ماحول سے پیدا ہوا اور آراستگی کا خیال خود مصر کی زرخیزی اور فطری خوشنمائی کا نتیجہ تھا

بہت سے یورپین مصنفوں نے اعتراض کیا ہے۔ کہ پرانے مصری اور آج کل کے مصری کسان اور غریب، اپنے گھروں میں کھڑکیاں نہیں رکھتے تھے۔ یہ اعتراض بے جا ہے۔ کیونکہ مصریوں کو اپنے گھروں میں زیادہ کھڑکیوں کی ضرورت ہی نہیں ہوتی تھی۔ مصر میں دھوپ تیز ہوتی ہے۔ ہمیشہ آسمان صاف رہتا ہے کہیں برسوں میں برائے نام برسات ہوتی ہے جس ملک کا موسم یہ ہو وہاں گھروں میں بہت سی کھڑکیوں کی ضرورت ہی نہیں ہو سکتی اور دروازے ہی سے اتنی روشنی آجاتی ہے۔ کہ گھر کی ہر چیز دیکھی جا سکتی ہے۔ یہ بات نہیں ہے کہ پرانے مصری، ہوا اور روشنی کے فائدوں سے ناواقف تھے، وہ اپنے گھر کے ان کمروں میں، جو در و دیوار سے دور ہوتے اور روشنی کا سامان کرتے تھے ایسے کمروں کی چھتوں میں کاٹ کر موکھے بنا لیتے تھے جن سے ہوا اور روشنی اندر آنے لگتی تھی مصر کا موسم ایسا تھا کہ گھروں میں کم سے کم کھڑکیوں کی ضرورت ہوتی تھی۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ مصریوں نے اپنے گھروں کی دیواروں کو تصویروں سے سجانا شروع کر دیا اگر وہ ایسا نہ کرتے تو ہم ان کے پرانے تمدن سے بہت کچھ بے خبر رہتے۔ ہمیں پرانے مصریوں کا شکر گزار ہونا چاہیئے کہ انہوں اپنی دیواروں کھڑکیوں سے محروم رکھیں اور ان پر ایسی تصویریں چھوڑ گئے، جن سے ہم انہوں کی مدد اٹھا رہے ہیں۔

مصری شہر

پرانے مصری شہروں کی صورت ترتیب کس طرح کی تھی؟ یہ تو ناممکن ہے کیونکہ اس وقت تک کوئی شہر بھی اچھی حالت میں باقی نہیں ہے پھر بھی کھدائی کے کھنڈروں سے اور فرعون اخناتون کے نئے پایہ تخت سے ہم مصری شہروں کا تصور کر سکتے ہیں۔ اخناتون کا پایہ تخت جو برباد ہو چکا ہے اب تک اسی حالت میں ہے کہ اس کا وقتہ بتایا جا سکتا ہے۔ یہ تو ہم پہلے ہی بتا چکے ہیں کہ فرعون اخناتون نے پرانے مذہب سے بغاوت کی تھی اور دیوتا امن کو چھوڑ کر دیوتا آتن کی پرستش کو رواج دیا تھا۔ بدقسمتی سے تھیبس مصر کا پایہ تخت چلا آرہا تھا۔ اخناتون نے اسے بھی چھوڑ دیا اور تل العمارنہ کے پاس اپنی نئی راجدھانی بنائی، جس کا نام "افق آتن"

تھا۔ مگر یہ شہر اخناتون کے مرتے ہی اجڑ گیا پھر کبھی یہاں آبادی نہیں ہوئی۔ اسی لئے اس کے کھنڈروں میں تبدیلی نہیں ہوئی اور وہ آج بھی اس حالت میں ہیں کہ اس کی مدد سے شہر کا نقشہ بنا لیا جا سکتا ہے۔

"اخت اتون" کی زیادہ تر عمارتیں کچی اینٹوں کی تھیں۔ نیل کے مقابل ایک بڑی سڑک تھی اور سوفٹ چوڑی تھی اس سے اور کئی سڑکیں اور گلیاں پھوٹتی تھیں بعض کشادہ تھیں اور بعض اتنی تنگ کہ دو گاڑیاں ایک ساتھ گزر نہیں سکتی تھیں۔ شہر کا سب سے بڑا محلہ شمالی حصے میں دیوار سے کی ہوئی سڑک میں تھا کیونکہ اسی حصے میں بڑی بڑی عمارتوں کے کھنڈر دکھائی دیتے ہیں۔ بڑی سڑک کے پورب میں خاص بادشاہ کے لئے ایک عمارت تھی اور پچھم میں بادشاہ کا سرکاری محل دریا کے کنارے کھڑا تھا۔ پہلی عمارت کے اچھے کتب خانہ یا نوشہ خانہ تھا اسی جگہ سے وہ تحریریں نکلیں ہیں جو "تل العمارنہ" کی دستاویزوں" کے نام سے مشہور ہو چکی ہیں۔ اس سے قریب ہی یونیورسٹی تھی۔ مصری زبان میں یونیورسٹی کو زندگی کا گھر کہتے تھے۔ اس نام سے ظاہر ہے کہ پرانے مصری، علم و حکمت کے کس قدر دلدادہ تھے اور اسے کتنی اہمیت دیتے تھے۔ یونیورسٹی کے پیچھے پولیس اور فوج کی بارکیں تھیں۔ شہر کے جنوبی محلے میں غریب غربا رہتے تھے کیونکہ یہاں کے کھنڈر بتا رہے ہیں کہ گھر چھوٹے چھوٹے اور پاس پاس بنے ہوئے تھے۔

مصری گھر

نیل کا دریا ہر سال جب بڑھتا ہے۔ تو اپنے ساتھ کالی مٹی بھی لاتا ہے، اور یہ مٹی اس کے دونوں طرف دور تک جمتی رہتی ہے۔ ہمیشہ سے مصری کسان اسی مٹی سے اپنے گھر بناتے آئے ہیں۔ پرانے مصری کسانوں کے گھر اصل میں جھونپڑے ہوتے تھے۔ بہت معمولی اور بالکل بے رونق۔ مصری جھونپڑا عام طور پر آٹھ سے دس فٹ تک چوڑا اور سولہ سے اٹھارہ فٹ تک لمبا ہوتا تھا۔ جھونپڑے کی دیواریں، کھجور کی شاخیں زمین میں گاڑ کر بنائی جاتی تھیں۔ اور شاخوں کے پتے اوپر کی طرف رہنے دیے جاتے تھے، تاکہ جھونپڑے کی سجاوٹ کا کام دیں مصری جب متمدن ہو گئے تو انہوں نے

اس آرایش کی نقل اپنی بڑی بڑی عمارتوں میں کی جیسا کہ تصویروں سے ظاہر ہے کھجور کی یہ شاخیں یونہی رہنے نہیں دی جاتی تھیں بلکہ ان پر مٹی کی لپائی کر دی جاتی تھی اور دیواریں چار انچ سے ایک فٹ تک موٹی ہو جاتی تھیں جھونپڑے کی چھت بھی کھجور کی شاخوں سے پاٹتے تھے اور اس پر لپائی کر دیتے تھے۔ چھتیں بہت نیچی ہوتی تھیں۔ اتنی نیچی کہ آدمی سیدھا ہو کر کھڑا ہو تو سر چھت سے ٹکرا جائے کھڑکیاں نہیں ہوتی تھیں۔ البتہ بعض جھونپڑوں میں چھت پر ایک سوراخ چھوڑ دیا جاتا تھا تاکہ دھواں باہر نکلتا رہے۔

بعض جھونپڑے کھجور کی شاخوں سے نہیں بلکہ بروی پیڑ کے تنوں سے بنائے جاتے تھے۔ اور بروی کے اوپری سروں پر گھنے ریشے ہوتے تھے اور ہر سرے کے ریشے ایک خاص وضع سے باندھ کر اوپر چھوڑ دیے جاتے تھے اور ان کے نیچے چھت ہوتی تھی۔ یہ کارروائی بھی آرایش کے خیال سے کی جاتی تھی متمدن مصریوں نے اپنے کسانوں کی یہ آرایش بھی لے لی، اور اپنے محلوں اور عمارتوں میں اس سے بہت رونق پیدا کر دی (تصاویر نمبر ۲)

شہروں میں گھر زیادہ تر کچی اینٹوں کے بنتے تھے۔ اینٹیں اسی طرح قالبوں سے بنائی جاتی تھیں۔ جسطرح آجکل بنائی جاتی ہیں۔ ہمارے ملک کا ہشیار مزدور دن بھر میں بارہ پندرہ سو سے اٹھارہ سو تک اینٹیں پاتھتا ہے مصری مزدور کے کام کی رفتار بھی یہی تھی۔ (تصویر نمبر ۳)

عام طور پر اینٹوں کی لمبائی چوڑائی مٹائی ۷ء۸ × ۳ء۴ × ۵ء۵ انچ ہوتی تھی اور بڑی اینٹیں ۱۵ × ۱ء۷ × ۵ء۵ انچ ہوتی تھیں۔

فرعونی کارخانوں کی اینٹوں پر شاہی نشان ہوتا تھا۔ اور بڑے بڑے نجی کارخانے بھی ہر اینٹ پر سرخ رنگ میں اپنا نام ثبت کر دیا کرتے تھے پکائی ہوئی اینٹوں کا رواج پرانے مصر میں نہیں تھا۔

مصر کی زمین میں سیلن بہت ہے، اسی لئے گھر بنانے کے لئے گہری زمین کھودی نہیں جا سکتی تھی دو فٹ سے چار فٹ ہی تک گہری نیو ہوتی تھی۔ مگر اس پر بھی گھر بہت مضبوط رہتے تھے۔ کیونکہ اول تو

مصر میں برسات کو یا ہوتی ہی نہیں۔ پھر نیل کی لائی ہوئی مٹی کی اینٹیں بہت دیر پا ہوتی تھیں نئے گھر جب پرانے گھروں کی بنیادوں پر بنائے جاتے تھے تو بنیادیں کھودی نہیں جاتی تھیں۔ زمین کو برابر کر کے پرانی بنیادوں ہی پر نئی دیواریں کھڑی کر دیتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ پرانے مصری شہر زمین کی سطح سے ساٹھ بلکہ اسی فٹ تک اونچائی پر آباد تھے۔ کیونکہ اپنے سے پہلے کے شہروں کے کھنڈروں اور بنیادوں پر آباد ہوتے چلے گئے رہتے بعض مورخوں کا خیال ہے کہ ہے کہ مصریوں نے یہ کارروائی جان بوجھ کر کی تھی اور مصلحت یہ تھی کہ ان کے شہر دریائے نیل کی سطح سے زیادہ سے زیادہ اونچے رہیں۔ تاکہ دریا کا بڑھاؤ انھیں نقصان نہ پہونچا سکے

اونچی عمارتوں کی دیواریں تین یا چار فٹ تک موٹی ہوتی تھیں۔ اور دیواروں کو مضبوط کرنے کے خیال سے ان کے اندر بڑی بڑی لکڑیاں رکھدی جاتی تھیں تاکہ آپس میں ملی رہیں۔ موجودہ زمانے زلزلوں کا مقابلہ کرنے کے لئے تعمیر کا جو طریقہ رائج ہوا ہے کیا جا سکتا ہے اس کی ایجاد پہلے مصری کر چکے تھے۔ بڑی عمارتوں کی دیوار کا پہلا حصہ عموماً پتھر کا ہوتا تھا اور اوپر کا حصہ کچی اینٹوں کی شہروں کے غریب لوگ زیادہ تر کھلی ہوا میں رہتے تھے۔ جیسا کہ تمام گرم ملکوں کے غریب رہتے ہیں۔ لیکن امیروں کے گھر اس وضع سے بنائے جاتے تھے کہ گرمی میں ہوا خوب آتی رہے۔ مصری مگر عام طور پر کچی اینٹوں ہی کے ہوتے تھے۔ جیسا کہ ہم بتا چکے ہیں۔ مگر امیروں کے گھروں پر چونے کی قلعی ہوتی تھی، اور انہیں سجانے میں معمار اپنا پورا کمال دکھا دیتے تھے۔ گھر کے دروازے یا پھاٹک پر کبھی لکھا جاتا تھا "حسین عمارت" کبھی اس فرعون کا نام لکھا ہوتا تھا جسکا نوکر، گھر کا مالک ہوتا تھا۔ ساتھ ہی نظر کو محسود کرنے اور شگون بد کو روکنے اور دور کرنے کی علامتیں بنا دی جاتی تھیں۔ مندروں کی زیارت بڑے ثواب کا سبب سمجھی جاتی تھی اسی لئے دروازے پر اس زیارت کی تصویریں بھی ضرور ہوتی تھیں۔

امیر اپنے گھر اپنے ذوق و پسند کے مطابق بنواتے تھے ان کے گھر عام طور دو منزلہ ہوتے تھے بعض پرانے مورخوں نے لکھا ہے کہ تھیبس میں تین، چار، بلکہ پانچ منزل کی عمارتیں بھی تھیں، مگر یہ قول بہت مشتبہ ہے۔ کیونکہ تصویروں سے ثابت ہے کہ تھیبس میں بھی سہ منزلہ عمارتیں تھوڑی ہی سی تھیں ملا کر چار منزل کی شاید ایک دو سے زیادہ عمارتیں نہ تھیں عورتیں دن کو چھتوں پر بیٹھتی تھیں۔ نچلی منزل سے گودام کا کام لیا جاتا تھا۔ اس منزل کے کسی ایک کمرے میں دربان رہتا تھا، اور ایک دو کمرے ملاقات کرنے کے لیے خاص کر دیئے جاتے تھے۔ اوپر کی منزل میں گھر والے ہی رہتے اور کام کرتے تھے امیروں کے گھر شاہراہوں پر ہوتے تھے۔ یا ان سے بالکل قریب۔ بعض گھروں میں آنے جانے کے لئے کئی کئی دروازے ہوتے تھے۔ گھر کے دروازوں کے آگے برساتی ہوتی تھی۔ یا سایہ بان۔ جو دو کھمبوں پر کھڑا ہوتا تھا۔ اور ان کھمبوں پر جھنڈے لہرایا کرتے تھے ہر امیر کے گھر کے ساتھ ایک باغ بھی ضرور ہوتا تھا۔ ایک مصری گھر کی تصویر ملاحظہ کیجئے۔ (تصویر نمبر ۱)

مصری گھروں کے دروازوں میں کبھی ایک ہی پٹ ہوتا اور کبھی دو ہوتے تھے، مصری قفل کا استعمال بھی جانتے تھے۔ مگر ان کے قفل لکڑی کے ہوتے تھے۔ اگرچہ کنجیاں، لکڑی کے علاوہ لوہے اور دوسری دھاتوں کی بھی ہوتی تھیں۔ بعض کنجیاں ایسی بھی ملی ہیں، جو موجودہ زمانے کی کنجیوں کی طرح ہیں۔ اس واقعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ مصری، قفل بنانے کی صنعت میں بھی بہت ترقی کر چکے تھے۔

مصری امیروں کے گھر ویسے ہی شاندار، آرام دہ، اور عیش و عشرت کے مقام تھے جیسے ہمارے زمانے میں اکثر امیروں کے گھر ہیں (تصویر نمبر ۲ میں ایک مصری امیر کا محل آپ دیکھ سکتے ہیں)

فرعون کا محل

مصری امیروں کے گھروں سے فرعون کا محل کچھ مختلف ہوتا تھا۔ ہم فرعونی محل کا حال تفصیل سے لکھنا چاہتے ہیں۔

مدتوں یورپ کے ماہرین مصر اس وہم میں پھنسے رہے کہ جیسے سر بفلک اہرام ہیں

ویسے ہی فرعونوں کے رہنے کے محل بھی ہوگئے اسی وہم کی وجہ سے انہوں نے ہر شاندار عمارت کے کھنڈر کو فرعون کا محل سمجھ لیا اور خیالی نقشے بنانے لگے۔ اس وہم سے انھوں نے اقصر، کرنک، حابو، قرنہ کے مندروں کو بھی فرعونی محل یقین کر لیا۔ اور اسی سبب سے پولین کے ساتھ آنے والے فرانسیسی اہل علم نے اقصر کا نام ایجاد کیا جو ان کے خیال میں قصر (محل) کی جمع تھا۔

ثابت ہو چکا ہے کہ فرعونوں کے محل بہت شاندار نہیں ہوتے تھے۔ اگرچہ ہر قسم کی دلچسپیوں اور عشرتوں کے سامان اپنے اندر رکھتے تھے شاندار نہ ہونے کی وجہ یہ تھی کہ فرعون کسی اور کے بنائے ہوئے محل میں رہنا اپنی بے عزتی سمجھتے تھے۔ ہر فرعون اپنے لئے خود محل بنواتا تھا اور اپنے باپ کے محل میں رہنا بھی پسند نہ کرتا تھا۔ تخت نشین ہوتے ہی فرعون اپنے محل کے لئے نیل پر یا نیل کی کسی نہر پر زمین منتخب کرتا تھا اور جلد سے جلد محل تیار کرنے کا حکم دیدیتا تھا۔ سب سے پہلے باغ اور چمن لگائے جاتے پھر انٹیں پاٹھی جاتیں اور انہی سے محل بننا شروع ہو جاتا تھا۔ فرعون کے محل میں پتھر کا استعمال کم ہوتا تھا، کیونکہ پتھر کاٹنے اور ڈھو کر لانے میں دیر لگتی تھی اور فرعون کو اپنے محل کی جلدی ہوتی تھی۔ عام طور پر ایک سال میں محل بن جاتا تھا۔ اور فرعون اس میں اٹھ آتا تھا۔ بعد میں آہستہ آہستہ اسکی آرائش مکمل کر دی جاتی تھی۔

فرعون کے محل کی عمر بھی فرعون کی عمر کے برابر ہوتی تھی۔ فرعون کے مرتے ہی یا تو وہ اجڑ جاتا تھا، یا اپنی رونق کھو بیٹھتا تھا۔ کیونکہ بعد کا کوئی فرعون اس میں رہنا گوارا نہ کرتا تھا۔ لیکن اس پر بھی ہر فرعون کا محل بہت وسیع ہوتا تھا۔ بلکہ اسے ایک چھوٹا سا شہر کہنا چاہیے، جس سے ملے ہوئے بہت گھر ہوتے تھے۔ ان گھروں میں فرعون کے شاہزادے، شاہزادیاں، اور عملے کے لوگ رہتے تھے۔ فرعون کو پوری آزادی تھی کہ جتنی چاہے شادیاں کرے۔ اسی لئے اکثر فرعونوں کی اولاد بہت ہوتی تھی۔ فرعون رامسیس دوم کے تو ایک سو ستر بچے تھے

جن میں انسٹھ لڑکے تھے۔

فرعونی محل کے ساتھ اس کے خاندان کے اعلے اور سنتریوں ہی کے گھر نہیں ہوتے تھے بلکہ غلہ بھرنے کی کوٹھیاں بھی بڑی تعداد میں ہوتی تھیں۔ غلہ کا مالی نظام ویسا نہ تھا جیسا آجکل کے زمانے میں ہے۔ مالگزاری، نقد کی صورت میں نہیں بلکہ پیداوار کی صورت میں وصول کیجاتی تھی اور پیداوار کا بڑا حصہ فرعون کے محل میں چلا آتا تھا، کیونکہ یہاں کھانے والے بہت ہوتے تھے اسی لئے ہر فروتی محل کے ساتھ گداموں اور کوٹھیوں کی بھی قطاریں کھڑی رہتی تھیں۔

فرعون کے محل میں اس کی خدمت کے لئے نوکروں اور غلاموں کی ایک پوری فوج ہوتی تھی۔ ایک گروہ کے لوگ "ہاتھ والے" کہے جاتے تھے۔ ان کا کام یہ ہوتا تھا کہ فرعون کے ہاتھوں کی صفائی رکھیں۔ ان کی ہر ممکن طریقہ سے حفاظت کریں۔ ناخن کاٹیں ایک گروہ عطاروں کا ہوتا تھا۔ اس کا کام یہ تھا کہ فرعون کے عطر کی دیکھ بھال اور حفاظت کریں۔ ساتھ ہی فرعون کے جسم پر خوشبو ملیں۔

ایک گروہ فرعون کے تاجوں کی حفاظت پر متعین رہتا تھا۔ اس کا کام یہ بھی ہوتا تھا کہ ہر تقریب پر فرعون کے لئے وہ تاج ٹھیک کردے۔ جو اس تقریب میں پہنا جانا تھا۔

ایک گروہ کے ذمے توشہ خانہ تھا اس گروہ میں بہت آدمی ہوتے تھے کچھ کا کام یہ ہوتا تھا کہ کپڑے کے ان تھانوں کا انتظام رکھیں جن سے لباس شاہی بنتا تھا، کچھ شاہی لباس کاٹتے اور سیتے تھے کچھ شاہی کپڑے دھوتے اور ان کی رکھوالی کرتے تھے۔

ساحروں کا بھی ایک گروہ شاہی محل میں ضرور رہتا تھا۔ اس کے علاوہ موسیقی اور ناچ کے طائفے ہوتے تھے مصاحبوں کا گروہ بھی ہوتا تھا اور بادشاہ کو قصے سنانے والے بھی رہتے تھے۔

فرعون کا محل شاندار تو نہیں ہوتا تھا مگر اس میں دلچسپی اور عیش کی ہر چیز موجود رہتی تھی۔ کیوں کہ جس طرح عام

مصری مازندہ دلی اور شادمانی کے ساتھ رہتے تھے۔ اسی طرح فرعون بھی زندگی کا پورا پورا لطف اٹھانا چاہتے تھے پرانے مصری مقبروں پر اب تک ایسی تصویریں باقی ہیں جن سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ فرعون اپنے محلوں میں فرصت کے اوقات کس طرح گزارتے تھے۔ ان متفرق تصویروں ملاکر نمبر کی تصویر بنائی گئی ہے اور دیکھنے کے لائق ہے۔

گڑھیاں اور قلعے

پرانے مصریوں نے اپنے اکثر شہروں، قصبوں، گاؤں کو مضبوط چار دیواریوں سے گھیر رکھا تھا۔ یہ اس لئے کہ اندرونی شورشوں کے علاوہ صحرا کے بدوؤں سے بچاؤ کا بندوبست کرنا ضروری تھا۔ بدو ہمیشہ تاک میں لگے رہتے تھے کہ موقع پائیں اور کسی نہ کسی مصری آبادی پر ٹوٹ پڑیں۔

ابتک جتنے قلعوں کا پتا ہے ان میں سب سے زیادہ پرانے قلعے وہ خیال کئے جاتے ہیں جن کے کھنڈر ابی دوس اور کاب میں موجود ہیں۔ ابی دوس، نخلستانوں کی شاہراہ پر واقع تھا۔ یہاں ازیرس کا مندر بھی تھا جغرافی موقع اور مندر کی وجہ سے یہ مقام بہت آباد اور خوش حال ہوگیا تھا۔ اور ریگستان کے بدو بار بار اسے لوٹ لیجاتے تھے اسی لئے ضرورت پڑی کہ یہاں ایک مضبوط قلعہ بنایا جائے۔

یہ قلعہ بھی کچی اینٹوں کا تھا۔ ایک سو ستر میٹر لمبا اور پچیتر میٹر چوڑا تھا شمال اور جنوب میں لمبائی تھی اور مشرق و مغرب میں چوڑائی شمالی مغربی گوشے کے قریب اصل پھاٹک تھا اور چھوٹے دروازے بھی تھے۔ ایک جنوبی دیوار میں، دوسرا مشرقی دیوار میں دیواریں بیس فٹ سے بارہ میٹر تک اونچی اور دو میٹر تک چوڑی تھیں

دیواریں ایک خاص طریقے سے بنائی گئی ہیں جس سے فنِ تعمیر میں مصریوں کی ترقی کا ثبوت ملتا ہے۔ ہر دیوار میں اینٹیں کئی طرح لگائی گئی ہیں کہیں سیدھی ہیں، کہیں کھڑی ہیں کہیں بینڈی ہیں اور کہیں ان سے ڈاٹیں بنادی گئی ہیں۔ یہ طریقہ اسلئے

اختیار کیا گیا تھا کہ بنیادوں پر زیادہ بوجھ نہ پڑے اور دیواریں زلزلوں کا مقابلہ کر سکیں۔

پانچویں خاندان کے زمانے میں اس قلعے پر ابی دوس کے نوابوں نے قبضہ کر لیا اور اُسے قبرستان بنا دیا۔ اس طرح اس کی اصلی پوزیشن ختم ہو گئی۔ اس قلعہ کا آج کل نام "دکوم السلطان" ہے۔

یہیں ابی دوس میں "کوم السلطان" سے تھوڑے فاصلے پر ایک اور قلعے کے کھنڈر موجود ہیں، اور "شونۃ الزبیب" کے نام سے پکارے جاتے ہیں۔ یہ قلعہ بارھویں خاندان کے زمانے میں تعمیر کیا تھا، تاکہ پہلے قلعے کا قائم مقام ہو، مگر یہ بھی بربادی سے بچ نہ سکا۔ اگر اس فرعونوں کے زمانے میں ابی دوس خود اجڑ نہ جاتا تو یہ قلعہ بھی قبرستان بن جاتا اور اس کی صورت بھی پہچانی نہ جاتی۔

پرانے مصریوں کے پاس ایسے اوزار نہیں تھے کہ قلعے کی دیواریں ڈھا سکیں۔ زیادہ سے زیادہ اُن کے بس میں یہ تھا کہ دیواروں میں نقب لگائیں یا دروازے توڑ کر اندر گھس جائیں یا پھر سیڑھیاں لگا کر قلعے کے اندر اتریں

"شونۃ الزبیب" قلعے کے بنانے والوں نے ان سب کارروائیوں کو روکنے کا پورا پورا بندوبست کیا تھا۔ اس قلعے کی دیواریں انھوں نے پورب پچھم میں ایک سو چالیس میٹر لمبی رکھی تھیں، اور اتر دکھن میں پچاسی میٹر۔ دیواروں کی اونچائی پندرہ میٹر تھی۔ اس وقت بارہ میٹر باقی ہیں یہ دیواریں اپنی بنیادوں کے پاس سات میٹر سے زیادہ موٹی تھیں۔

پرانے مصری خندقیں کھود کر قلعے کو مضبوط کرنا بھی نہیں جانتے تھے، لیکن اس کمزوری کا انھوں نے یہ تدارک کر دیا تھا کہ قلعے کی اصلی دیواروں کے آگے کئی اور دیواریں بنا دیتے تھے، تاکہ دشمن آسانی سے قلعے تک نہ پہونچ سکے۔ یہ بیرونی دیواریں عام طور پر چھ میٹر اونچی ہوتی تھیں، اور قلعے کی اصلی دیواروں سے تین میٹر دور ہوتی تھیں۔

لیکن اس احتیاط پر بھی قلعے کا پھاٹک پوری طور پر محفوظ نہ تھا۔ اسی لئے وہ سیدھے اور بغلی بہت سے دروازے

قلعے کی دیوار کی محافظ دیواروں میں بناتے تھے ایسے دروازے بھی بناتے تھے، جو اصلی نہیں ہوتے تھے بلکہ دشمن کو دھوکہ دینے اور جال میں پھانسنے کے لیے بنا دیئے جاتے تھے۔

سمنہ اور قمنہ میں بھی دو گڑھیاں بنائی گئی تھیں۔ اور یہ گڑھیاں، مصری انجینیروں کے کمال کا بہت اچھا نمونہ ہیں سمنہ اور قمنہ نوبیا میں نیل کے دوسرے شلال کی چٹانوں کے پاس دو مقام تھے فرعون سنوسرت سوم نے نیل پر قبضہ مضبوط کرنے اور جنوب سے آنے والے زنگیوں کی کشتیوں پر اقتدار قائم رکھنے کے لیے ان دونوں مقاموں میں گڑھیاں اور چار دیواریاں تعمیر کرا دی تھیں۔ سمنہ کی شاندار گڑھی کے کھنڈر ابھی تک موجود ہیں۔ انہی کی مدد سے تصویر نمبر (۵) بنائی گئی ہے تصویر دیکھئے اور مصری انجینیروں کو داد دیجئے۔

اٹھارویں خاندان اور بعد کے زمانے میں مصریوں نے جب ایشیائی علاقوں پر دھاوے کئے تو دیکھا کہ ملک شام کے قلعے، مصری قلعوں سے مختلف ہیں اور زیادہ مفید ہیں، چنانچہ شامی قلعوں کی وضع کے قلعے مصر میں بھی تعمیر ہونے لگے۔ ان قلعوں کی دیواروں پر برج بہتے تھے اور دیواروں کا اوپری حصہ اٹھوس پتھروں کا ہوتا تھا۔ تصویر نمبر (۵) میں ایک ایسا ہی قلعہ دکھایا گیا ہے۔

انتیسویں خاندان کے وقت سے ہم دیکھتے ہیں کہ نیل کے ڈیلٹے کے مشرقی علاقے کے گرد برجوں والی چار دیواری کھڑی کر دی گئی تھی۔ یہ اس لئے کہ ایشیائی حملہ آوروں سے مصر کو بچایا جا سکے۔ ساتھ ہی مصریوں نے ایشیائی قوموں سے قلعوں کی وہ وضع بھی لے لی جو درماگا دیلو کہلاتی تھی اور مصر میں اس کا نام "ماکا تیلو" ہو گیا۔ اگر رامسس سوم ایشیائی قوموں پر اپنی فتوحات کی یادگار قائم کرنے کا خیال نہ کرتا تو اس وضع کے قلعوں سے ہم بالکل ناواقف رہ جاتے۔ رامسس سوم نے اسی طرز کا قلعہ شہر جابو میں تعمیر کیا

تھا۔ دیکھئے تصویر نمبر ۹ ایک اور تصویر میں مصری قلعہ بھی موجود ہے اور اس کے نیچے مصری فوجیں قواعد کر رہی ہیں (تصویر نمبر ۱۰)

مندر

ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ مصر کے باشندے بت پرست تھے۔ اور ہر گاؤں کا اپنا الگ دیوتا ہوتا تھا۔ مگر آہستہ آہستہ بعض مقامات کے دیوتا زیادہ مشہور ہو گئے۔ ظاہر ہے ان مشہور و مقبول دیوتاؤں کی پوجا کے لئے مندر بھی بنائے گئے ہوں گے۔ مگر زمانۂ تاریخ سے پہلے کے تمام مندر مٹ چکے ہیں، کیونکہ لکڑی یا پھونس کے ہوتے تھے۔ مورخوں کا خیال ہے کہ ہیلیوپولیس، ممفس، ابی دوس، اور تھیبس میں دیوتاؤں کی پرستش دس ہزار برس پہلے سے ہوتی تھی۔

پھر تاریخی زمانے کے بھی اکثر مندر غائب ہو چکے ہیں۔ اس وقت جو مندر موجود ہیں وہ بطلیموسی زمانے کے ہیں، یا اس سے کچھ پہلے کے۔ پرانے مندروں میں سب سے زیادہ قابل ذکر مندر وہ ہے، جو پانچویں خاندان کے ایک فرعون نی اوسر رانے دیوتا را (سورج) کی پوجا کے لئے مشہور مقام ابوصیر کے قریب، ابوجراب میں تعمیر کیا تھا۔ اس مندر میں بہت کشادہ کھلا ہوا آنگن تھا، جس کے پچھمی حصے میں ایک چبوترا سا بنایا گیا تھا، اور اس چبوترے پر دیوتا را کے نشان کے طور پر ایک لاٹ کھڑی کر دی گئی تھی۔ یہ لاٹ اب باقی نہیں ہے۔ لاٹ سے مندر کے دروازے تک راستے اور کمرے تھے۔ سب کے سب چھت والے تھے، اور صحن کے جنوب میں واقع تھے۔ لاٹ کے سامنے سنگ مرمر کی پانچ چٹانوں سے بنی ہوئی عظیم الشان قربان گاہ تھی۔ لاٹ کے شمال میں ایک اور قربان گاہ بھی تھی۔ شاید پہلی قربان گاہ دیوتا را کے لئے تھی۔ اور دوسری، دیوی ہاتور (گائے) کے لئے۔ دیکھئے تصویر نمبر ۱۱

اس مندر سے بھی زیادہ پرانے مندر وہ ہیں جو اہراموں کے اطراف میں دریافت کئے گئے ہیں۔ یہ اہرامی مندر تیسرے اور چوتھے خاندانوں کے وقت کے ہیں۔

بعد کے زمانوں میں جو مندر تعمیر ہوئے اور جن کے کھنڈر آج تک باقی ہیں، وہ بہت شاندار تھے۔ اقصر میں ایک مشہور مندر ہے اور اُس پر ہم سرسری نگاہ ڈالنا چاہتے ہیں:۔

رامسیس دوم نے یہ عظیم الشان عمارت، دیوتا امن کے نام پر بنائی تھی۔ عمارت کے آگے اس فرعون کے چھ اسٹیچو کھڑے تھے۔ دو میں اُسے بیٹھا ہوا دکھایا گیا ہے، اور چار میں کھڑا ان میں سے اب دو ہی اسٹیچو باقی ہیں جن میں فرعون بیٹھا ہے۔ ہر اسٹیچو پندرہ فٹ لمبا ہے (ان دونوں اسٹیچوؤں کے سامنے قیمتی پتھروں کی دو لاٹیں تھیں، ایک باقی ہے، اور دوسری پیرس کے ایک میدان کی زینت بن گئی ہے۔)

عمارت کے دونوں برجوں پر رامسیس دوم کی اُس جنگ کے مناظر نقش کر دیئے گئے تھے۔ جو اُس نے حیثیون کے بادشاہ سے شام میں کی تھی۔ اکثر نقش مٹ چکے ہیں۔ پھر بھی بہت کچھ باقی ہیں۔ داہنے مغربی برج پر فرعون کو اس حال میں دکھایا گیا ہے کہ وہ اپنے جنرل اسٹاف کی صدارت کر رہا ہے اور سپہ سالار اُس کے سامنے بیٹھے ہیں۔ فرعونی فوج کا پڑاؤ بھی دکھایا گیا ہے جس میں سپاہیوں کے نیزے (لوہے کے کرتے) ایک قطار میں پاس پاس لگے ہیں۔ یہ بھی دکھایا گیا ہے کہ حیثیون کی فوج پڑاؤ پر حملہ کر رہی ہے، اور فرعون اپنی رتھ پر سوار لڑنے جا رہا ہے۔ بائیں (مشرقی) برج پر اصلی لڑائی دکھائی گئی ہے، فرعون دشمنوں پر تیر برسا رہے ہیں جو نیزے تانے اُسے گھیر لینا چاہتے ہیں۔ (تصویر نمبر ۱۲)

اس کے بعد میدان میں مُردوں اور زخمیوں کے ڈھیر نظر آتے ہیں۔ حیثیون کی فوج بھاگ کر قادش کے قلعے میں جا رہی ہے۔ اور قلعے سے دور حیثیون کا بادشاہ

اپنی رتھ پر دکھائی دیتا ہے۔ اُسے اُسکی باندی گارڈ گھیرے ہوئے ہے اور بادشاہ "اعلیٰ حضرت فرعون کے ڈر سے کانپ رہا ہے!"

بُرجوں پر جھنڈے لگانے کی جگہیں بھی موجود ہیں۔ بُرجوں کے بیچ کا دروازہ گر چکا ہے۔ دروازے کے اندر وسیع میدان ہے اور میدان کے چاروں طرف غلام گردشیں ہیں اور بُردی شکل کے گنبدوں پر کھڑی ہیں۔ رامسیس دوم کا یہ مندر اپنی اصلی حالت کیسا تھا؟ تصویر نمبر ۱۲ میں دیکھئے۔

جینی اور بدھ مذہب والوں کی طرح پرانے مصری بھی پہاڑ کی چٹانیں کاٹ کر اپنے مندر بناتے تھے لیکن اب تک ایسے جتنے مندر دریافت ہوئے ہیں، اٹھارویں خاندان کے زمانے کے ہیں یا اور بعد کے اس سے پہلے کا ایسا کوئی مندر ابھی تک ظاہر نہیں ہوا۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اگلے زمانوں میں ایسے مندر نہیں ہوتے تھے ممکن ہے آئندہ بہت پرانے وقتوں کے بھی ایسے مندر نکل آئیں مگر بہرحال پہاڑ کاٹ کر جو مندر بنائے گئے ہیں ان میں سے ایک اہم مندر ملک نوبیا میں ہے اور دیوی ہاتور کے لئے بنایا گیا تھا۔ آج کل اس مندر کا نام ابوسمبل کا مندر ہے۔ یہ مندر بھی رامسیس دوم نے بنوایا تھا۔ اس مندر کی دو تصویریں ملاحظہ کیجئے (تصویر نمبر ۱۳ اور تصویر نمبر ۱۴)

مقبرے

دنیا کی کسی قوم نے اپنے مردوں کا ویسا اہتمام نہیں کیا۔ جیسا اہتمام پرانے مصریوں کو اپنے مردوں کا تھا۔ ہم بتا چکے ہیں کہ مصری، روح کے دائمی بقا کے قائل تھے، بشرطیکہ مردے کی لاش محفوظ رہے اور وہ سب سامان بھی مہیا ہوتا رہے جو ان کے خیال میں روح کے لئے ضروری تھا۔ اپنے اسی عقیدے کی وجہ سے انہوں نے لاش کو ممی کرنے کا طریقہ ایجاد کیا اور اسی عقیدے کی وجہ سے نہایت ہی مضبوط اور مستحکم مقبرے بنانے کا ان میں خیال پیدا ہوا۔

زمانۂ تاریخ سے بہت پہلے بھی جب غالباً حضری متمدن نہیں ہوئے تھے

مردے دفن کرتے تھے، مگر اس زمانے
میں قبریں بہت سادہ ہوتی تھیں، محض بیضوی
یا گول گڑھے ہوتے تھے۔ جن میں مردوں
کو گاڑ دیا جاتا تھا، یہ گڑھے عام طور پر
دو میٹر گہرے ہوتے تھے۔ مردوں کو اندر رکھ
کر اوپر سے ریت ڈال دیتے تھے۔ شروع شروع
ان قبروں یا گڑھوں پر کوئی عمارت نہیں
بنائی جاتی تھی۔ لیکن پہلا شاہی خاندان
شروع ہونے سے پہلے ہی قبروں پر کچی
اینٹوں کی معمولی عمارتیں بنائی جانے لگی
تھیں۔ ساتھ ہی یہ بھی ہوا کہ لاش پر پہلے
گیلی مٹی چڑھا دیتے تھے۔ پھر اوپر سے قبر میں
ریت بھر دیتے تھے گڑھے تنگ ہوتے تھے
اس لئے مردے کو اکڑوں بٹھا کر بائیں
پہلو پر لٹا دیتے تھے۔ اور اس کا سر اتر
یا دکھن کی طرف موڑ دیتے تھے۔ یہ دفن
کی سب سے پرانی شکل تھی۔ لیکن قبر
میں ہڈیاں بکھری ہوئی بھی ملی ہیں [illegible]

بعض اوقات لاش کو ہرن کی کھال میں
لپیٹ کر دفن کرتے تھے، یا ایک ایسی
چیز میں جو چٹائی کی صورت کی ہوتی تھیں
ایسی قبریں بھی دریافت ہوئی ہیں جن میں
لاش کی ہڈیاں الگ الگ ہو گئی ہیں۔ مگر
یہ ہڈیاں مٹی کی بڑی ہانڈی میں بند تھیں
جس کے نیچے پائے تھے اور جس کے اوپر
چھوٹا سا سوراخ کھلا ہوا تھا۔ بعض قبروں
سے مٹی کے لمبے صندوق نکلے ہیں جن میں
ہڈیاں بند تھیں۔ زمانہ تاریخ سے بھی پہلے
کی ان مصری قبروں میں مٹی کے برتن ملتے
ہیں، جن میں روح کے لئے کھانا رکھا گیا تھا
اس واقعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ مصری بہت
ہی قدیم زمانے سے روح کی بقاء کے قائل
تھے۔ مگر یہ عجیب بات ہے کہ تمدن کی
ترقی کے ساتھ ان کے مذہب نے ترقی نہیں
کی۔ جیسا کہ اس بات سے صاف ظاہر ہے
جس میں ہم نے مصری مذہب پر گفتگو کی ہے
شاہی خاندان شروع ہونے سے پہلے
طینہ کے سرداروں نے اپنے دفن کیلئے
وہ ریتیلی زمین منتخب کی تھی۔ جو ایک پہاڑ
کے نیچے واقعہ ہے اور ہمارے زمانے
میں ابودوس کے نام سے مشہور ہے
یہاں کی قبریں بڑے بڑے لمبے گڑھے ہیں

ان کی لمبائی پانچ میٹر چوڑائی سات میٹر اور گہرائی تین میٹر کے قریب ہے۔ ان قبروں کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ ریت کے کٹاؤ کو روکنے کے لئے قبر کے اندر کچی اینٹوں کی دیواریں بنائی گئی ہیں۔ دیواروں پر لکڑیاں چن دی گئی ہیں اور اوپر سے مٹی ڈال کر قبروں کو بالکل چھپا دیا گیا ہے

البدوس کے بڑے سرداروں یا بادشاہوں کی قبریں عام قبروں سے ممتاز ہیں۔ ان میں صرف دیواریں ہی نہیں ہیں، بلکہ قبر کی زمین پر فرش بھی بچھایا گیا ہے۔ اسی قدر نہیں قبر میں اترنے کے لئے زینہ بھی بنایا گیا ہے اور قریب میں کئی چھوٹی چھوٹی کوٹھریاں ہیں۔ جن میں کھانے اناج میوے اور شرابیں وغیرہ رکھی جاتی تھیں

چبوترے

ممفس میں جب بادشاہی قائم ہوئی تو مصری تمدن بڑھا اور قبروں کی شکل بھی بدل گئی۔ ممفس کا قبرستان اتنا بڑا تھا کہ دنیا میں اس سے بڑا کوئی قبرستان نہیں ہوا۔ یہ پندرہ میل سے زیادہ لمبا اور دو سے ڈھائی میل تک چوڑا تھا۔ اس میں صرف ممفس کے کہ جو اس وقت مصر کا سب سے بڑا شہر تھا، اور اس کے مضافات کے مردے دفن ہوتے تھے ایسے عظیم الشان قبرستان سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ خود پایۂ تخت ممفس کتنا بڑا ہوگا

ممفس کی قبریں، چبوتروں کی شکل پر ہوتی تھیں اب تک بہت سی باقی ہیں اور دیکھی جا سکتی ہیں۔

یہ چبوترے ایک ہی قد و قامت کے نہیں ہوتے تھے۔ بعض کی اونچائی دس سے تیرہ میٹر تک ہوتی تھی۔ اور لمبائی پچاس میٹر اور چوڑائی ستر میٹر اور بعض صرف تین میٹر اونچے اور آٹھ میٹر لمبے ہوتے تھے۔

چبوترے کچی اینٹوں کے بھی ہوتے تھے اور پتھر کے بھی۔ اینٹیں ایک قسم کی نہیں ہوتی تھیں۔ بعض کا رنگ پیلا ہوتا تھا اور مٹی کنکر اور ریت کو ملا کر بنائی جاتی تھیں ایسی اینٹیں چھوٹی ہوتی تھیں بڑی

اینٹیں مٹی اور بھس کو ملا کر بنائی جاتی تھیں پھر بھی مختلف قسم کے استعمال کے لئے ہر چبوترے کے لئے ضروری تھا کہ اس کی دیواریں، چاروں سمتوں کی طرف ہوں اور اصلی محور شمال سے جنوب کیطرف جائے لیکن اس زمانے کے معماروں نے پوری توجہ سے کام نہیں لیا۔ اسی لئے چبوتروں کا چاروں سمتوں کی طرف رخ نامکمل رہ گیا ہے۔

شہر جیزہ میں جو چبوترے موجود ہیں وہ بڑے قاعدے و ترتیب سے بنائے گئے ہیں، قطار در قطار ہیں اور ہر دو قطاروں کے بیچ میں سیدھی سڑکیں ہیں (تصویر نمبر) لیکن سقارہ ابی صیر اور دہشور کے چبوترے بغیر کسی ترتیب کے ہیں۔ مگر ایک بات سب چبوتروں میں مشترک ہے یعنی ان کے دروازے شمال کی طرف ہیں یا جنوب کی طرف، اور یہ اس لئے کہ مصری اپنے مقبروں کے دروازے مغرب کی طرف کبھی نہیں بناتے تھے۔

چبوترے کے نیچے بہت سے کمرے یا کوٹھریاں ہوتی تھیں۔ سب سے زیادہ گہرائی پر، جسے کنواں کہنا چاہئے، وہ کوٹھری، یا یوں کہئے کہ قبر ہوتی تھی، جس میں لاش رہتی تھی۔ دوسری کوٹھریاں سامان کی ضرورتیں رکھنے کے لئے بنائی جاتی تھیں ایک کوٹھری یا کمرہ اس غرض سے ہوتا تھا کہ مردے کے رشتے دار اور مذہبی پیشوا اس میں آکر بیٹھیں اور مردے کے لئے مذہبی رسمیں ادا کریں۔ چبوترے میں دروازے ہوتے تھے۔ ایک مردے کی روح کے لئے۔ دوسرا زندوں کے لئے۔ پہلا دروازہ اصیل میں ایک بڑا سوراخ ..... ہوتا تھا۔ جس کی لمبائی چوڑائی سے زیادہ ہوتی تھی دوسرا دروازہ البتہ اتنا بڑا ہوتا تھا کہ آدمی چبوترے کے نیچے کے کمروں میں جا سکے قبر کی کوٹھری تک پہنچانے والے راستے یا سرنگ کو بڑی ہوشیاری سے بند کر دیا جاتا تھا تاکہ دشمن یا چور اندر نہ جا سکے اس سرنگ میں بڑی کثرت سے مورتیاں رکھدی جاتی تھیں اور اس کی

دیواروں پر طرح طرح کی تصویریں بنائی جاتی تھیں۔ یہ تصویریں اور مورتیاں کس لئے ضروری سمجھی گئی تھیں؟ یہ ہم پچھلے ایک باب میں بیان کر چکے ہیں۔

اہرام

یہ چبوترے ہی اصل میں مصر کے شہرۂ آفاق اہراموں کے جد امجد ہیں اور اب ہم چبوتروں کو چھوڑ کر خود اہراموں پر ایک نظر ڈالتے ہیں۔

مصر میں قبروں پر چبوترے بنانے کا رواج عام ہو چکا تھا۔ اتفاق سے تیسرے خاندان کے ایک فرعون، زوسر کو خیال پیدا ہوا کہ قبر کے ایک چبوترے پر کئی چبوترے بنائے جائیں، اور اوپر کا چبوترہ اپنے نیچے کے چبوترے سے چھوٹا رہے۔ اس خیال نے مصر کے فن میں انقلاب پیدا کر دیا اور سب سے پہلے سقارہ کا مشہور ہرم سورج نے دیکھا جسے ہم اصلی اہرام اور چبوتروں کے بیچ کی کڑی کہہ سکتے ہیں۔ اہرام کی مکمل شکل سب سے پہلے دھشور کے ایک ہرم میں دکھائی دیتی ہے جسے فرعون سن فرو نے بنوایا تھا۔

ہرم یا اہرام کا نام کہاں سے آیا؟ مورخوں کا اختلاف ہے۔ بعضوں کا خیال ہے کہ اس وضع کی عمارت کا نام اصل میں قبطی زبان کا لفظ "بی راما" ہے جس کے معنی اونچائی کے ہیں۔ اور بعض کہتے ہیں کہ نہیں، اس کا اصلی نام ایرانی مصری زبان کا لفظ "بر۔ ام۔ اوس" ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ ایسی عمارت جس کے پہلو نیچے کی طرف جاتے ہیں۔ یونانیوں نے بھی پرانا مصری لفظ لے لیا اور ہرم کو "برامیس" کہنے لگے اور اس کی جمع کے لئے "برامیدس" کا لفظ بولنے لگے۔ یہی یونانی لفظ یورپین زبانوں میں کچھ تحریف کے بعد رائج ہو گیا چنانچہ انگریزی میں Pyramids کہتے ہیں اور فرانسیسی اور جرمنی زبانوں میں Pyramide کہتے ہیں عربی نام کی وجہ تسمیہ معلوم نہیں لیکن خیال ہوتا ہے

کہ عربوں نے جب بڑا ہرم دیکھا تو اس کا نام "ہرم" دیا، جس کے معنی بہت ہی زیادہ بڑا پہاڑ کے ہیں پھر اس لفظ کی جمع اہرام ہو گئی اور جمع الجمع اہرامات بنگئی

دریائے نیل کے مغربی کنارے پر اور صحارا لیبیا کے متصل پر کسی قدر بلندی ایک میدان پچیس میل کا لمبا پھیلا ہوا ہے اسی میدان پر، ابوروش، جیزہ، زاویۃ العریان، ابوصیر، سقارہ، طشت اور دھشور کے اہرام کھڑے ہیں۔ ان کے علاوہ کچھ اہرام، لاہون اور ہوارہ (فیوم) میں بھی پائے جاتے ہیں۔ سب سے زیادہ مشہور اور سب بڑے اہرام تین ہیں، اور جیزے میں موجود ہیں۔ ان تینوں میں زیادہ عظیم الشان وہ ہرم ہے جسے فرعون خوفو نے بنایا تھا، اور جو دنیا کے سات عجائبات میں شمار کیا جاتا ہے

اہرام کیوں بنائے گئے؟

تاریخ کے بادا آدم، یعنی مورخ ہیرو ڈوٹس کے وقت سے تمام مورخ یہی کہتے چلے آئے ہیں کہ مصر کے اہرام حقیقت میں عظیم الشان مقبرے ہیں، اور یہ کہ ان کے اندر لاشیں پائی گئی تھیں، جب پہلے پہل انہیں کھولا گیا تھا، لوٹ اور چوری کے لئے ہو یا تحقیقات کے لئے۔

مشہور عرب مورخ، ابو محمد بن عبدالرحیم خوفو کے ہرم کے اندر داخل ہوا تھا، وہ اپنی کتاب "تحفۃ الاباب" میں لکھتا ہے۔ مامون الرشید) نے وہ بڑا حرم کھولا تھا، جو فسطاط (قدیم عربی پایۂ تخت) کے مقابل موجود ہے۔ میں اس ہرم کے اندر داخل ہوا۔ میں نے قبہ دیکھا جو نیچے تو مربع تھا مگر اوپر گول تھا۔ یہ قبہ بڑا ہے اس کے بیچ میں ایک کنواں ہے، اور کنواں بھی مربع ہے۔ آدمی جب نیچے اترتا ہے تو اس مربع کنوئیں کے ہر طرف ایک دروازہ دیکھتا ہے ہر دروازہ ایک بڑے کمرے میں پہنچاتا ہے، جہاں آدمیوں کے مردے رکھے ہیں اور ان میں سے ہر ایک بہت سے کفنوں میں لپٹا ہوا ہے۔ ہر مردے پر سو کفنوں سے زیادہ لپٹے ہوئے ہیں۔ (صرف ممی کے کپڑے مراد ہیں) یہ سب میں نے

کی درازی سے سٹر کر کالے پڑ گئے ہیں یا پھر یہ اس لئے کالے ہو گئے ہیں کہ ان پر کوئی مسالہ لگا دیا گیا ہے مردوں کے جسم ہمارے جسموں ہی جیسے ہیں ہم سے زیادہ لمبے نہیں ہیں آدمی ان لاشوں کو غور سے دیکھے تو ان میں ذرا خرابی نہ پائے گا۔ بالکل اصلی حالت میں ہیں۔ بال تک نہیں گرے ہیں۔ ان لاشوں میں کسی بوڑھے کی لاش نہیں ہے۔ سب جوان ہیں۔ سب کے بال کالے ہیں سب کے جسم طاقتور معلوم ہوتے ہیں۔ اگرچہ پرانے ہو جانے کی وجہ سے انہیں راکھ کا ڈھیر سمجھا جاتا ہے

ایک اور عرب مورخ لکھتا ہے۔

جب مامون ناقابل بیان مشقتوں کے بعد بڑے حرم کے کھولنے میں کامیاب ہو گیا تو اس کے اندر خوفناک سرنگیں اور زینے دکھائی دیئے، جن میں جانا اور جن پر چڑھنا بہت ہی مشکل تھا۔ اندر ایک گھر دکھائی دیا (فرعون کے تابوت کا کمرہ مراد ہے) اس گھر کے بیچ میں رقام کا پتھر دست تابوت ملا۔ تابوت کا ڈکنا کھولا گیا، تو اندر ایک سڑی گلی لاش دکھائی دی۔ اس پر

مامون نے اور زیادہ کھدائی روک دی۔ عرب مورخ بھی اہراموں کو مقبرے نہیں مانتے تھے۔ اور واقعہ بھی یہی ہے۔ لیکن اس پر بھی بعض یورپین علماء مصریات، مثلاً گاب، گوہرے، ٹائیلر، اور پروفیسر اسمتھ نے یہ عقیدہ بنا لیا ہے، کہ بڑا اہرام مقبرہ نہیں ہے۔ بلکہ ایک حیرت انگیز مٹرولوجی (پیمائشی) یادگار ہے یہ محترم علماء کہتے ہیں کہ "بڑا اہرام، چالیس صدی پہلے اس لئے بنایا گیا تھا کہ اس کے اندر ایسی چیزیں محفوظ رہیں، جن کے ذریعے انسان ہمیشہ لمبائی، بوجھ وزن، اور مقدار کا اندازہ کر سکیں۔۔! "ایسی قدر نہیں، بلکہ یہ علماء بڑے حرم کو وحی الٰہی کی پیداوار سمجھتے ہیں۔

بڑے حرم کے شاہی کمرے یا قبر کے کمرے میں جو سنگی تابوت موجود ہے۔ اس کے بارے میں ٹائیلر اور اسمتھ کہتے ہیں۔ کہ وہ گھڑ کر وہاں اس لئے رکھا گیا ہے کہ دنیا بھر کے لئے پیمائش کا کام دے اور دلیل یہ دیتے ہیں، کہ قدیم زمانے

یونانی، رومن، اور موجودہ یورپین قومیں کی پیدائش کے اصول اسی تابوت سے لئے گئے ہیں! ساتھ ہی ان کا دعویٰ ہے کہ بڑے ہرم کی بنیاد ایسے طول کی ناپ ہے جس کا تعلق براہ راست زمین کے محور سے ہے۔

لیکن پروفیسر پرڈکٹر کی ایک اور ہی رائے ہے۔ یہ حضرت فرماتے ہیں کہ سب اہرام قطب نما کے اصول پر بنائے گئے ہیں اور ان کی تعمیر سے غرض، فلکیات سے تعلق رکھتی ہے۔

بعض ماہرین مصریات کا خیال ہے کہ سب اہرام اس لئے بنائے گئے تھے کہ شمسی گھنٹوں کا کام دیں اور ان کے ذریعے خطیں مقرر کی جا سکیں۔

کچھ اور ماہرین کا ارشاد ہے کہ اہرام اس لئے بنائے گئے تھے کہ ستاروں کی رفتار کا ان پر سے معائنہ کیا جائے۔ یعنی یہ مقبرے نہیں۔ رصد خانے تھے۔

فرانسیسی ماہر مسیو برینٹی سب پر بازی لے گیا ہے اس کا نظریہ ہے کہ اہرام اس لئے بنائے گئے تھے کہ دریائے نیل کو ریت کے طوفانوں سے بچایا جائے۔

یہ سب اقوال سراسر بے معنی ہیں اور کسی حال میں بھی ثابت نہیں کئے جا سکتے ان کی تردید میں بہت کچھ کہا جا سکتا ہے مگر تردید کی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ اہرام کے اندر جانے سے اور ہیرو گلیفی تحریریں پڑھنے سے بغیر کسی شک شبہہ کے معلوم ہو جاتا ہے کہ اہرام اس کے سوا کچھ نہیں کہ مقبرے ہیں، اور اسی غرض سے بنائے بھی گئے تھے۔ پھر پرانے مورخ، ہیرو دوت، دیو دور اور اسٹرابون وغیرہ بالاتفاق کہتے ہیں وہ اہرام، عظیم الشان مہر شدہ مقبرے ہیں، ان میں جانے کے تمام راستے بڑی مضبوطی سے کر دیے گئے ہیں۔ یہ ایسے مقبرے ہیں، جن میں نہ کوئی دروازہ ہے نہ کھڑکی نہ روشن دان، نہ سوراخ۔ یہ سر بفلک عمارتیں ہیں، جن میں مردے پڑے سوتے ہیں۔ ان کی عظمت دیکھکر لوگوں کو موقع مل گیا کہ ان کے مقاصد اپنی اپنی رائے کے مطابق قرار دے لیں۔ لیکن لوگوں

کو موقعہ مل گیا کہ ان کے مقاصد اپنی اپنی
رائے کے مطابق قرار دے لیں، لیکن
لوگوں کی یہ کہ اس بالکل بے حقیقت ہے
سب اہرام ایک ہی قد و قامت کے نہیں
ہیں، اور بعض کی اونچائی تو صرف بیس ہی
فٹ ہے۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ تمام
اہرام قبرستانوں میں واقع ہیں، اور یہ اس
کا قطعی ثبوت ہے کہ خود اہرام بھی مقبرے
ہی ہیں۔" (ماریٹ کی گائڈ صفحہ ۹۶، ۹۷)
اہرام مقبرے ہیں۔ اس واقعے کا ثبوت
اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتا ہے کہ اہراموں
کے اندر لاشوں کے تابوت پائے گئے
ہیں، اکثر تابوت خالی ہیں، کیونکہ پرانے
وقتوں میں چور اندر پہنچ گئے تھے، انہوں
نے قیمتی چیزیں ہی نہیں چھوائیں بلکہ لاشیں
بھی چرا کر لے گئے جو یورپ والوں کے ہاتھ
فروخت کر دیں۔ لیکن بعض تابوت محفوظ
رہ گئے جب کہ ہم مقبرے کے ہرم میں
آج بھی دیکھ سکتے ہیں۔

اہراموں کے اندر جانے کے تمام راستے
اور دروازے بڑی حکمت سے بند کر دیئے
گئے تھے۔ کیونکہ پرانے مصریوں کا دستور
ہی یہ تھا کہ اپنے مقبرے چوری اور لوٹ
سے بچانے کے لئے ایسے بناتے تھے کہ اصلی
قبر تک کوئی پہونچ ہی نہ سکے۔ مامون الرشید
کو اسی وجہ سے بڑا ہرم کھولنے میں نہایت
ہی سخت دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا تھا
کہیں کوئی ایسا نشان موجود نہ تھا جس سے
معلوم ہو سکے کہ اصلی دروازہ کس جگہ ہے
مامون نے حرم میں جو سوراخ کرایا وہ اصل
دروازے سے دور محض اتفاق سے ایک
سرنگ پر پھوٹ پڑا۔ مامون نے شمال
ہی کی طرف ہرم میں سوراخ کیوں کیا؟ اس
کی وجہ شاید یہ تھی کہ عرب سن چکے تھے کہ
پرانے مصری اپنے مقبروں کے دروازے
شمال کی طرف رکھتے تھے، مورخ اسٹرابو
بھی اس حقیقت سے واقف تھا جیسا
کہ اس کی کتاب سے صاف ظاہر ہے
یہ بھی ممکن ہے کہ مامون الرشید اور اس
کے انجینیروں کو پچھلے زمانوں میں بڑے
حرم کے کھولنے کی کوششوں سے کچھ رہنمائی
حاصل ہوئی ہو۔ کیونکہ خیال کیا جاتا ہے

یہ حرم بیسویں خاندان کے زمانے میں بھی کھولا گیا تھا اور پھر بند کر دیا گیا تھا اس کے بعد پچیسویں اور چھبیسویں خاندانوں کے زمانے میں اس کے اندر کے بعض حصوں کی مرمت کی گئی تھی پھر ایرانی اور رومانی زمانوں میں بھی اسے کھولنے کی کوششیں ہوئیں، کیونکہ یہ عام چرچا تھا کہ اہراموں کے بہت بڑے خزانے رکھے ہوئے ہیں!

خوفو کا ہرم

شہر جیزہ میں تین حرم موجود ہیں۔ ان میں سب سے بڑے کو نمبر ۲۹۰ قائم میں چوتھے خاندان کے پہلے فرعون، خوفو نے تعمیر کیا تھا۔ ہیرودوت نے اس بادشاہ کا نام کیوپس لکھا ہے۔ دیودورا سے شمیس یا خمیس بتاتا ہے۔ ایک مصری کاہن، مانیتون نے اپنی تاریخ مصر میں اس کا نام سوئیس بتایا ہے مگر گرنل ہواڈ، اور پروفیسر پیرنگ کی تحقیق میں اصل نام، خوفو ہے اور یہی صحیح بھی ہے کیونکہ خود ہرم کے اندر یہ نام لکھا ہوا ہے۔

اس ہرم کے ہر پہلو کی لمبائی ۲۲۵/۲۰ میٹر ہے۔ ہرم کی اونچائی ۱۴۶٫۵۹ میٹر تھی (اب ۱۳۷٫۱۸ میٹر رہ گئی ہے) اور پوری عمارت پچیس لاکھ اکیس ہزار میٹر مکعب ہے مسٹر پٹری کا اندازہ ہے کہ ہرم کی پوری عمارت میں تقریباً تیئس ۲۳ لاکھ چٹانیں لگی ہوئی ہیں اور ہر چٹان ۱۰ کا میٹر مکعب ہے۔ کچھ چٹانیں خود صحرا سے حاصل کی گئی تھیں، لیکن زیادہ تر چٹانیں، طرہ کے پہاڑ سے کاٹ کر لائی گئی تھیں، جو دریائے نیل کے دوسرے کنارے پر واقع ہے۔ لیکن وہ نفیس پتھر جس سے فرعون کا تابوت اور قبر کا کمرہ بنایا گیا تھا وہ اسوان کے پہاڑوں سے لائے گئے تھے۔

ہرم میں داخل ہونے کا دروازہ زمین سے پندرہ میٹر اونچا ہے۔ دروازے سے ملی ہوئی ایک سرنگ ہے۔ جو نیچے جا کر اس راستے سے مل گئی ہے جس کی لمبائی ۳۸ میٹر ہے اور جو فرعون کے کمرے سے مل جاتا ہے۔ یہ کمرہ عمارت کے ٹھیک بیچ میں ہے سرنگ کے دوسری طرف بھی ایک راستہ یا الیوان ہے جس کی لمبائی ۴۷ میٹر ہے اور اونچائی ۸۷۰ میٹر ہے۔ یہ الیوان پالش

کئے ہوئے پتھروں سے اس کمال کے ساتھ بنایا گیا ہے کہ بقول مورخ عبداللطیف کے اس کے پتھروں کے بیچ میں نہ سوئی جا سکتی ہے نہ بال ہی جانے کی کہیں جگہ ہے!

اس ایوان سے آدمی ایک چھوٹے سے کمرے میں پہونچتا ہے، پہلے اس کمرے میں پانچ چٹانیں تھیں اور آگے بڑھنے کا راستہ روکتی تھیں۔ اس کمرے سے گزر کر آدمی اس کمرے میں پہنچتا ہے جس میں آج بھی فرعون کا تابوت رکھا ہے۔ یہ کمرہ ۱۰٫۴۳ میٹر لمبا ۵٫۲۰ میٹر چوڑا، اور ۵٫۹۱ میٹر اونچا ہے چھت نو چٹانوں سے بنائی گئی ہے جن میں سے ہر چٹان ۵٫۶۴ میٹر لمبی ہے۔ اس کمرے پر عظیم الشان عمارت کا ناقابل تصور بوجھ کم کرنے کے لئے یہ کیا گیا ہے کہ اس کمرے کے اوپر پانچ چھوٹے چھوٹے کمرے بنائے گئے ہیں جو ایک پر ایک چلے گئے ہیں اور سب سے اونچے کمرے کی چھت اس طرح بنائی گئی ہے کہ بوجھ دونوں طرف بٹ جائے۔ (تصویر نمبر ۱۹)

ہرم کے اندر سے دو سوراخ شروع ہوتے ہیں اور باہر تک چلے آتے ہیں۔ ان سوراخوں سے غرض یہ ہے کہ فرعون کی روح اپنی قبر کے اندر جب چاہے چلی جائے اور جب چاہے باہر نکل جائے۔ مصریوں کے عقیدے کے مطابق ہر مقبرے میں روح کے آنے جانے کا راستہ رکھنا ضروری تھا۔

اس ہرم کے بارے میں بہت پرانے مورخوں کے جو کچھ لکھا ہے۔ اسے بھی دیکھنا ضروری ہے۔ یونانی مورخ ہیرودت نے تقریباً ۴۵۰ ق م میں مصر کا سفر کیا تھا اپنی کتاب میں لکھتا ہے۔

کاہنوں نے بیان کیا کہ فرعون رامبسینت کے زمانے تک مصر میں انصاف اور خوشحالی کا دور دورہ رہا۔ لیکن اس فرعون کے جانشین کیوبس (خوفو) نے برائیوں پر کمر باندھ لی۔ سب سے پہلے اس نے مندر بند کر دیے۔ قربانیاں روک دیں۔ پھر تمام مصریوں سے بے گار میں کام لینے لگا اس نے انہیں پتھر کاٹنے اور ڈھونے کے کام میں لگا دیا۔ ہر تین مہینے میں ایک لاکھ آدمی یہ بے گار کرتے تھے۔ سب سے پہلے پتھر ڈھونے کے لئے ایک سڑک بنائی گئی تھی اور اس کی تیاری میں دس برس

لگ گئے تھے۔ یہ سڑک بھی اپنی عظمت میں ہرم سے کم نہ تھی ۹۲۵ میٹر لمبی تھی ۱۹ میٹر چوڑی تھی اور زیادہ سے زیادہ ۵ میٹر اونچی تھی۔ پوری سڑک پالش کئے ہوئے پتھروں سے بنی تھی۔ اور اسے جانوروں کی تصویروں سے سجا دیا گیا تھا۔

خود ہرم کے بنانے میں بیس برس لگے تھے ہرم کی شکل مربع ہے۔ اس کی ہر سمت ۲۵۰ میٹر چوڑی ہے۔ زیادہ تر عمارت ہموار چٹانوں سے بنی ہے اور سب چٹانیں بہت مضبوطی سے جڑی ہوئی ہیں۔ ہر چٹان کی لمبائی ۳۰ فٹ سے کم نہیں ہے۔

"... خود ہرم پر مصری زبان میں لکھا ہے کہ اس کے بنانے والے مزدوروں کو مولی، پیاز اور لہسن کا جو راشن ملتا تھا اس پر کتنی رقم خرچ ہوئی ہے۔ مترجم نے مجھ سے بیان کیا، اور مجھے اس کی بات خوب یاد ہے کہ صرف مولی، پیاز اور لہسن ہر ایک ہزار چھ سو چاندی کے سکے خرچ ہوئے تھے یعنی تین لاکھ بیس ہزار مصری پونڈ (اور مصری پونڈ، انگریزی پونڈ سے زیادہ قیمت کا ہوتا ہے) اگر یہ بیان ٹھیک ہے تو سوچنا چاہیئے کہ پورے ہرم کی تعمیر پر کتنا بے شمار روپیہ خرچ ہوا ہوگا۔

مورخ دیودور لکھتا ہے:۔

ممفس کے آٹھویں بادشاہ تھمیس (خوفو) نے جو پچاس برس فرعونی کرتا رہا۔ سب سے بڑا ہرم بنایا ہے اور یہ ہرم دنیا کے سات عجائبات میں شمار کیا جاتا ہے۔ یہ ہرم لیبیا کی طرف واقع ہے۔ ممفس سے ایک سو بیس فرسخ کے فاصلے پر اور نیل سے پینتالیس فرسخ کی دوری پر ہے۔ یہ ہرم اور اس کے ساتھی ہرم، واقعی حیرت انگیز ہیں۔ بڑا ہرم اپنی بنیاد پر سات سو فٹ لمبا ہے اور اس کی اونچائی چھ سو فٹ سے بھی زیادہ ہے۔ یہ ہرم ایسے ٹھوس پتھروں سے بنایا گیا ہے۔ کہ ہزار برس گزر جانے کے بعد بھی۔ اور بہت لوگ تو تین چار ہزار برس بتاتے ہیں سب پتھر آپس میں پوری طرح جڑے ہوئے ہیں اور عمارت ایسی معلوم ہوتی ہے۔ جیسے ابھی ابھی بنی ہے! سب سے زیادہ عجیب بات یہ ہے۔ کہ ہرم

ریتیلی زمین پر کھڑا ہے اور اس زمین پر کوئی ایسی علامت نہیں جس سے سمجھا جا سکے کہ یہ ٹھوس زمین ہے پھر کوئی ایسی چیز بھی موجود نہیں جس سے سمجھا جا سکے چٹانیں اسی جگہ سے کاٹی گئیں اور اسی جگہ سے چھیل چھال کے ٹھیک کی گئی ہیں۔ بس ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پورا پہاڑ اٹھا کر اس ریتیلی زمین پر کسی دیوتا نے اپنی قدرت سے کھڑا کر دیا ہے۔ نہ کہ کوئی آدمی کے ہاتھوں نے آہستہ آہستہ بنایا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ ہرم تین لاکھ ساٹھ ہزار مزدوروں کی محنت سے بنا ہے اور اس کی تیاری پر بیس برس لگ گئے تھے۔

پلینی، اسٹرابون اور عرب مورخوں، خصوصاً عبداللطیف، مسعودی، ابوالفدا اور مقریزی نے اس ہرم پر بہت کچھ لکھا ہے مقریزی کی تحریر سب سے زیادہ مفصل ہے (دیکھو الخطط الاثار جلد اول) شام کے مسیحی مورخوں نے بھی بڑے حرم کا تذکرہ تفصیل سے کیا ہے ان میں سے ایک مورخ Dionysius جو نویں صدی عیسوی میں زندہ تھا اپنے سفرنامے میں لکھتا ہے ہم نے مصر کے اہرام دیکھے جن کے نیچے لاہوتی گائے ہیں۔ مگر یہ عمارتیں حضرت یوسف کی وہ کوٹھیاں نہیں ہیں۔ جن میں انہوں نے قحط سے بچاؤ کے لئے اناج بھرا تھا، بلکہ یہ پرانے فرعونوں کے عظیم الشان مقبرے ہیں۔

لیکن ایک اہم بات پرانے مورخوں نے بیان نہیں کی اور وہ بات یہ ہے کہ جیزہ کے تینوں ہرموں کے الگ الگ نام تھے اور خوفو کے بڑے ہرم کا نام "اخت" تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ قدیم ترین زمانے میں جیزے کے قبرستان ہی میں شاہی خاندان کے افراد اور درباری دفن کئے جاتے تھے کیونکہ جس قطعہ زمین پر اہرام ہیں وہاں بے شمار قبریں اب تک موجود ہیں۔

خفرا کا ہرم

جیزہ میں دوسرا ہرم۔ فرعون خفرا یا خفرع نے ۲۸۹۶ ق م میں بنایا تھا اور اس کا نام "اوزر" رکھا تھا۔ دور سے یہ ہرم خوفو کے ہرم سے اونچا دکھائی دیتا ہے مگر حقیقت میں اونچا نہیں ہے اونچا اس لئے

دکھائی دیتا ہے کہ پہلے حرم کی زمین سے اونچی زمین پر بنایا گیا ہے۔

خفرا کے حرم کی موجودہ اونچائی ۱۳۶٫۴۰ میٹر ہے (پہلے ۱۴۳٫۵۰ میٹر تھی) پہلو کی لمبائی ۲۱۰٫۴۶ میٹر ہے (پہلے ۲۱۵٫۲۵ میٹر تھی) اس ہرم کی تعمیر میں انجنیری کا وہ کمال دکھائی نہیں دیتا۔ جو خوفو کے ہرم صاف ظاہر ہے۔ خفرع کا ہرم بھی اندر سے تقریباً ویسا ہی ہے جیسا خوفو کا۔ لیکن پروفیسر بلزونی نے جب اسے ۱۸۱۸ء میں کھولا اور اندر گیا تو فرعون کے تابوت میں مٹی کے سوا کچھ نہ پایا۔ لاش غائب تھی۔ اس ہرم کی چوٹی پر ابھی تک چونے کی مضبوط لپائی موجود ہے نیچے کی لپائی گر چکی ہے یا گرا دی گئی ہے۔

منق را کا ہرم

جیزہ کا تیسرا ہرم، فرعون منق را یا منقرع نے بنایا تھا۔ اس حرم کا نام "حر" تھا ۱۹۳۷ء میں Howardvyse اس حرم کے اندر اترا اور وہاں دو تابوت دیکھے ایک لکڑی کا تھا دوسرا قیمتی پتھر کا۔ لکڑی کا، برطانی عجائب خانے میں محفوظ ہے لیکن پتھر والا تابوت جب یورپ لے جانے لگے تو اسپین کے ساحلوں کے قریب سمندر میں ڈوب گیا۔

یہ ہرم اپنے دونوں ساتھی ہرموں سے چھوٹا ہے، مگر اسے آراستہ کرنے کی زیادہ کوشش کی گئی ہے۔ معلوم ہوتا ہے، ہرم کا بانی فرعون جلد ہی مر گیا تھا، اسی لئے ہرم کی آرائش پوری نہ ہو سکی۔ اس ہرم کی بلندی ۶۲ میٹر ہے (اصل میں ۶۶٫۴۰ میٹر تھی) اور پہلو کی لمبائی ۱۰۸٫۰۴ میٹر ہے۔ فرعون کے دونوں تابوت چوبی اور سنگی ابھی تک موجود ہیں۔ سنگی تابوت میں ایک لاش بھی ہے اور غالباً اسی فرعون کی ہے۔

خفرا اور منق را کے ہرموں کے ساتھ مندر بھی تھے آج تک ان کے کھنڈر باقی ہیں ان مندروں سے غرض یہ تھی کہ مذہبی پیشوا مرے ہوئے فرعونوں کے لئے مناجاتیں اور دعائیں کرتے رہیں۔ مندروں کی بناوٹ کی تفصیل سے پڑھنے والوں کو دلچسپی نہ ہوگی، اسی لئے ہم اسے چھوڑے دیتے ہیں۔

ابوصیر کے ہرم

جیزے کے تینوں ہرموں کے علاوہ اور ہرم بھی ہیں۔ یہ مقام ابوصیر میں واقع ہیں اور پانچویں خاندان کے بنوائے ہوئے ہیں ان میں سے اب صرف تین ہی ہرم ایسی حالت میں باقی ہیں کہ ان کا تذکرہ کیا جا سکتا ہے۔

پہلا ہرم، فرعون سحورا نے بنایا تھا، جو پانچویں خاندان کا دوسرا بادشاہ تھا اس نے اپنے ہرم کا نام "رفع باسحورا" رکھا تھا۔ پہلے اس کی اونچائی ۴۹٫۶ میٹر تھی اب ۳۶ میٹر رہ گئی ہے۔ پہلے بنیاد کے پاس پہلو کی لمبائی ۷۸٫۳۲ میٹر تھی۔ اب ۴۳٫۶۵ باقی ہے (تصویر نمبر ۲)

ابوصیر میں دوسرا ہرم، سحورا کے بیٹے نفرارکارا نے بنایا تھا اور اس کا نام کھا تھا "انفرارکارا" یعنی فرعون نفرارکارا کی روح۔ اس ہرم کی تعمیر "قی" کی نگرانی میں ہوئی تھی۔ جس کا شہرہ چوتھے (مقبرہ) سقارہ میں آج تک موجود ہے۔

اس ہرم کی اونچائی ۶۹٫۴۳ میٹر تھی اب صرف پچاس میٹر باقی ہے۔ پہلو کی لمبائی ۹۵٫۶۵ میٹر تھی۔ اب ۵۵ میٹر ہے۔ ابوصیر کے ہرموں میں صرف اسی ہرم پر قیمتی پتھروں کی پچیکاری تھی یہ ہرم اپنی تعمیر کے وقت ضرور بہت شاندار دکھائی دیتا ہوگا کیونکہ جس ٹیلے پر کھڑا ہے وہ پہلے زمانے میں وادی نیل کی سطح سے ۳۲ میٹر اونچا تھا اور خود ہرم اونچائی ستر میٹر کے قریب تھی اسی طرح یہ ہرم نیچے کی زمین سے دیکھنے والوں کو سو میٹر سے بھی زیادہ بلند دکھائی دیتا ہوگا۔

ابوصیر میں سب سے چھوٹا ہرم فرعون ادسر کا ہے۔ یہ پہلے دونوں ہرموں کے بیچ میں ہے۔ اب ہرم کی اونچائی صرف ۳۰ میٹر ہے اس کا نام "من اسوت نی ادسر" تھا یہ نام سقارہ کے کئی چبوتروں پر بھی لکھا ملتا ہے خصوصاً "قی" اور "اخت حتب" کے چبوتروں (مقبروں) پر دونوں شخص اس ہرم کے مہتمم تھے اس ہرم کے اوپر بھی اس ہرم کے اوپر بھی ہر طرف سے لپائی کی ہوئی تھی اب باقی نہیں ہے۔

تینوں ہرموں کے ساتھ مندر بھی تھے۔ لیکن ایک زمانے کے بعد ان اہراموں کی شکل بدل گئی۔ جیسا کہ نقشہ نمبر ۲ سے

ظاہر ہے۔ ساتھ ہی دفن کے ایک اور طریقے کا زیادہ رواج ہو گیا تھا۔ مردوں کے لئے پہاڑوں میں قبریں بنانے لگے تھے۔ چٹانوں کو کاٹ کر ان میں لاشیں دفن کرتے تھے اس قسم کے مقبروں کو یونانی زبان میں سیبوس ΙΣΑΕΟΣ کہتے ہیں۔ اور ان کے سب سے خوبصورت نمونے، بنی حسن اور اسیوط میں موجود ہیں۔

اس قسم کے سب سے پرانے مقبرے غالباً وہ ہیں جو جیزہ میں چوتھے خاندان کے چبوتروں کے درمیان پائے گئے ہیں۔ یہ مقبرے پتھر کاٹ کر اندر بنائے گئے ہیں۔ بہت سادہ ہیں۔ تصویروں اور نقوش سے بڑی حد تک خالی ہیں۔ لیکن چھٹے خاندان کے وقت سے ان مقبروں کو بڑی ترقی ہوئی، اور انہیں آراستہ کیا جانے لگا جیسا کہ برشہ شیخ سعید، دندرہ، نقادہ اور فنتین (اسوان) کے مقبروں سے ظاہر ہے۔ بنی حسن کے ایک مشہور مقبرے کی تصویر ملاحظہ ہو (تصویر نمبر ۲۲)

مدتوں کے بعد اٹھارویں شاہی خاندان نے اپنا پایۂ تخت تھیبس کو قرار دیا۔ اب قبرستان کی ضرورت پیش آئی تو فرعون نے اس غرض کے لئے تھیبس (جسے اب اقصر کہتے ہیں) کے مغرب میں دریائے نیل کے کنارے وہ پہاڑی زمین منتخب کی جو لیبیا کے پہاڑوں کا حصہ ہے اور آج کل اس کا نام "بیبان الملوک" ہے

اس زمانے کے فرعونوں نے اس زمین کو کیوں منتخب کیا؟ اگلی سطروں میں ہم جواب دیتے ہیں۔

اوپر بتایا جا چکا ہے کہ مصری اپنی لاشیں محفوظ رکھنے کی زیادہ سے زیادہ کوشش کرتے تھے۔ کیونکہ ان کے عقیدے میں لاش جب تک باقی رہیگی روح بھی باقی رہیگی اسی قدر نہیں بلکہ بہت پرانے زمانے کے مصری یقین کرتے تھے کہ روح لاش ہی کے ساتھ رہتی ہے اسی لئے بہت مضبوط مقبرے بناتے تھے اور اسی لئے اہرام جیسے پہاڑ کھڑے کر گئے ہیں۔

لیکن اٹھارویں خاندان تک زمانہ آگے بڑھ چکا تھا۔ اس خاندان کے فرعون نے دیکھا کہ بڑے بڑے مقبرے اور اہرام بنانے

کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ چوروں کو بے ڈھونڈے قبریں مل گئیں اور انہوں نے قبریں اکھیڑ کر لوٹ لیں۔ یعنی وہ مقصد ہی غائب ہو گیا۔ جسکے لئے یہ عمارتیں اور اہرام بنائے گئے تھے لہذا ان فرعونوں نے ضروری سمجھا کہ چوروں کی دست برد سے بچانے کے لئے ضروری ہے کہ قبریں سب کی آنکھوں سے اوجھل رہیں اور کوئی ایسی علامت نہ چھوڑی جائے جس سے معلوم ہو سکے کہ قبر یہاں موجود ہے ممفس کی طرح نقیبس کے اطراف میں کوئی اونچی جگہ نہ تھی جہاں قبرستان بنایا جاتا اور دریائے نیل کی طغیانی سے بھی محفوظ رہتا۔ اسی لئے انہوں نے بیابان الملوک کی اجاڑ سنسان پہاڑی زمین، قبرستان کے لئے منتخب کر لی اور دفن کا وہ طریقہ رکھا جو ایک مدت سے رائج تھا یعنی چٹانیں کاٹ کر قبریں بنانا۔

لیکن ایک مشکل اب بھی باقی تھی مقبروں کے ساتھ خصوصاً فرعونوں کے مقبروں کے ساتھ مندر ضرور ہوتے تھے تاکہ مرے ہوئے فرعونوں کے لئے قربانیاں اور دعائیں ہو سکیں پہاڑی زمین میں مندروں کی شرط پوری کرنی آسان نہ تھی۔ بہت سوچ بچار کے بعد اٹھارویں خاندان کے عقلمند فرعونوں نے یہ کیا کہ مذہبی عقیدے ہی میں تبدیلی کر دی۔ پہلے روح، لاش کے ساتھ رہتی تھی۔ انہوں نے یہ عقیدہ پھیلا دیا کہ روح آزاد ہوتی ہے، اور جب چاہتی ہے جنتوں میں رہتی ہے اور جب چاہتی ہے اپنی لاش سے تعلق پیدا کر لیتی ہے لہذا ضروری نہیں کہ مندر قبر ہی کے ساتھ ہوں، مندر دور بھی ہو سکتے ہیں اور اس دوری کی وجہ سے روح کو ذرا بھی تکلیف نہیں ہو سکتی کیونکہ وہ آزاد ہے اور مندر کتنے ہی دور ہوں ان میں پہونچ سکتی ہے چنانچہ اسی نئے عقیدے کے مطابق ان فرعونوں نے اپنے مقبروں کی ضرورتیں پوری کرنے والے مندر دریا کے دوسرے کنارے پر بنوائے۔ ان مندروں میں رامسیس دوم کا مندر، جو رمسیوم کہلاتا ہے۔ ملکہ ہت شپسٹ کا مندر، جو دیر بحری کہلاتا ہے

تھیبز یا لیوہیں رامسیس سوم کا مندر اور قرنہ میں سیتی اول کا مندر زیادہ مشہور ہیں لیکن رامسیس دوم کا مقبرہ سب سے زیادہ اہم ہے کیونکہ اس کی تمام دیواروں اور چھتوں پر ان لڑائیوں کے مناظر موجود ہیں۔ جو اس زبردست فرعون نے لڑی تھیں۔ (تصویر نمبر ۲۳)

ایک بات یاد رکھنی ضروری ہے۔ خود تھیبز میں جو مندر ہیں۔ وہ دیوتاؤں کے لئے ہیں اور ان کی تعمیر میں کئی کئی فرعون شریک ہیں۔ لیکن جن مندروں کا ہم ابھی ذکر کر چکے ہیں وہ فرعونوں کی روحوں کے لئے ہیں اور ان میں سے ہر مندر ایک ہی فرعون نے خاص اپنے لئے بنایا ہے۔

نواں باب

فرعونوں کی لاشیں

ہم بتا چکے ہیں کہ تھیبز میں شاہی خاندان کے زمانے میں تھیبز کی پولیس کو حکم دیا گیا تھا کہ فرعونوں اور دوسرے لوگوں کی قبروں کی حفاظت کریں، کیونکہ چور ان قبروں کو لوٹتے تھے لاشیں خراب کر ڈالتے تھے اور اندر کی تمام قیمتی چیزیں چرا کر لے جاتے تھے۔ بہت سی چوریاں پکڑی بھی گئیں بہت سے چوروں نے مار کھانے کے بعد اپنے جرم کا اقبال بھی کر لیا اسی قدر نہیں یہ بھی ثابت ہو گیا کہ امن دیوتا کے مندر کے بہت سے مہنت اور پجاری بھی چوروں سے ملے ہوئے ہیں اور چوریاں کراتے ہیں۔ تھیبز کی پولیس نے بہت کوشش کی مگر چوروں کا خاتمہ کرنے میں کامیاب نہ ہو سکی۔ بڑے بڑے فرعونوں کی قبریں بھی لٹتی رہیں۔ یہ دیکھکر حکومت مجبور ہوئی کہ فرعونوں کی ان کے بڑے بڑے درباریوں کی اور مشہور

مہنتوں کی لاشیں ان کی قبروں سے نکال کر تھیبس کے قبرستان میں خفیہ طور پر دفن کر دے اور اس طرح چوروں کی ترک تازیوں سے بچالے۔

تھیبس کی حکومت کی یہ تدبیر کامیاب ہوئی۔ اور اسطرح خفیہ طور پر دفن کی لاشیں صدیوں زمین کے نیچے محفوظ رہیں۔ یہاں تک کہ ۱۸۷۵ء میں ایک شخص کو مقام "شیخ عبدالقرنہ" میں ایک ایسے مقبرے کا کسی طرح پتہ چل گیا۔ یہاں بہت سی قیمتی چیزیں موجود تھیں، مگر یہ شخص سب چیزیں لوٹ نہ سکا جتنی لے جا سکتا تھا۔ اپنے گھر اٹھا کر لے گیا۔

۱۸۷۶ء میں انگریز سپہ سالار، کمبل نے پروفیسر ماسپرو کو "مردوں کی کتاب" کا ایک ورق دکھایا۔ جو مہنت اکبر پینوزم" کے نام سے ہیروغلیفی خط میں لکھا ہوا تھا ۱۸۷۷ء میں ایک اور ورق کا آخری حصہ ملکہ نزمیت کے نام کا ملا، جوہری ہر کی ماں تھی۔ جلد ہی اس ورق کا پہلا حصہ بھی مل گیا اور پورا ورق انگلینڈ چلا گیا۔ اسی زمانے میں ملکہ ہنوہاتور حنوتوی کے نام دو کاغذ، سویزر میں بکے۔ پھر جلدی مہنت پینوزم کی کئی مورتیاں بازار میں بکنے کے لئے آگئیں۔ ان سب چیزوں کے بیچنے والے دو آدمی تھے۔ عبدالرسول احمد جو شیخ عبدالقرنہ" ہی کا رہنے والا تھا۔ اور مصطفیٰ آغا عیاد، جو انگلستان اور بلجم کے قونصل خانوں کا نائب تھا۔ مصطفیٰ آغا تو اپنی سیاسی پوزیشن کی وجہ سے بچ گیا مگر عبدالرسول احمد کو پکڑ لیا گیا۔

لیکن عبدالرسول احمد بڑا چالاک تھا۔ اس نے صاف انکار کر دیا کہ میں نے نہیں بیچی ہے اور اپنی طرف سے گواہی میں بہت سے یورپین سیاحوں کو پیش کیا۔ اسی قدر نہیں اس کی طرف سے شیخ عبدالقرنہ کے تمام معزز آدمیوں نے گواہی دی کہ یہ شخص اپنے گاؤں میں کوئی پرانی مصری چیز نہیں لایا ہے۔ چھوٹی سی چیز بھی لاتا تو گاؤں بھر کو خبر ہو جاتی پھر کیسے ممکن ہے کہ خود گاؤں کے اندر عظیم الشان فرعونی مقبرہ لوٹ لے اور کسی کو کان و کان خبر نہ ہو۔

اس صفائی کے سامنے حکومت مجبور ہوئی کہ عبدالرسول احمد کو چھوڑ دے مگر اس سے غافل نہ رہی اتفاق سے اس زمانے میں عبدالرسول احمد کی اپنے چاروں بھائیوں سے لڑائی ہو گئی۔ ایک مہینے تک آپس میں تکرار ہوتی رہی آخر اس کے ایک بھائی محمد احمد عبدالرسول نے خفیہ طور پر قنا کے کمشنر سے ملاقات کی اور بھانڈا پھوڑ دیا کمشنر نے وزیر داخلیہ کو خبر دی۔ وزیر نے، خدیو توفیق پاشا مرحوم کو خبر پہنچائی اور خدیو نے فرمان جاری کیا کہ تھیبس ایک کمیشن جائے اور معاملے کی جانچ کرے مخبر نے دفینے کی جگہ دکھائی تو سب کو تعجب ہو گیا۔ کیونکہ ایسی جگہ تھی جہاں کسی کو شبہہ نہیں ہو سکتا تھا۔ کہ زمین کے نیچے ایسی بیش بہا تاریخی چیزیں چھپی ہوئی ہیں۔ یہاں پرانے مصریوں نے ایک کنواں کھودا تھا جس کی گہرائی ۱۲۵۰ میٹر اور چوڑائی ۲۰۰ ہے اس کنویں کے نیچے ایک بہت ہی پُر پیچ سرنگ بنائی گئی تھی۔ جو گھومتی اور بل کھاتی ہوئی ایک بڑے تہہ خانے پر ختم ہوتی ہے جس کی لمبائی آٹھ میٹر ہے۔

اس تہہ خانے میں جب مصری محکمۂ آثار قدیمہ کے لوگ داخل ہوئے تو سب سے پہلے ایک صندوق دکھائی دیا جس پر سفید اور پیلے رنگ چڑھے ہوئے تھے اور صندوق پر "نیسنو" کا لفظ لکھا تھا۔ اس کے قریب ہی ایک اور صندوق رکھا تھا جس کی شکل سترہویں خاندان کے لاش والے صندوق سے ملتی جلتی تھی۔ اس کے بعد ملکہ تیوہا تحور جنیتاوی، اور فرعون سنی اول کے صندوق تھے تہہ خانے چھوٹے چھوٹے ڈبوں سے جن پر مورتیاں رکھی جاتی تھیں اور بے شمار برتنوں سے بھرا ہوا تھا، جو بغیر کسی ترتیب کے ادھر ادھر بکھرے ہوئے تھے۔

تہہ خانے سے ایک اور سرنگ پھوٹی ہوئی دکھائی دی۔ یہ بہت ہی تنگ تھی اور اس میں پیٹ کے بل رینگ کر ہی جایا جا سکتا تھا یہاں شمع کی روشنی میں صندوق اور ممیاں دکھائی دیں جن

پر بعض فرعونوں کے نام لکھے تھے جیسے امنوس اوّل اتھوتس دوم سرنگ سے ملی ہوئی ایک کوٹھری سی تھی۔ اس میں فرعون احمس کی اس کے بیٹے سیامنو کی ساتھ ہی منطوحتپ کی ملکہ احمس نفرتاری وغیرہ کی لاشیں ملیں۔

بڑی ہی سخت محنت مشقت سے یہ سب چیزیں نکالی گئیں۔ اور ایک جہاز میں لاد کر قاہرہ بھیجدی گئیں۔ فرعونوں کی لاشیں لئے ہوئے جب یہ جہاز چلا تو تھیبس اور اطراف کی کسان عورتیں، نیل کے کنارے جمع ہوگئیں۔ دہاڑیں مار مار کر روئیں اور ایسے بین کئے جیسے خود ان کے اپنے عزیز پیاروں کی لاشیں جارہی ہیں مصری عورتوں کا یہ ماتم اس قدر درد ناک تھا کہ جہاز پر جتنے آدمی تھے حتیٰ کہ یورپین بھی متاثر ہوگئے اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔

اس کے بعد اور فرعونوں کی لاشیں ملیں۔ اس میں سب سے زیادہ اہم فرعون موسیٰ کی لاش ہے۔ مصری عجائب گھر میں اس وقت حسب ذیل فرعونوں کی لاشیں موجود ہیں:۔

(۱) فرعون منفتہ نری تکوا تھن اس کی لمبی ۱۸۵ء۱ میٹر لمبی ہے۔ یہ سترھویں خاندان کا آخری بادشاہ تھا۔ اسکی ممی کے معائنے سے معلوم ہوا کہ فرعون، قدرتی موت نہیں مرا بلکہ قتل کیا گیا۔ اس کے چہرے اور سر پر کئی زخم ابھی تک کھلے دکھائی دیتے ہیں۔

(۲) فرعون احمس اول

(۳) فرعون امنوتس ولد فرعون احمس اس کی ماں ملکہ نفرتاری تھی۔ امنوتس کی لاش میں قابل ذکر بات یہ ہے کہ سر سے پاؤں تک پھولوں سے ڈھکی ہوئی ہے۔ اور پھولوں پر ابھی تک ایک بھڑ (بھڑ) اپنی اصلی صورت میں موجود ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ پھولوں کی کشش سے بھڑ آگئی تھی۔ اور لاش کے ساتھ صندوق میں بند ہوگئی۔ پرانے مصر کی کسی بھڑ کی لاش اس بھڑ کی لاش کے سوا نہیں ملی ہے۔

(۴) فرعون تھوتمس دوم اس کی لاش ۱۷۷ء۱ میٹر لمبی تھی اسی پر سفید کپڑا

لپٹا ہوا ہے اور سینے پر اس مضمون کی تحریر ہے کہ موسم پیریت (؟) کے تیسرے مہینے کے ساتویں دن امن رلکے سب سے بڑے مہنت نے اس مقام کی اور سامان کی مرمت کرائی جس میں بادشاہ اُعُزی دفن ہے۔ مگر لکھنے والے نے نام غلط لکھا ہے۔ اس فرعون کا اصلی نام تُوتی نہیں۔ اُخنر نبری تھوتمس تھیکوُ اسیت ہے

(۵) فرعون تھوتمس سوم۔ اس فرعون کی بھی ایک خوبصورت صندوق میں رکھی ہے جس کے اوپر سونے کا کام ہے۔ لیکن اندر ایسا رنگ کر دیا گیا ہے کہ تحریریں چھپ گئی ہیں۔ قدیم زمانے میں یہ صندوق چوروں نے کھولا تھا۔ اور اسے بری طرح خراب کر ڈالا تھا فرعون کی لاش ۶۰ فیٹ لمبی تھی۔ مگر موجودہ زمانے میں عربوں نے بھی اس صندوق کو کھولا اور لاش توڑ ڈالی یہ بھی ممکن ہے کہ لاش پرانے چوروں ہی نے توڑی ہو۔ کیونکہ ٹوٹی ہوئی لاش پر جو کپڑا ملا ہے وہ پرانے ہی زمانے کا ہے۔ مگر عرب چوروں نے بھی بچھ کار ستانی ضرور کی ہے فرعون کی ممی تاریخی لحاظ سے بہت اہم ہے۔ لاش کے کرتے پر جو تحریر موجود ہے اُسی نے یہ اہمیت پیدا کر دی ہے۔ کرتے پر لکھا ہے کہ اس مقدس کرتے کو امنوش دوم نے اپنے باپ تھوتمس سوم کے لئے تیار کیا ہے ساتھ ہی یہ بھی لکھا ہے کہ تھوتمس کی ماں ایک کنیز تھی۔ اس تحریر سے ہماری اس تحقیق کی تائید ہو جاتی ہے جو اس فرعون کے بارے میں پچھلے صفحوں میں لکھ آئے ہیں۔

(۶) فرعون سیتی اوّل اس فرعون کی لاش بھی چوروں کے ڈر سے ایک مقبرے سے دوسرے مقبرے میں اور دوسرے سے تیسرے میں جاتی رہی۔ جیسا کہ اس صندوق کی تحریر سے ثابت ہے

(۷) فرعون رامسیس دوم اس جلیل القدر فرعون کی لاش معمولی صندوق میں رکھی ہے اور صندوق پر یہ لفظ لکھے ہیں۔ ادسر ماری کنگ کنری۔ پرامسیس دوم نیا موں۔ پھر اور تحریریں بھی ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس فرعون کی لاش بھی چوروں کے خوف سے ایک جگہ سے دوسری جگہ چھپائی جاتی

جاتی رہی ہے! کیسی عبرت کا مقام ہے یہ فرعون بہت ہی مغرور اور فخار تھا، اس نے عظیم الشان فتوحات بھی حاصل کی تھیں اپنے آپ کو آدمی نہیں دیوتا سمجھتا تھا لیکن مرنے کے بعد ذلیل چوروں سے بھی اپنی حفاظت نہ کر سکا، اور اس کی لاش یہاں سے وہاں رواں رہی۔ جس صندوق میں اس کی لاش رکھی گئی تھی اب وہ باقی نہیں ہے غالباً چوروں نے اسے توڑ ڈالا تھا موجودہ صندوق اس زمانے کا ہے جب مصر کے فرعون ختم ہو چکے تھے اور حکومت مہنتوں کے ہاتھ میں آگئی تھی اس جلیل القدر فرعون کی ممی جب کہولی گئی تو خود مصر کے خدیو، محمد توفیق پاشا بھی موجود تھے اور فرعون مستحق بھی اسی کا تھا۔ کہ ایک پادشاہ کے سامنے اس کا کفن اتارا جائے، گو یہ بادشاہ کتنا ہی کمزور کیوں نہ ہو۔

(۸) فرعون رامسیس سوم۔ اس فرعون کا کفن بھی مہنت پینوزم کی حکومت کے زمانے میں بدلا گیا تھا۔ اور شاید اس وجہ سے کہ چوروں کی رسائی اس کی لاش تک ہو گئی تھی۔

(۹) فرعون منفتاح ہم بتا چکے ہیں کہ فرعون موسیٰ، منفتاح بن رامسیس دوم ہی تھا خدائی کا دعویدار تھا۔ اس فرعون کی لاش بھی مصری عجائب گھر میں موجود ہے۔ اور ہر آنکھ اسے دیکھ سکتی ہے۔ یہ لاش ۱۷ میٹر لمبی ہے۔ پہلے خیال کیا گیا تھا کہ یہ لاش فرعون خونیاتنو کی ہے جو اٹھارہویں خاندان کا ایک بادشاہ تھا۔ اور مصری دین سے مرتد ہو گیا تھا لیکن جب لاش کے سینے پر نام غور سے پڑھا گیا تو ثابت ہو گیا کہ یہ منفتاح ہی کی لاش ہے جس کے زمانے میں حضرت موسیٰ ظاہر ہوئے تھے اور جس نے بنی اسرائیل کا تعاقب کیا تھا۔ مگر اسرائیلی، مصر سے سینا میں پہونچ گئے اور یہ فرعون اپنے خاندان اور فوج کے ساتھ بحر احمر میں غرق ہو گیا قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جب یہ ہٹی اور سرکش فرعون ڈوبنے لگا تو چلایا تھا ایمان لایا میں موسیٰ اور ہارون کے پروردگار پر۔ اس پر خدا کی آواز نے جواب دیا کہ آٰلْئٰنَ وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ وَكُنْتَ

مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ ۝ فَالْيَوْمَ نُنَجِّيْكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلْفَكَ اٰيَةً (اب تو ایمان لاتا ہے، جبکہ ایمان لانے کا وقت جا چکا ہے۔ حالانکہ تو پہلے نافرمانیوں میں مبتلا رہا ہے! اچھا تو ہم تیرے بدن کو محفوظ کر دیتے ہیں، تاکہ تو اپنے بدن (لاش) کے ساتھ بعد میں آنے والی نسلوں کے لئے ایک نشانی اور عبرت بن کر رہ جائے۔) پہلے اس آیت شریفہ کا مطلب لوگ پوری طرح نہیں سمجھتے تھے اور طرح طرح کی تاویلیں کیا کرتے تھے۔ لیکن اب مطلب صاف ہو چکا ہے۔ اس متکبر فرعون کی لاش انتہائی بے بسی کی حالت میں قاہرہ کے عجائب خانے میں موجود ہے اور دنیا کو عبرت و نصیحت حاصل کرنے کی دعوت دے رہی ہے۔

(۱۰) فرعون تباح منفتاح اس کی لاش ۶۳ کلو میٹر لمبی ہے۔ معلوم نہیں کیوں پرانے مصریوں نے اس فرعون کا نام اس کے صندوق پر سے مٹانے کی کوشش کی تھی ہمتوں نے اپنی حکومت کے زمانے میں کفن کی تجدید کی اور فرعون کا پورا نام اس پر لکھ دیا

(۱۱) فرعون امنوفس سوم۔ یہ فرعون اٹھارویں خاندان کا ہے۔ اس کی لاش ۱٫۶۵ میٹر لمبی ہے۔ اس کی ممی ابھی تک پرانے کپڑوں میں ہی لپٹی ہوئی ہے۔

(۱۲) فرعون رامسیس چہارم۔ یہ مشہور فاتح فرعون رامسیس سوم کا بیٹا اور جانشین ہے۔ اس کی لاش ۱٫۷۰ میٹر لمبی ہے۔ مگر ٹوٹی پھوٹی ہے۔ چوروں کے ہاتھ سے اسے بہت نقصان پہونچ چکا ہے۔

(۱۳) فرعون تھوتھمس چہارم اس فرعون کی لاش بہت اچھی حالت میں ہے اس کی لمبائی ۱٫۷۰ میٹر ہے اور کفن پر فرعون کا پورا نام لکھا ہوا ہے۔ لاش ابھی تک اپنے پرانے کفن میں لپٹی ہوئی ہے۔

فرعونوں کی لاشوں کے علاوہ ان کی بعض ملکاؤں، شاہزادوں اور شاہزادیوں کی لاشیں بھی مصری عجائب گھر میں موجود ہیں۔ اور دنیا کی بے ثباتی کا دنیا کو سبق دے رہی ہیں۔ رامسیس خاندان کے زوال پر مصر کی حکومت پر دیوتا امن کے مہنتوں نے قبضہ کر لیا۔ جیسا کہ ہم بتا چکے ہیں۔ ان

مہنت پادشاہوں کی بھی کئی لاشیں مل گئی ہیں اور عجائب گھر میں رکھی ہیں۔

فرعونوں کے تابوت، کفن اور دوسری چیزیں بھی عجائب خانے میں ہیں ان میں سب سے اہم رامسیس سوم کا کفن ہے۔ اس کفن پر سیاہ روشنائی سے فرعون کی تصویر بنائی گئی ہے اور لکھا ہے کہ یہ کفن دیوتاؤں کے سردار کی طرف سے فرعون کی لاش کو ہدیہ ہے اس تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر فرعون کے مرنے پر شاہی خاندان کی طرف سے، شاہی عہدے داروں کی طرف سے، شاہی درباریوں کی طرف سے اور مذہبی پیشواؤں کی طرف سے کفن ہدیے کے طور پر پیش کیے جاتے تھے۔ ممکن ہے کم درجہ کے مردوں کے ساتھ بھی اسی قسم کے سلوک ان کے رشتہ دار اور دوست کرتے ہوں۔

شاہی ممیوں کے علاوہ یونانی زمانے کی بھی بہت سی ممیاں موجود ہیں۔ ان میں ایک ممی ایسی ہے جس کی کوئی مثال، دنیا بھر میں موجود نہیں ہے، یہ ایک عورت کی ممی ہے۔ اور ۱۵۳ سینٹر لمبی ہے۔ شقارہ میں پائی گئی تھی اس ممی میں ایک خاص بات یہ ہے کہ پہلے کپڑے میں لپیٹی گئی ہے پھر اوپر سے چمڑا منڈھ دیا گیا ہے چمڑا خوب مضبوط سلا ہوا تھا چمڑے پر مہریں بھی لگی ہوئی تھیں اور ٹوٹی نہ تھیں۔ ساتھ ہی چمڑے پر عورت کی تصویر بھی بنی ہوئی ہے عورت کے کپڑے جوتے۔ اور زیور ٹھیک ویسے ہی ہیں جیسے اٹلی کے ایک شہر راون کے باشندے اس زمانے میں پہنا کرتے تھے ممی کی یہ دوسری خصوصیت ہے کہ کس مصری کی نہیں بلکہ ایک یورپین عورت کی ہے۔ تیسری خصوصیت یہ ہے کہ یہ مسیحی زمانے کی ہے یعنی چوتھی یا پانچویں بیسوی صدی کی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مصر میں ممی کرنے کا رواج ظہور اسلام سے دو ڈھائی سو برس پہلے تک باقی تھا۔

فرعون کی لعنت

فرعون ترسن فاس کا مقبرہ نومبر ۱۹۲۲ء میں دریافت کیا گیا۔ لیکن جس کمرے میں فرعون کی لاش دفن تھی، وہ ۱۶ فروری ۱۹۲۳ء

میں کھولا گیا۔ اس واقعے کے بعد کچھ ایسی باتیں پیش آئیں کہ یورپ اور امریکہ میں وہم پھیل گیا۔ کہ فرعون توتن خامن کی اور تمام پرانے مقبروں کی جن کی قبریں کھولی گئیں ہیں لعنت پڑتی ہے۔ اور وہ لوگ مرجاتے ہیں یا سخت نقصان اٹھاتے ہیں جو اس جرم کے مرتکب ہوتے ہیں۔

اس سلسلے میں پہلا واقعہ یہ پیش آیا کہ ایک بلبل کی بہت عجیب طریقے سے موت ہوئی۔ فرعون کے مقبرے میں جو لوگ گئے تھے ان میں ایک مسٹر ہوارڈ کارٹر بھی تھے اور انہوں نے اپنے گھر میں ایک بلبل پال رکھی تھی، جو خوب چہچہاتی تھی جس دن مسٹر کارٹر مقبرے میں گئے اسی دن ایک کوبرا سانپ بھی ان کے گھر میں پہونچ گیا۔ اور بلبل کو مار کر کھا گیا! کوبرا سانپ فرعون کا خاص نشان تھا۔ وہ اس کی مورتی یا شکل اپنی پیشانی پر رکھتے تھے اور یہ تاج سے لی رہتی تھی۔ مصری دستاویزوں میں لکھا ہے کہ جو کوئی فرعون کا برا چاہے گا، کوبرا اسے اپنی آگ اگل کر جلا ڈالیگا

مسٹر کارٹر کی بلبل کو جب سانپ نے مار ڈالا تو لوگوں نے یقین کر لیا کہ ہو نہ ہو یہ فرعون کا قہر ہے اور فرعون کے محافظ سانپ نے بلبل مار کر اس شخص سے بدلہ لیا ہے جس نے شاہی مقبرے میں جا کر فرعون کی نیند خراب کی اور اسے غصہ دلایا تھا۔

اس کے بعد ایک اور بہت بڑا واقعہ پیش آیا۔ لارڈ کارنارون نے فرعون توتن خامن کا مقبرہ کھولنے کا ٹھیکہ لیا تھا۔ اور انہی کے ہاتھ میں کھدائی وغیرہ کا انتظام تھا یعنی یہی فرعون کا مقبرہ کھولنے کا عملی فیصلہ کرتا تھا ۱۶ فروری ۱۹۲۳ء کو جب مقبرے کے کمرے میں داخل ہونے کا وقت آیا تو لارڈ نے لوگوں سے ہنستے ہوئے کہا۔ یہ تو لازمی ہے کہ فرعون کے کمرے میں جا کر رات کو جن منائیگے!، اس مذاق کو چھ ہفتے بھی نہیں گذرے تھے کہ لارڈ کی لاش بھیجے پر پڑی ہوئی ملی عجیب تر بات یہ ہوئی کہ انہیں بھی کوبرا سانپ ہی ڈس گیا تھا۔ اس واقعے نے لوگوں کو فرعون کی لعنت کا اور بھی معتقد بنا دیا۔

اس کے بعد ایک اور موت ہوئی یہ پروفیسر سعید کی تھی۔ اور امریکہ میں پیش آئی۔ موصوف تاریخ مصر کے بہت بڑے عالم تھے اور فرعون توتن خامن کے مقبرے میں داخل ہوئے تھے مرنے سے پہلے بالکل اچھے تھے۔ دفعتاً فوت ہو گئے ڈاکٹروں نے ہر چند کوشش کی، مگر موت کا سبب نہ بتا سکے اس پر لوگوں کو "فرعون کی لعنت کا اور زیادہ یقین ہو گیا۔

اس کے بعد یہ ہوا کہ مصری عجائب خانے کو دنیا کے مختلف ملکوں سے خط آنے شروع ہو گئے، جن کا حال، عجائب گھر کے نائب مہتمم نے اس طرح بیان کیا ہے۔

"اپریل ۱۹۲۶ء میں ہمیں انگلستان سے چلا ہوا ایک خط ملا۔ جس پر کسی کے دستخط نہ تھے خط کے ساتھ ایک ممی کے کپڑوں کا ایک ٹکڑا بھی تھا اور لکھا تھا کہ اس کپڑے کی وجہ سے انگلینڈ کے ایک بہت ہی معزز اور امیر خاندان پر مصیبتوں کے پہاڑ ٹوٹتے چلے جا رہے ہیں لہٰذا درخواست ہے کہ اس کپڑے کو مصر کی زمین ہی میں دفن کر دیا جائے ہم نجائب گھر نے یہ درخواست منظور کر لی۔ اور کپڑا ایک فرعونی مقبرے میں دفن کر دیا۔

۱۷ فروری ۱۹۲۷ء میں انگلستان سے ایک اور خط آیا۔ جس کے ساتھ ایک مصری مورتی بھی تھی خط لکھنے والے نے ظاہر کیا تھا کہ ہندوستان سے واپس ہوتے ہوئے پورٹ سعید میں اس نے یہ مورتی مول لی تھی مگر اس کی بیوی کو یقین ہو چکا ہے کہ مورتی منحوس ہے کیونکہ جب سے آئی ہے ہم پر پریشانیوں میں پڑ گئے ہیں۔ میری بیوی کی تندرستی خراب ہو گئی ہے اور خود میں فالج کا شکار بن گیا ہوں لہٰذا بہتر یہی ہے کہ مورتی مصر کو لوٹا دی جائے

اکتوبر ۱۹۲۷ء میں ایک شخص نے عجائب گھر میں کچھ کوڑیاں بھیجیں۔ اور لکھا کہ پرانے وقتوں کے مصر کی کوڑیاں ہیں ایک دوست کے پاس تھیں اور ان کوڑیوں کی نحوست سے برباد ہو گیا۔ دوست نے مجھے دیدیں تو میں بھی تباہیوں کا شکار ہونے لگا

لطف کی بات یہ ہے کہ خط لکھنے والے نے اپنے نام کے بجائے لکھا ہے "ایک شخص جو سمجھتا ہے کہ خرافات پر یقین نہیں

کرنا چاہیئے۔

۳۰ نومبر ۱۹۳۹ء کو انگلستان سے ایک مصری موری آئی۔ اس کے ساتھ خط بھی تھا جس میں لکھا تھا کہ یہ موری جب سے میرے قبضہ میں آئی ہے نحوست میں پڑ گیا ہوں۔ میں نحوست کا قائل نہ تھا لیکن بار بار ایسے واقعات پیش آئے کہ قائل ہو جانا پڑا۔ میں دستبردار ہوتا ہوں اور مصری عجائب گھر کو ہبہ کرتا ہوں

۳۰ دسمبر ۱۹۳۹ء کو انگلستان سے ایک خط آیا خط کے ساتھ ایک پتھر بھی تھا خط میں لکھا تھا کہ یہ پتھر مجھے تحفتہً ملا تھا مگر ہے بڑا منحوس۔ جن جن لوگوں کے پاس رہا تباہ و پریشان ہوئے اور برباد ہو گئے۔ جب سے میرے پاس آیا ہے میں بھی تباہی کے بھنور میں پڑ گیا ہوں۔ پتھر مصر سے آیا تھا اسی لئے مصر کو واپس کئے دیتا ہوں

منحوس ممی

برطانی عجائب گھر میں ایک چیز ہے، جسے عام لوگ، منحوس ممی کہتے ہیں۔ مگر یہ حقیقت میں ممی نہیں ہے۔ بلکہ ایک مصری نابوت کا ڈھکنا ہے۔ جس پر مردے کا منہ بنا دیا گیا ہے لکڑی کے اس معمولی ڈھکنے کی وجہ سے لندن میں اور پورے انگلینڈ میں عجیب عجیب باتیں مشہور ہو چکی ہیں۔

یہ مصری ڈھکنا۔ اصل میں مسٹر ڈگلس موری نے مول لیا تھا، مگر اس کے دو ہی چار روز بعد مسٹر موری کا ہاتھ خود اپنی کی بندوق سے زخمی ہو گیا تھا اور پورے ہاتھ کو کٹوانا پڑا۔ عجیب بات یہ ہے کہ کہ جس جہاز پہ یہ ڈھکنا، انگلینڈ گیا تھا، وہ غرق ہو گیا اگرچہ خود ڈھکنا بچ گیا۔ پھر وہ گاڑی ٹوٹ کر پاش پاش ہو گئی جو ڈھکنے کو بندرگاہ سے لے جا رہی تھی۔ مگر ڈھکنے کو ذرا نقصان نہ پہونچا۔ پھر یہ ہوا کہ جس گھر میں ڈھکنا۔ رکھا گیا تھا وہ جل کر راکھ ہو گیا لیکن ڈھکنے پر آنچ نہ آئی پھر ایک مشہور مصور بلایا گیا کہ ڈھکنے کا فوٹو لے وہ فوٹو لے کر چلا گیا۔ مگر تین ہی چار دن بعد اس نے خودکشی کر لی!

جس خاتون کو ورثے میں یہ ڈھکنا ملا تھا اس نے اس کی "نحوست" کے بہت سے

واقعات بیان کئے ہیں۔ وہ کہتی ہیں کہ جب ڈبکنا آیا تو اس کا شوہر مر گیا۔ پھر خاندان کے کئی اور آدمی چل بسے یہ غم بھولنے کے لئے وہ سفر کے لئے نکل کھڑی ہوئی۔ مگر بیچ سمندر میں اس کا جہاز ڈوب گیا۔ اور وہ رات بھر ایک چٹان سے چمٹی رہی یہاں تک کہ صبح اُسے بچا لیا گیا۔

معاملہ یہیں پر ختم نہیں ہو گیا بلکہ خاتون کو جب یقین ہو گیا کہ یہ ڈبکنا ہی اس کی تمام مصیبتوں کی جڑ ہے تو اس نے ڈبکنا برطانی عجائب گھر میں بھیج دیا اور ڈبکنے کے جاتے ہی خاتون کی حالت بالکل ٹھیک ہو گئی لیکن ایک دن وہ عجائب گھر میں گئی اور اس ڈبکنے کو دیکھا ہی نہیں بلکہ اس کی برائی بھی کی نتیجہ یہ نکلا کہ واپس ہوتے ہوئے عجائب گھر کی سیڑھیوں سے پاؤں پھسل گیا۔ گر پڑی اور ایک پیر ٹوٹ گیا۔

اور سنئے۔ ایک اخباری نامہ نگار نے اس ڈبکنے کے بارے میں مضمون لکھا۔ اس کی برائی بھی کی اور مذاق اڑایا گیا۔ مگر دو ہی چار روز بعد مر بھی گیا۔

ایک اور مصری بڈی کا عجیب قصہ سنئے جو واقعہ نہیں افسانہ معلوم ہوتا ہے مگر اس قصے سے انگلینڈ کے اخبار پورے دو مہینے (مارچ اور اپریل ۱۹۳۶ء) بھرے رہے تھے۔

قصہ یہ ہے کہ سر الگزنڈر سیٹن کی بیگم ۱۹۳۶ء میں مصر آئیں۔ اسی زمانے میں ایک پرانا مصری مقبرہ شہر جیزہ میں نکالا تھا۔ لیڈی الیگزنڈر، مقبرے کا مقبرہ کا معائنہ کرنے گئیں اور انہوں نے رہنما سے کہا کہ ایک لاش کی بڈی ان کے لئے اٹھا لائے اور وہ اسے انعام دیں گی لیڈی نے یہ اس لئے کہا تھا کہ سن چکی تھیں، مصر میں آثار قدیمہ بھی بیچے جاتے ہیں۔

اس کے بعد یہ ہوا کہ جب لیڈی اس مصری بڈی کو لیکر اپنے وطن پہنچیں، تو اسی ہمارپڑیں کہ بچنے کی امید نہ رہی۔ پھر ان کے شوہر دو دفعہ بیمار ہوئے اور دونوں دفعہ ان پر خطرناک آپریشن کئے گئے۔ اس کے بعد لیڈی کے گھر میں آگ لگ گئی۔ مگر اس طرح کہ کوئی بھی آگ لگنے کا سبب

نہ جان سکا۔ اس کے بعد ایک رات کو یکایک پھر یہ ہوا کہ الماری میں شیشے کا ایک بڑا برتن رکھا تھا، وہ خود بخود ٹوٹ کر چور چور ہو گیا۔ دوسرے دن یہ دیکھ کر سب دنگ رہ گئے کہ شیشے کے جس صندوق میں ہڈی رکھی تھی وہ میز پر سے گر پڑا اور ٹوٹ گیا، مگر خود ہڈی کو ذرا صدمہ نہ پہونچا۔ تعجب کی بات یہ ہے کہ میز کے پاس کوئی نہ تھا۔ صندوق اپنے آپ گر پڑا تھا۔

پھر گھر میں رات کو پرچھائیاں دکھائی دینے لگیں۔ اور نوکروں نے گھر میں رہنے سے انکار کر دیا۔ کیونکہ وہ مارے ڈر کے رات بھر سو ہی نہیں سکتے تھے۔

سر الگزنڈر سے یہ حالات سن کر اتنی آدمیوں نے ہڈی مانگی۔ مگر انہوں نے کسی کو نہیں دی کیونکہ ایک دفعہ ایک ڈاکٹر کو ہڈی دی تھی۔ تو اسی رات کو ڈاکٹر کی ماما کا پاؤں ٹوٹ گیا ماما نے اصل میں کوئی پرچھائیں دیکھی تھی۔ ڈر کر بھاگی تو گر پڑی اور پاؤں کھو بیٹھی!

"ڈیلی ایکسپریس" نے اپنی ۶۔ اپریل ۱۹۳۰ء کی اشاعت میں اپنے نامہ نگار مقیم ایڈنبرہ کا ایک مضمون شائع کیا تھا۔ الگزنڈر کا مکان ایڈنبرہ ہی میں ہے نامہ نگار نے لکھا کہ سر الگزنڈر کے گھر میں ایک گلدستہ رکھا تھا دفعتہ گر پڑا اور اس سے خون بہنا شروع ہو گیا!

سر الگزنڈر نے اس نامہ نگار کو بتایا کہ جس دن گلدستے کا واقعہ پیش آیا ہے اس سے پہلی رات کو ان کے گھر میں ایک خاتون مہمان تھی گلدستے والے کمرے میں وہ بیٹھی تھی اور اس کے ہاتھ میں گلاس تھا گلاس دفعتہ ہاتھ سے نکل کر چھت تک اڑتا چلا گیا پھر زور سے نیچے کی طرف آیا اور زمین پر گر کر پاش پاش ہو گیا۔

سر موصوف کی بیوی نے ان تمام واقعات کے بعد نامہ نگاروں سے کہا:۔

"میں پھر کبھی مصر سے کوئی ہڈی نہیں لاؤں گی۔ کیونکہ اب مجھے یقین ہو گیا ہے کہ "فرعون کی لعنت" محض وہم نہیں، بلکہ حقیقت ہے۔ میں یہ ہڈی بھی مصر واپس کر رہی ہوں۔

دسواں باب

مصری عجائب گھر کی سیر

مصری عجائب گھر پر ایک نظر

مصر کا عجائب گھر دنیا کے تمام عجائب گھروں سے اس لئے بہت ممتاز اور قیمتی ہے کہ اس میں مصر کے جتنے پرانے آثار جمع ہیں کسی اور عجائب گھر میں نہیں ہیں مصری عجائب گھر بہت بڑا ہے۔ اس میں تقریباً چار ہزار آثار موجود ہیں۔ مصری عجائب گھر کی گائڈ بھی تقریباً آٹھ سو صفحے کی موٹی کتاب ہے ظاہر ہے ہم اپنی اس کتاب میں مصری عجائب گھر کی سب چیزیں دکھا نہیں سکتے لیکن ایک سرسری نگاہ اس پر بھی ڈال لینی ضروری ہے۔ یہاں ہم انہی چیزوں کو لیں گے۔ جن کا تذکرہ پچھلے صفحوں میں ہوا ہے ہر بیان کے آخر میں جو نمبر ہے وہ عجائب کی گائڈ کا مراجعہ کرنے کے لئے ہے۔

اسٹیچو

۱۔ پانچویں خاندان سے ایک مہنت مقنا خا کا یہ اسٹیچو ہے۔ اور اس مہنت کو بالکل ننگا دکھایا گیا ہے اس امیر اونچا ہے اور اس لحاظ سے نظیر سمجھا جاتا ہے کہ مہنت ننگا بھی ہے اور اسٹیچو مختون بھی ہے ممکن ہے قدرتی طور پر یہ مختون ہی پیدا ہوا ہو مصری ختنہ نہیں کراتے تھے۔ شاید اسی سے مختون مہنت نے اپنا ہر مہنہ اسٹیچو بنوایا ہو تاکہ اپنے اس امتیاز و خصوصیت کو ظاہر کرے۔ (۸۸)

۲۔ یہ بہت دلچسپ اسٹیچو ہے۔ ۱۰ میٹر

اونچا اور ۷۰ کلو میٹر چوڑا ہے۔ اس میں لکھا گیا ہے کہ ایک آدمی، ایک بندر لئے جا رہا ہے ایک اور آدمی نے بندر کو ستایا ہے تو بندر نے پھر کر دانت نکال دیے ہیں اور ستانے والے کی ٹانگ کاٹ لینی چاہتا اس پر بندر والا، تمسخر سے ہنس رہا ہے بندر والے کے ہاتھ میں ایک اور رسی بھی ہے جس سے ایک بندریا بھی بندھی ہوئی ہے اور بندریا کے پیٹ پر اس کا بچہ چمٹا ہوا ہے۔ یہ اسٹیچو مصری آرٹ کا بہت اچھا نمونہ ہے

۳۔ پانچویں خاندان کے زمانے میں ممفس کے دیوتا، پتاح کے مہنت، رانفر کا یہ اسٹیچو ہے۔ ۳۷ سے میٹر اونچا ہے۔ اس کے سر پر لمبے گھنے مصنوعی بال ہیں جو سنہد سادھوؤں کی جٹاؤں سے ملتے جلتے ہیں جسم پر فقط ایک لنگوٹی ہے۔ اس اسٹیچو کو مصری آرٹ کا بہترین نمونہ تسلیم کیا گیا ہے (۱۶۷)

۴۔ یہ اسٹیچو خاص اہمیت رکھتا ہے تاریخی اہمیت بھی اور فنی اہمیت بھی اس اسٹیچو سے معلوم ہوتا ہے کہ ممفس کے فرعونوں میں ایک فرعون کا نام پی پی تھا اور یہ کہ چھٹے خاندان میں اس کا نام پہلا فرعون یہی ہے اس اسٹیچو کی فنی اہمیت یہ ہے کہ تانبے کا ہے۔ اور اس کے بعض حصے دبائے گئے ہیں اور بعض گھڑے گئے ہیں۔ یعنی یہ دہری صنعت کا نمونہ ہے خیال کیا جاتا ہے کہ یہ اسٹیچو سونے چاندی اور جواہرات سے خوب سجا ہوا تھا مگر اب یہ چیزیں باقی نہیں ہیں (۱۶۷)

۵۔ ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ مصریوں نے جب ہکوس فاتحوں سے آزادی حاصل کی تو ان کے تمام آثار بھی مٹا ڈالے۔ لیکن مصری عجائب گھر کو اس پر بھی ان فاتحوں کے زمانے کے کچھ آثار مل گئے ہیں انہی میں وہ اسٹیچو ہیں۔ جو ایک ہی چوکی پر بنائے گئے ہیں۔ ان کے سر پر لمبے لمبے مصنوعی بال اس طرح بکھرے ہوئے ہیں کہ سر بالکل ڈھک گئے ہیں۔ ان کے خط و خال بہت ہی بھدے ہیں، اور شکلیں، ابوالہول سے بہت ملتی جلتی ہیں۔ اور ان کے چہروں پر بڑی بڑی گھونگھر والی ڈاڑھیاں ہیں اسٹیچو خود بتا رہے ہیں کہ مصری فن سے

نہیں بلکہ ایشیائی فن سے تعلق رکھتے ہیں ممکن ہے کسی ہکسوس بادشاہ نے مصری صناعوں کو حکم دیا ہو کہ ایسی ہی صورت کا اسٹیچو بنائیں اور انہوں نے بنا دیے ہوں۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس بادشاہ کی شکل ہی ایسی ہو یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ بادشاہ نے اپنے یہ بھیانک اسٹیچو اس لئے بنوائے ہوں کہ مفتوح مصریوں کو مرعوب کرے عجیب بات یہ ہے کہ اکیسویں خاندان کے ایک فرعون پسیونخ عن نے دونوں اسٹیچوؤں پر اپنا طغرا نقش کرا دیا ہے تاکہ سمجھا جائے کہ اسٹیچو خود اسی کے ہیں! (۲۷۱)

۶۔ اٹھارہویں خاندان کے زمانے کے دو اسٹیچو ہیں۔ اور دلچسپ ہیں پہلے اسٹیچو میں ایک درباری، پوانیت کی بیوی کو دکھایا گیا جو اس قدر موٹی ہے کہ شاید دنیا میں ایسا موٹا آدمی کبھی نہیں ہوا ہوگا۔ دوسرے اسٹیچو میں ایک گدھا دکھایا گیا ہے جو اس سومن کی لاش کو لادے جا رہا تھا حالانکہ بیچارہ گدھا دبلا پتلا تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ کسی صناع نے درباری کی ہنسی اڑانے کے لئے یہ اسٹیچو بنائے تھے! (۳۰۹)

۷۔ قرنہ کے ایک برباد مقبرے سے یہ اسٹیچو نکلا ہے۔ اور تھوتمس دوم کی ماں ملکہ موت نفرت کا اسٹیچو ہے، ملکہ بیٹھی ہے، اور ایک سفید باریک کپڑا اوڑھے ہوئے ہے جس سے اس کے جسم کی بناوٹ صاف دکھائی دے رہی ہے مصری فن کا ایک بہت ہی اچھا نمونہ ہے ناک ٹوٹ چکی ہے، مگر چہرے سے صاف ظاہر ہے کہ ملکہ بہت ہنس مکھ تھی! ۳۱۹

۸۔ یہ پہلے حرم کے بانی اور چوتھے خاندان کے فرعون خوفو کا اسٹیچو ہے خالص ہاتھی دانت کا ہے۔ اور ۱۲ء میٹر اونچا ہے۔ فرعون بیٹھا ہوا ہے۔ اور ایسے کپڑے پہنے ہوئے ہے جو دیونا ازدریس کے لباس سے مشابہ ہیں۔ ہزاروں برس سیلی زمین میں دفن رہنے پر بھی یہ مصری فن کا ایک اعلیٰ نمونہ ہے (۱۷۰۰)

پتھر کی تختیاں

۱۔ سقارہ کے کھنڈروں سے قبر کی ایک تختی نکلی ہے ۲ء۴۹ میٹر اونچی اور

۸۴ء۱ میٹر چوڑی ہے۔ اس کے بارے میں خیال کیا جاتا ہے کہ شاہزادہ تپاح حتت کی تختی ہے۔ یہ شخص پانچویں خاندان میں گذرا ہے۔ بڑا عقلمند اور فلسفی تھا۔ اس کے دانائی اور حکمت کے مقولے اور دل نشین نصیحتیں ایک بروی کاغذ پر لکھی ہوئی مل گئی ہیں اس کاغذ سے پرانا کاغذ دنیا میں کوئی کاغذ نہیں ہے (۱۸)

۲۔ یہ تختی تاریخی لحاظ سے بہت اہم ہے ۱۵ء۱ میٹر اونچی اور ۲۴ء۲ میٹر چوڑی ہے اس کی تاریخی اہمیت یہ ہے کہ ایک بڑے آدمی جس کا نام "لرنی" تھا۔ چھٹے خاندان میں گذرا ہے۔ شروع میں چھٹے خاندان کے بانی فرعون تی تی کے محل میں خدمتگاری کرتا تھا۔ پھر اپنی قابلیت کی بدولت فرعون پی پی اول کا وزیر ہو گیا اور ملک نوبیا کے فاتح، فرعون مرن را متسوفیس اول کے زمانے تک اپنے اس عہدے پر برقرار رہا۔ بعد میں جزیرہ اسوان اور منف کے درمیانی ملک کا وائسرائے بنا (۱۵۵)

۳۔ یہ تختی نہیں ہے تختی کا ایک بڑا ٹکڑا ہے ۸۸ء۱ میٹر اونچا اور ۱۶ء۱ میٹر چوڑا ہے اس کے نقوش سے ظاہر ہوتا ہے کہ فرعون امنوتس دوم نے شام پر چڑھائی کر کے وہاں کے سات سرداروں کو گرفتار کر لیا چھ کو تو تھیبس کی شہر پناہ کے باہر پھانسی پر لٹکا دیا، اور ساتویں سردار کو نوبیا کے پایہ تخت پنتا میں بھیجدیا تاکہ وہاں قتل کیا جائے اور حبشی رعایا مرعوب ہو جائے یہ تختی پرانے زمانے ہی میں ٹوٹ گئی تھی اس کا ایک حصہ ارچ ڈیوک روڈلف ۱۸۸۱ء میں وائنا لے گیا تھا جہاں وہ عجائب خانے میں محفوظ ہے اور اسی تختی کی ایک نقل، نوبیا کے شہر اماداکے عبادت خانے میں ابھی تک رکھی ہے (۲۸۸)

۴۔ نہایت خوبصورت تختی ہے۔ اور منفتاح کے مندر سے نکالی گئی ہے ۰۵ء۲ میٹر اونچی ہے اور ۱۰ء۱ میٹر لمبی ہے۔ اس پر فرعون امنوتس سوم کو دو شکلوں میں دکھایا گیا ہے۔ پہلی شکل میں وہ انصاف کی علامت پیش کر رہا ہے دوسری شکل میں وہ شراب کے دو جام، دیوتا امن کے سامنے رکھ

رہا ہے۔ "مرتد فرعون" اخناتون نے اس تختی پر سے دیوتا امن کی صورت کو اور فرعون امنوتس کے نام کو مٹا ڈالا تھا۔ لیکن فرعون ستی اوّل کی جب حکومت ہوئی تو اس نے یہ دونوں چیزیں اصلی حالت پر کر دیں اسی تختی کے دوسرے حصے میں فرعون اپنی جنگی رتھ پر دکھائی دیتا ہے اور مقتول و مجروح دشمنوں کو روندتا چلا جا رہا ہے۔ رتھ کے آگے شام اور نوبیا کے قیدی بندھے نظر آتے ہیں۔ تختی پر فرعون کی ان فتوحات کا بھی حال لکھا ہے جو اس نے موصل میں حاصل کی نہیں موصل کو پرانے مصر میں نہارینا کہتے تھے جس کا ذکر مصری افسانوں کے سلسلے میں ہم پہلے کر چکے ہیں۔ (۲۹۳)

۵۔ یہ تختی نمایاں تاریخی اہمیت رکھتی ہے اور اس سے مصریوں کے دفن کے متعلق عقیدوں پر بھی ایک نئی روشنی پڑتی ہے۔ تختی کی اونچائی ۲٫۲۶ میٹر ہے اور چوڑائی ۱٫۰۶ میٹر اس کے نقوش بتاتے ہیں کہ اٹھارویں خاندان کے اوائل میں ایک دن فرعون اموزیس اور اس کی ملکہ، نفرت اری ملاقات کے ایوان میں بیٹھے تھے کہ دونوں کو خیال آیا اپنے پرانے بزرگوں کی تعظیم کا سامان کریں۔ پھر فرعون کو اپنی پیاری ملکہ کی ایک بہت پرانی دادی یاد آگئی جس کا نام ملکہ تتی شرا تھا اور پانچ پشت پہلے سترہویں خاندان میں گذر چکی تھی۔ فرعون نے فیصلہ کیا کہ اپنی ملکہ نفرت اری کی اس سگڑ دادی کی یادگار قائم کر دی جائے۔ اس سگڑ دادی ملکہ تتی شرا کی اصلی قبر تو تھیبس میں تھی اور دو مصنوعی قبریں عرابہ میں تھیں ساتھ ہی اسی جگہ اس کی قبر کا ایک مصنوعی تعویذ بھی موجود تھا۔ مگر دونوں قبریں بری حالت میں ہو گئی تھیں اور "دادی" کے لئے وہ سب بھی نہیں ہو رہا تھا جو ہونا چاہئے تھا لہذا فرعون نے اپنی ملکہ کو خوش کرنے کے لئے حکم دیدیا کہ خود اس کی یعنی فرعون کی اپنی یادگار کے پہلو میں "دادی" کے نام کا ایک اہرام کھڑا کیا جائے۔ اہرام کے گرد احاطہ بھی ہو × × × × اور احاطے کے اندر حوض بھی بنایا جائے جب سب کچھ تیار ہو گیا تو فرعون نے

یہ تختی بنوائی اور اس پر "دادی" کی تصویر اس طرح بنوائی جیسے فرعون کے ہاتھ سے قربانیاں قبول کر رہی ہے اس تختی سے یہ بات ظاہر ہو جاتی ہے کہ اونچے درجے کے مصریوں کی اصل قبر کے علاوہ اور کئی جگہ مصنوعی قبریں بھی ہوتی تھیں یہ واقعہ کسی اور ذریعے سے اب تک معلوم نہیں ہوا تھا عجیب بات یہ ہے کہ آج بھی مصر میں ولیوں کی قبریں کئی کئی جگہ بتاتے ہیں سیدی احمد بدوی اور سیدی ابراہیم دسوقی اور بعض دوسرے بزرگوں میں سے ہر ایک کی کئی کئی قبریں مختلف مقامات میں موجود ہیں اور ہر مقام کے لوگ اپنے ہاں کی قبر ہی کو اصلی اور سب سے زیادہ متبرک یقین کرتے ہیں (۲۹۸)

۶۔ یہ تختی بے نظیر ہے۔ ۱٫۳۰ میٹر اونچی اور ۰٫۵۰ چوڑی ہے تختی پر مرتد فرعون اخناطون کو دکھایا ہے۔ جو جگمگاتے ہوئے سورج (۱) کی پوجا بڑے ہی خشوع و خضوع سے کر رہا ہے۔ اس فرعون کے بارے میں بتایا جا چکا ہے کہ مصر کے سب سے زیادہ مقبول دیوتا را یعنی چمکتے ہوئے سورج کی پرستش جاری کی تھی۔ امن کے تمام آثار مٹا ڈالے تھے حتیٰ کے تھیبس کو چھوڑ کر اپنی راجدھانی بھی الگ بنالی تھی۔ کیونکہ امن تھیبس ہی کا دیوتا تھا۔ مگر فرعون کے مرتے ہی اس کی راجدھانی بھی تباہ ہو گئی۔ اور اس کا نیا مذہب بھی۔ تھیبس کو جو عروج پہلے تھا وہی پھر ہو گیا! (۳۲۴)

۷۔ یہ بہت ہی مشہور اور اہم تختی ہے ۱۸۶۰ء میں سقارہ کے پرانے مقبروں ملی تھی۔ اس کی اونچائی ۱٫۲۸ میٹر اور چوڑائی ۳٫۲۵ میٹر ہے۔ اس تختی پر مصر کے بہت سے فرعونوں کے نام موجود ہیں۔ لکھنے والا، دتوناری نام کا ایک شخص ہے، جو رامسیس دوم کے زمانے میں موجود تھا۔ تختی پر پہلے دوسرے تیسرے چوتھے پانچویں۔ چھٹے، گیارہویں، بارہویں اور انیسویں خاندانوں کے فرعونوں کے نام لکھے ہوئے ہیں۔ لیکن اس فہرست میں پہلے خاندان کے فرعون،

مینا یا مینیاس کا نام موجود نہیں ہے جسے مصر کا پہلا بادشاہ ابھی چند سال پہلے تک یقین کیا جاتا تھا، لیکن ہم پچھلے صفحوں میں تازہ ترین تحقیق کی روشنی میں لکھ چکے ہیں کہ مصر کا سب سے پہلا بادشاہ کون تھا۔ معلوم ہوتا ہے "دنوتاری" نے اپنی تختی پر اپنی فرعونوں کے نام لکھے ہیں جن کی کوئی یادگار موجود تھی، یا جن کے نام کی عبادت انیسویں خاندان تک جاری تھی (۳۷۸)

۸۔ یہ نیلے پتھر کی ایک بہت بڑی تختی بلکہ چٹان ہے اور بے حساب اہمیت کی مالک ہے۔ یہ تختی یا چٹان یقیناً کسی اس حصے سے برآمد ہوئی ہے۔ جو فرعون موتی اور منفتاح کے لئے خاص تھا۔ لیکن اصل میں یہ یادگار امنوفس سوم کی ہے اور آج تک اس فرعون کا نام اس پر پڑھا جا سکتا ہے۔ مگر اس فرعون کے دو سو برس بعد فرعون منفتاح نے اس یادگار پر قبضہ کر لیا۔ اور اس پر بڑے مبالغے سے اپنی "شاندار" فتوحات کا حال لکھوایا۔ تختی پر یہ بھی ظاہر کیا گیا ہے کہ منفتاح کے زمانے میں مصر کی حالت کیسی ابتر تھی۔ اور فرعون نے کس طرح سب کچھ ٹھیک کر کے مصر کے تمام دشمنوں کو شکست دیدی۔ تحریر بہت زیادہ صحیح و لمبی ہے اور اس سے ثابت ہوتا ہے کہ منفتاح کے زمانے میں مصری انشا پردازی بہت ترقی کر چکی تھی۔ اس یادگار میں جو چیز سب سے زیادہ اہم ہے وہ قوم اسرائیل کا تذکرہ ہے۔ پرانے مصر کی کسی موجود یادگار میں بھی اسرائیلیوں کا کہیں نام نہیں ملتا۔ اسی لئے پورپ اور امریکہ کے ملحدوں نے طے کر لیا تھا کہ اسرائیلیوں کا پورا قصہ بالکل بے بنیاد ہے۔ لیکن اس تختی نے ان ملحدوں کا منہ توڑ دیا ہے۔ منفتاح فرعون موسیٰ ہے اور اس نے اس تختی پر جو عبارت لکھوائی ہے، اس کا لب لباب یہ ہے کہ لیبیا (طرابلس الغرب) والے مغلوب ہو گئے۔ ملک خیتا ٹھنڈا کر دیا۔ کنعان کی سرزمین میں جتنا فساد تھا جڑ سے اکھاڑ لیا گیا۔ عسقلان کے رہنے والے قید

ہو کر آ گئے جزیروں کے رہنے والے بھی گرفتار کر لئے گئے۔ یونام (۹) کے لوگوں کا کہیں نشان نہ رہا۔ قوم اسرائیل فنا کر ڈالی گئی۔ اور اس کی نسل میں سے کچھ بھی باقی نہ رہا۔ ملک شام ایسا ہو گیا جیسے مصر کی بیوائیں۔ اور تمام سلطنت میں امن و امان عام ہو گیا۔"

یہ پہلی مصری یادگار ہے، جس پر بنی اسرائیل کا تذکرہ کیا گیا ہے اور یہ تذکرہ ان نقوش کی صورت میں ہے:۔ (نقش نمبر (۱) صفحہ ۲۱۸)

اس یادگار کو دیکھ کر بعض لوگ اس وہم میں پڑ گئے ہیں کہ بنی اسرائیل یا تو مصر میں سرے سے تھے ہی نہیں اور پھر منفتاح سے بہت پہلے مصر سے نکل کر کنعان میں آباد ہو چکے تھے۔ یہ دونوں وہم بالکل بے بنیاد ہیں۔ بنی اسرائیل کے بعض قبیلے اس وقت بھی کنعان میں آباد تھے جب اسرائیل، مصر میں رہتے تھے منفتاح نے انہی اسرائیلیوں کا اس تختی پر ذکر کیا ہے۔ نہ کہ مصر والے اسرائیلیوں کا کیونکہ ان کے خروج کے ساتھ ہی فرعون غرق ہو چکا تھا۔ جیسا کہ ہم ثابت کر چکے ہیں (۳۹۸)

۹۔ یہ تختی ۲۰۰۰ میٹر لمبی اور ۹۶۱ میٹر چوڑی ہے۔ اس میں قابل ذکر بات یہ ہے کہ بیسویں خاندان کے فرعون رامسیس چہارم نے اپنے لئے بنوائی تھی اور اس پر یہ دعا لکھی تھی کہ رامسیس دوم کی جیسی لمبی عمر مجھے بھی ملے مگر قدرت کی ستم ظریفی دیکھئے کہ چار ہی برس حکومت کر کے مر گیا حالانکہ رامسیس دوم نے سڑسٹھ برس فرعونی کی تھی۔ (۶۰۳)

۱۰۔ یہ تختی نہیں ہے، پتھر کی چٹان ہے ۲۰۰۰ میٹر اونچی ہے اور خاص اہمیت رکھتی ہے۔ چٹان پر تیسویں خاندان کے بادشاہ نفطانب دوم کی تاجپوشی کے دوسرے سال کی تاریخ درج ہے اور لکھا ہے کہ بادشاہ نے دیوی نیت پر اس تمام سونے، چاندی، لکڑی اور دوسری چیزوں کی جنگی کا دسواں حصہ وقف کر دیا ہے، جو یونان اور ایشیائے کوچک سے مصر میں نیل کی راہ سے آتی ہیں اس تحریر سے ظاہر ہو جاتا ہے کہ مصری حکومت باہر سے آنے والے مال

پر چنگی وصول کیا کرتی تھی (۶۶۲)

۱۱۔ یہ ایک اہم تختی ہے اور بتاتی ہے کہ پرانے زمانے میں بادشاہ کس طرح چنے جاتے تھے جب بادشاہی کے کئی دعویدار ہو جاتے تھے تختی ۶۲ء۱ میٹر اونچی اور ۷۱ء میٹر چوڑی ہے۔ یہ تو ہم بتا آئے ہیں کہ ایک زمانے میں مصر پر حبشیوں کی بھی حکومت ہو گئی تھی اور مدت تک رہی تھی۔ مگر جب تیبیسویں خاندان کا ظہور ہوا تو حبشی فرعونوں کی حکمرانی نوبیا پر آکر ختم ہو گئی تھی اور مصر کا حبش سے رشتہ ٹوٹ گیا تھا۔ بہرحال جب فرعون ایتھوبیا میں مر گیا اور نئے بادشاہ کے لئے جگہ خالی ہو گئی تو کئی آدمی دعویدار بن گئے۔ تختی کے نقوش بتاتے ہیں کہ نئے بادشاہ کے انتخاب کے لئے فوجی سردار اور مذہبی پیشوا جمع ہوئے اور امن دیوتا کے سامنے گڑگڑانے لگے کہ ان کے لئے کسی شخص کو بادشاہ مقرر کر دے۔ اسکے بعد سب دعویدار ایک ایک کر کے دیوتا کے سامنے آئے اور چلے گئے۔ مگر دیوتا میں کوئی جنبش نہ ہوئی لیکن جب اسپالوتی آیا، تو دیوتا نے اُسے فوراً پکڑ لیا اور اپنی مقدس جلالی آواز میں چلّایا "یہ ہے تمہارا بادشاہ! یہ ہے تمہارا آقا! یہی ہے وہ جو تمہیں زندگی بخشے گا۔ اس کے بعد اسپالوتی کی بڑی دھوم سے تاج پوشی ہوئی اور "فرعون" نے تمام حاضرین کو بیر اور شرابیں تقسیم کیں! (۶۹۲)

۱۲۔ یہ تختی بھی اہم ہے اور حبشی بادشاہوں سے تعلق رکھتی ہے۔ حبشی بادشاہ اصل میں مصر کے امن دیوتا کے مہنتوں کی نسل سے تھے، اسی لئے بہت سخت مذہبی اور پرہیزگار تھے۔ اس تختی کے نقوش میں دکھایا گیا ہے کہ چند آدمیوں کو اس جرم میں زندہ جلا دینے کی سزا دی گئی تھی کہ انہوں نے قربانی کا گوشت کچا کھا لیا تھا۔ خیال کیا جاتا ہے کہ یہ تختی چھٹی صدی قبل مسیح کے اوائل کی ہے۔ اس تختی سے یہ بات بھی معلوم ہو جاتی ہے کہ اس زمانے میں حبش کے کچھ باشندے بھی کچا گوشت کھانے کے عادی تھے۔

افریقہ میں آج بھی بہت سی قومیں کچا گوشت کھاتی ہیں جانوروں ہی کا نہیں آدمی کا بھی! افریقہ میں ایک قبیلہ "نکروفی" کہلاتا ہے اس میں اسلام پھیل چکا ہے ۱۹۱۷ء کے حج میں اس قبیلے کے بھی کچھ لوگ حج کرنے آئے تھے۔ مگر ان میں سے دو آدمیوں نے ایک موٹے تازے حاجی کو مکہ میں کسی طرح پکڑ لیا، اور کچا کھا گئے اور دونوں گورمرحوم شریف حسین کی حکومت نے گرفتار کر لیا تھا۔ اب میں معلوم نہیں انہیں کیا سزا دی گئی؟ (۶۹۳)

۱۳۔ نیلے پتھر کا یہ ٹکڑا بے نظیر سمجھا جاتا ہے کیونکہ دنیا کے کسی عجائب گھر میں اس کی مثال موجود نہیں ہے۔ پتھر پر امن دیوتا کو ایک حبشی ملکہ کے ساتھ دکھایا گیا ہے یقین کیا جاتا ہے کہ یہ یادگار اس زمانے کی ہے جب حبش سے مصری تمدن رخصت ہو رہا تھا۔ یعنی رومن زمانے کی یادگار ہے۔ (۶۹۶)

۱۹۔ یہ پتھر اور اس کے بعد کے نمبر کا پتھر کا دونوں اسیوط کے حاکم مَساخرتی کے مقبرے سے نکلے ہیں مساخرتی کے معنی ہیں، وہ شخص، مگرمچھ کی طرف منسوب ہے، مساخرتی گیارہویں یا بارہویں خاندان کے زمانے میں ایک بڑا سپہ سالار تھا، پتھر پر ایک پیدل مصری پلٹن دکھائی گئی ہے۔ جس میں چالیس سپاہی ہیں اور سب کے سب مصری ہیں۔ کیونکہ رنگ روپ مصریوں جیسا دکھایا گیا ہے، سب کے قد برابر ہیں صرف دو سپاہی ایسے نہیں ہیں ایک قد میں اپنے سب ساتھیوں سے اونچا ہے اور دوسرے کا قد سب سے چھوٹا ہے۔ تمام سپاہیوں کے ہتیار ایک سے ہیں وہ کمر سے رانوں تک ہوتیا باندھے ہوئے ہیں تاکہ آزادی سے چل سکیں اس کے سوا ان کے بدن پر کوئی کپڑا نہیں ہے سروں پر گھنے مصنوعی بال بندھے ہوئے ہیں۔ تاکہ دشمن کے حملوں سے حفاظت رہے ہر سپاہی کے ہاتھ میں نیزہ ہے اور اس کے قد سے کچھ ہی اونچا ہے نیزے سیدھی پتلی لکڑی کے ہیں اور ان پر تانبے کی نیزانیاں

لگی ہیں۔ ہر سپاہی کے کٹے ہاتھ میں ڈھال ہے جو یوں تو . . . ہموار ہے مگر بیچ میں سے ابھرا ہوا ہے۔ اس پلٹن میں آگے پیچھے دس صفیں ہیں اور ہر صف میں چار سپاہی ہیں۔ دوسرا پتھر بھی ایسا ہی منظر پیش کرتا ہے مگر اس میں جو پلٹن دکھائی گئی ہے اس میں سپاہی مصری نہیں ہیں بلکہ لیبیا اور زنگی قوموں کے سپاہی ہیں کیونکہ انکے رنگ اپنی قوموں کے جیسے ہیں۔

تصویریں

مصری عجائب گھر میں بہت سی نہایت قدیم تصویریں بھی موجود ہیں ان میں سے بعض کا حال ہم یہاں لکھتے ہیں۔

۱۔ یہ تصویر۔ پتھر کے ایک ظرف پر بنی ہوئی ہے۔ اصل میں تصویر کارٹون ہے ایک عورت دکھائی گئی ہے۔ جو جھکی ہوئی ہے۔ اسکی لمبی لمبی چھاتیاں لٹکی ہوئی ہیں۔ اور پیٹ بری طرح پھیلا ہوا ہے! (۸۲۰)

۲۔ یہ ایک فرضی جانور کی تصویر ہے۔ جس کے بارے میں مصریوں کا عقیدہ تھا کہ ریگستان میں پایا جاتا ہے اس کا سر عورت کے سر کی طرح بناتے تھے اور اس کا نام عَرَقُوْن تھا (۵۳۶)

۳۔ یہ ایک لکڑی کی تختی ہے اور اس پر ایک بے مثل منظر دکھایا گیا ہے تصویر میں ایک پہاڑ نظر آتا ہے جسے پیلے رنگ سے رنگا گیا ہے اور اس پر جا بجا لال دھاریاں پڑی ہوئی ہیں پھر دروازے دکھائی دیتے ہیں۔ جن پر قبر کی علامت ہے۔ اور لکھا ہے کہ یہ قبر ایک عورت زَدَا اَقْرَ نخی کی ہے پھر ایک عورت جھکی ہوئی دکھائی دیتی ہے بال کھولے ہوئے۔ رو پیٹ رہی ہے۔ عورت کے نیچے چھوٹا سا باغ ہے اور باغ سے غرض یہ ہے کہ روح آئے اور باغ سے لطف اٹھائے۔ اسی تختی کے اوپری حصے میں یہی عورت دیوتا حُوْرمُحِی سے دعا مانگ رہی ہے کہ اس کے رشتہ دار جو قربانیاں پیش کریں اس کی روح کو پہنچ جائیں یہ تصویر بائیسویں خاندان کے وقت کی ہے یا چھبیسویں خاندان کے وقت کی۔ (۶۴۰)

تعویذ

پرانے مصر میں تعویذوں کا بہت رواج تھا۔ تاریخ کے زمانے سے بھی بہت پہلے مصری تعویذ استعمال کرتے تھے۔ تعویذ بہت قسم کے ہوتے تھے اور ان کے فائدے بھی طرح طرح کے مانے جاتے تھے۔ زندہ آدمی تعویذ پہنتے تھے اور مُردوں کے ساتھ قبروں میں بھی تعویذ رکھے جاتے تھے۔ مصری عجائب گھر میں قدیم زمانے کے تعویذوں کی بڑی تعداد موجود ہے جن میں سے بعض کا تذکرہ ہم کرتے ہیں:۔

۱۔ عجائب گھر کی ایک الماری میں سونے کی تختیوں پر کئی قسم کے تعویذ بنے ہوئے ہیں یہ تعویذ ممی کرنے کے بعد لاش پر رکھ دیتے تھے اور پھر لاش کو کپڑے سے لپیٹ دیتے تھے۔ ان تعویذوں میں سے اکثر کی شکل اس طرح ہے (نقش نمبر ۲ صفحہ ۳۹۳) اس شکل سے مراد روح ہے۔ یا اس طرح کی شکل ہے (نقش نمبر ۳ صفحہ ۳۹۳ یعنی سانپ۔ یا اس طرح کی نقش نمبر ۴ صفحہ ۳۹۳ یعنے عقاب

مصری یقین کرتے تھے کہ یہ تعویذ آدمی کو مرنے کے بعد بھی اپنی پناہ میں رکھتے ہیں۔

۲۔ ہم لکھ چکے ہیں کہ مصری عقیدے میں نام آدمی کا ایسا ضروری جزو تھا کہ جس کا نام مٹ جائے خود اس کے وجود کو بھی معدوم یقین کرتے تھے۔ خود دیوتاؤں سے فائدہ اٹھانے کے لئے بھی ضروری سمجھا جاتا تھا کہ انہیں ان کے اصلی ناموں سے پکارا جائے۔ یہ اہم غرض پوری کرنے کے لئے اس شکل کا تعویذ بناتے تھے (نقش نمبر ۵ صفحہ ۳۹۴) اور سمجھتے تھے کہ یہ تعویذ مُردے کا نام بھی باقی رکھیگا اور مُردے کو ان دیوتاؤں کے نام بھی بتاتا رہیگا جن سے ان کی روح فائدہ اٹھا سکتی ہے۔ مگر تعویذ کے اندر خالی جگہ میں اس ڈر سے خود مردے کا نام نہیں لکھتے تھے کہ شاید کوئی جادوگر یا شریر آدمی اس نام کو کسی بڑے ارادے سے استعمال کرے۔

۳۔ ایک تعویذ اس شکل کا ہوتا تھا۔ (نقش نمبر ۶ صفحہ ۳۹۶) اور اسے مناجات کہتے

تھے اور سمجھتے تھے کہ اس کی برکت سے شیطان بھاگ جاتا ہے (۷۶۲)

۴۔ دیوی ہاتور کے سر کی شکل کے بھی تعویذ بناتے تھے اور یقین کرتے تھے کہ ان تعویذوں کی وجہ سے آدمی۔ خوش نصیب بن جاتا ہے۔ دیوتا بس کی مورتیں بھی تعویذ کے طور پہ استعمال کی جاتی تھیں۔ یہ دیوتا بونا تھا اور ملک عرب سے مصر میں آیا تھا۔ یقین کیا جاتا تھا کہ اس کے تعویذ زندہ آدمی کو سونے کی حالت میں۔ اور مُردے کو قبر میں درندوں سے اپنوں، اور شیطانوں کے شر سے بچاتے ہیں (۷۶۳)

۵۔ مصری عجائب گھر کی ایک الماری میں بہت سے تعویذ، چڑیوں اور جانوروں کی شکل کے جمع ہیں۔ جیسے بط، جو دیوتا سیبو اور اُمن کے لئے خاص تھی۔ یا مینڈک جسے زمانے کا اور تجدید کا نشان سمجھا جاتا تھا۔ عجیب بات یہ ہے کہ عیسائی مذہب قبول کر لینے پر بھی پرانے مصری مینڈک کو قیامت اور حشر کا نشان مانا کرتے تھے

۶۔ ایک الماری میں وہ تعویذ جمع ہیں جو بعد کے زمانے میں مصری، مُردے کے دل کی جگہ پر رکھ دیتے تھے۔ ہم بتا چکے ہیں کہ ممی کرتے وقت مُردے کا دل نکال دیا جاتا تھا۔ کیونکہ سمجھا جاتا تھا، حساب کے موقع پر دل سچی گواہی دے گا اور مُردے کی نجات نہ ہو سکے گی۔ لہذا دل دور کر دیتے تھے اور اُس کی جگہ پر پرانے زمانے میں گبریلے کی مورت اور بعد کے زمانوں میں اس شکل کا تعویذ رکھ دیتے تھے۔ نقش نمبر ۸ صفحہ ۳۹۵ اور سمجھتے تھے کہ تعویذ دیوتاؤں کے سامنے مُردے کو بالکل بے گناہ ثابت کر دے گا۔ اسی الماری میں اس شکل کے بھی تعویذ رکھے ہیں۔ نقش نمبر ۸ صفحہ ۳۹۶ اس تعویذ کو مقدس کہتے تھے اور سمجھتے تھے کہ اسکی برکت سے مردہ، دیوی آئیزس کی پناہ میں چلا جاتا ہے

۷۔ ایک تعویذ اس شکل کا ہوتا تھا نقش نمبر ۹ صفحہ ۳۹۹ اور اسے زد و دکھتے تھے اور یقین کرتے تھے کہ یہ تعویذ آسمان کے چاروں ستونوں کو اپنے اوپر اٹھائے ہوئے ہے اور اس کی برکت سے روح

کو دائمی زندگی مل جاتی ہے۔

۸۔ ایک اور الماری میں کئی شکلوں کے تعویذ رکھے ہیں۔ اس شکل کے تعویذ کو انسان اور دیوتا سب کے لئے زندگی کا ذریعہ یقین کرتے تھے۔ نقش نمبر ۱ صفحہ ۴۰ جب ایک ہی تعویذ میں یہ تین صورتیں جمع ہو جاتی ہیں۔ تو مطلب یہ ہوتا تھا کہ آدمی کو زندگی، ثابت قدمی اور سربلندی حاصل ہوگی (نقش ۱۱ صفحہ ۴۰) ان دو شکلوں کے تعویذ مردے کے ساتھ رکھے جاتے تھے۔ تاکہ اس کے قویٰ میں اعتدال باقی رہے نقش نمبر ۱۲ صفحہ ۴۰ ایک تعویذ اس شکل کا ہوتا تھا نقش نمبر ۱۳ صفحہ ۴۰ اور اسے خوشی کہتے تھے۔ مصریوں کا عقیدہ تھا کہ اس تعویذ کی برکت سے جو افق میں چمکتے ہوئے سورج کا نشان مانا جاتا تھا۔ مُردہ سورج کے ساتھ افق میں دورہ کرتا رہے گا۔ ایک تعویذ اس شکل کا ہوتا تھا۔ نقش نمبر ۱۴ صفحہ ۴۰ اسے "ساہو" کہتے تھے اور سمجھتے تھے کہ اس کی برکت سے مردہ دیوتاؤں کے ساتھ اٹھ بیٹھ سکے گا ایک تعویذ کی شکل یہ ہوتی تھی ۱۵ صفحہ ۴۰ اور اسے مناخیت کہتے تھے۔ یقین کیا جاتا تھا کہ یہ تعویذ مُردے کو آخرت میں ہمیشہ کے لئے امن و سکون بخش دے گا۔

۹۔ اس شکل کی آنکھ ۱۶ صفحہ ۴۰۲ کا بھی ایک تعویذ ہوتا تھا اور اسے وَزِیت کہتے تھے۔ مصریوں کا عقیدہ تھا کہ اس تعویذ کی وجہ سے مُردہ حورسیں اور رَا کی پناہ میں چلا جاتا ہے۔ اور یہ دیوتا اس کی ہر قسم کی مدد کرتے رہتے ہیں۔

۱۰۔ مصری۔ سانپ سے بہت ڈرتے تھے لیکن اسے محافظ بھی سمجھتے تھے۔ مصری عجائب گھر کی ایک الماری میں بہت سے تعویذ سانپ کی شکل کے موجود ہیں مصریوں کا عقیدہ تھا کہ یہ تعویذ زندہ آدمیوں کو سانپ کے کاٹنے سے بچاتے ہیں اور قبر میں مردے کو دشمنوں کے حملے سے محفوظ رکھتے ہیں بعض تعویذوں کی شکل ایسی ہے ۱۷ صفحہ ۴۰

۱۱۔ لیکن مصر میں جو تعویذ سب سے زیادہ مقبول اور رائج تھے۔ وہ گبریلے کی شکل

کے ہوتے تھے۔ اور یہ تعویذ بڑی تعداد میں مصری عجائب خانے میں جمع کر رکھے ہیں۔ مصریوں کے خیال میں گبریلا مقدس تھا اور وہ اس کی بھی پرستش کرتے تھے گبریلے کی مقبولیت کا ایک سبب خود اس کا نام بھی ہوا مصری زبان میں اسے خپرُرُو کہتے تھے۔ اور اس طرح لکھتے تھے۔ ۱۸ صفحہ ۶۶۳ وجود کو خپر کہتے تھے۔ اور اس طرح لکھتے تھے۔

اس لفظی مشابہت کی وجہ سے مصریوں نے فرض کر لیا کہ گبریلا ہر موجود کا قائم مقام ہے انسانی بدن میں دل کی اہمیت معلوم ہے دل کے بغیر آدمی کی زندگی نہیں ہو سکتی، اسی لئے انہوں نے گبریلے کو . . . آدمی کا دل بھی قرار دیدیا، اور ممی کرتے وقت جب دل نکال دیتے تھے تو اس کی جگہ گبریلے ہی کی مورت رکھدیتے تھے۔ یہ بھی ایک تعویذ تھا، اور یقین کرتے تھے کہ اس تعویز کی وجہ سے مردے کا حساب آسان ہو جائے گا۔

کالے سانپ کے تعویذ زندہ آدمی بھی استعمال کرتے تھے۔ اسی شکل کی انگوٹھیاں اور بعض دوسرے زیور بھی پہنتے تھے اور مصریوں ہی سے گبریلے کا یہ تعویذ فینیقیا، قبرص، یونان، سارڈینیا اور بہت سے دوسرے ملکوں نے لے لیا۔

اور اسے استعمال کرتے رہے مصر میں گبریلے کے تعویذ بہت ہی پرانے زمانے سے رائج تھے حتیٰ کے چوتھے خاندان کے وقت ان کا استعمال عام تھا۔

ہم بتا چکے ہیں کہ مصری عقیدے میں آدمی کا نام اس کے وجود کا لازمی حصہ ہوتا تھا اسی عقیدے کی وجہ سے انہوں نے گبریلے کے تعویذ بنائے تاکہ اس کے سبب سے نام باقی رہ جائے۔ وہ اس تعویذ پر مردے کا پورا نام لکھ دیا کرتے تھے اور یہ تعویذ چونکہ لاش کے اندر رہتا تھا، اس لئے ڈر نہیں تھا کہ جادوگر یا دشمن، مردے کا نام دیکھکر اسے نقصان پہنچانے کی کوشش کرینگے۔ چنانچہ مصری عجائب گھر میں گبریلے کا ایک تعویذ موجود ہے، جس پر یہ نقش بنا ہوا ہے۔ نقش ۲۰ صفحہ ۶۶۹ اس نقش کے معنی ہیں "تیرا نام سدا باقی رہے اور تیری نسل کبھی ختم نہ ہو۔

گبریلے کے بعض تعویذوں پر یہ نقش بنے ہوئے ہوتے تھے۔ ۲۱ صفحہ ۶۶۹ اور ان تعویذوں کے بارے میں سمجھا جاتا تھا کہ بچوں سے شیطانوں کو دور رکھتے ہیں۔ جن تعویذوں پر یہ نقش بنا ہوا ہے۔ ۲۲ صفحہ ۶۶۹ انہیں خبیث روحوں کا بھگانے والا یقین کیا جاتا تھا۔ خوفناک خوابوں سے بچنے کے لئے گبریلے کے تعویذ پر یہ نقش بنایا جاتا تھا ۲۳ صفحہ ۶۶۹ بچھوؤں سے بچنے کے لئے گبریلے کے تعویذ پر یہ نقش بنایا جاتا تھا ۲۴ صفحہ ۶۶۹ اور جب نقش میں بچھو کے ساتھ مگرمچھ بھی ہوتا تھا، تو سمجھتے تھے کہ ان دونوں موذیوں سے بچاؤ ہو گیا۔ اس قسم کے تعویذ پر الیف نقش ہوتا تھا۔ ۲۵ صفحہ ۶۶۹ گبریلے کے تعویذ پر جب اس صورت کی آنکھ ہوتی تھی۔ ۲۶ صفحہ ۶۶۹ تو یقین کرتے تھے حاسدوں کے شر سے بچے رہینگے

بردی کاغذ

مصری عجائب گھر میں ایک پورا کمرہ، بہت ہی قدیم مصری بردی کاغذوں سے بھرا ہوا ہے ہم بتا چکے ہیں "بردی" ایک قسم کے پیڑ تھے۔ جو مصر میں کثرت سے پیدا ہوتے تھے انہی پیڑوں کی چھال سے وہ کاغذ بنائے جاتے تھے۔ جو بردی کے نام سے مشہور ہیں۔ اب تک تحقیق نہ ہو سکا کہ مصری کس مسالے سے چھال کے ٹکڑے ایک دوسرے سے جوڑتے تھے مگر ان کے پاس کوئی بہت ہی اچھا مسالہ ضرور تھا۔ کیونکہ ہزار ہا برس گزر جانے پر بھی آج تک یہ بردی کاغذ اپنی اصلی حالت میں ہیں۔ کہیں سے اس کے جوڑ کھلے نہیں ہیں۔ ان کاغذوں پر "مردوں کی کتاب" کے باب لکھے ہوئے ہیں۔ بعض پر تصویریں بھی ہیں، مگر ان کی تفصیل سے ہماری کتاب کے پڑھنے والوں کو دلچسپی نہ ہوگی۔

شاہی تحریریں

مصری عجائب گھر میں ایک اور بھی بہت قیمتی ذخیرہ موجود ہے۔ ہمارا اشارہ ان تحریروں کی طرف ہے۔ جو پتھر کی لمبی تختیوں پر مسماری خط میں لکھی ہوئی ہیں یہ تحریریں "مرتد" فرعون اخناتن

سے تعلق رکھتی ہیں۔ کیونکہ اس کے پاس آئی نہیں چند تحریروں کا تذکرہ بیچے کیا جاتا ہے

فرعون اخناتون نے کوئی خط لکھا تھا جس کے جواب میں یہ تحریر آئی تھی۔ یہ ایسی زبان میں لکھی ہوئی ہے، جو اب تک اچھی طرح سمجھی نہیں جا سکی۔ لیکن لکھنے والے کا نام پڑھ لیا گیا ہے اور وہ ارزاوی ہے۔

۲۔ فرعون اخناتون کے نام اشوریا کے بادشاہ، اسور بلیت کا خط ہے جو فرعون کے جواب میں لکھا گیا ہے۔

۳۔ فرعون اخناتون نے بابل کے بادشاہ، کلیا سین کو لکھا تھا کہ اپنی چھوٹی لڑکی کی شادی اس سے کر دے شاہ بابل نے اسی خط کے جواب میں یہ تحریر بھیجی ہے

۴۔ بہت سی تحریروں میں شام کے حالات و جغرافیہ لکھے ہیں۔ شام اس زمانے میں مصر کا ایک صوبہ تھا۔

۵۔ ایک تحریر میں بت پرستی پر مضمون لکھا گیا ہے۔

۶۔ اس سلسلے میں ایک اور تحریر کا ذکر کر دینا مناسب ہے، یہ تحریر لکڑی کی تختیوں پر موجود ہے اور بہت اہم سمجھی جاتی ہے۔ تختیاں بہت خوبصورت ہیں مگر ان پر جو ہیرو گلیفی خط ہے، نامکمل ہے۔ یقین کیا جاتا ہے کہ یہ تحریر جیزہ کے اہراموں سے بھی زیادہ پرانی ہے کیونکہ اہرام جو تھے خاندان میں بنے تھے اور یہ تحریر لازمی طور پر تیسرے خاندان کے زمانے کی ہے۔ معلوم ہوتا ہے اس زمانے میں ہیرو گلیفی خط نے پوری ترقی نہیں کی تھی۔

زیور

مصری عجائب گھر میں پرانے مصر کے ایسے قیمتی زیور اور جواہرات جمع ہیں، جو دنیا کے کسی عجائب گھر کو نصیب نہیں ہوئے یونانی زمانے سے لیکر تاریخ سے بھی پہلے کے زیور موجود ہیں ان میں سب سے زیادہ قدیم زیور کی عمر پانچ ہزار برس سے بھی زیادہ ہے ان زیوروں کے دیکھنے ہی معلوم ہو جاتا ہے کہ جب ساری دنیا وحشت

کی حالت میں تھی اس وقت بھی مصری اپنی عورتوں کے کیسے کیسے نفیس زیور تیار کرتے تھے۔

یہ اکمول خزانہ محض اتفاقات سے ملا ہے ایک دفعہ میں نہیں۔ آہستہ آہستہ ملا ہے۔ سب سے پہلے جو خزانہ ملا وہ تھیبس کے ایک گاؤں میں ملکہ احمس حتسب کے تابوت کے ساتھ دفن تھا، یہ خزانہ اٹھارویں خاندان کی یادگار ہے۔

واقعہ یہ ہوا کہ ۱۸۶۰ء میں گاؤں دراع ابی النجاۃ میں مصری عرب، زمین کھود رہے تھے کہ بالکل اتفاق سے یہ خزانہ نکل آیا۔ ضرور پرانے زمانے کے چوروں نے یہ خزانہ اس کی اصلی جگہ سے نکالا تھا۔ مگر معلوم ہوتا ہے، عین وقت پر پکڑے گئے اور مار ڈالے گئے۔ خزانہ وہیں دفن رہ گیا جہاں چوروں نے گاڑ دیا تھا یہاں تک کہ ہمارے زمانے میں ظاہر ہو گیا۔

مگر یہ پورا خزانہ نہیں ہے۔ اس میں کچھ چوری بھی ہوئی ہے۔ جب خزانہ نکلا تو علاقہ تھیبس کے مصری افسر نے اسے اپنے گھر میں رکھ لیا۔ اور خدا ہی جانتا ہے، کیا کیا چیزیں اس افسر نے ہضم کر لیں پھر جب خزانہ قاہرہ پہونچا۔ تو مرحوم خدیو اسمٰعیل پاشا نے اس میں سے وہ سب زیور ہتیا لئے۔ جو اسے پسند آئے ان میں سونے کی نہایت ہی نفیس زنجیر بھی تھی اور ایک میٹر سے زیادہ لمبی تھی خدیو نے یہ زنجیر اپنی چہیتی بیوی کو دیدی تھی اور اس کے پاس ہیں برس رہی بھی مگر بعد میں غائب ہو گئی۔ آج تک اس کا کہیں پتہ نہ چلا۔ اس خزانے کے بعد تدریج اور کئی خزانے مختلف مقامات سے برآمد ہوئے فرعونوں کی لاشوں کے ساتھ بھی قیمتی خزانے نکلے سب سے آخر میں سب سے زیادہ شاندار خزانہ فرعون توت انخ امن کے مقبرے سے اس کی لاش کے ساتھ حال ہی میں ملا ہے۔ کون جانتا ہے مصر کی زمین کے نیچے ابھی اور کتنے خزانے چھپے پڑے ہیں۔

مصری زیور دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ ہزاروں برس پہلے بھی مصری سنار

اپنے فن میں کیسے ماہر تھے۔ اور کیسے نفیس زیور بناتے تھے۔ یقیناً دنیا کی کوئی قوم اپنے اس زمانے کے ایسے زیور پیش نہیں کر سکتی جیسے پرانے زمانے کے مصری اپنے زیور چھوڑ گئے ہیں۔ لیکن بعض ماہرین مصریات نے شکایت کی ہے کہ بہت سے مصری زیور نہایت کمزور ہوتے تھے اور چند روز سے زیادہ استعمال میں نہیں لائے جا سکتے تھے۔ مگر یہ شکایت قدیم مصریوں کے حالات سے ناواقفیت کی وجہ سے پیدا ہوئی ہے۔ مصری اپنے مردوں کو بھی زیور پہنانا ضروری سمجھتے تھے، کیونکہ وہ مردے کے لئے وہ سب چیزیں مہیا کرتے تھے۔ جن کی اسے زندگی میں ضرورت ..... ہوتی تھی۔ لیکن ظاہر ہے امرد کے زیور استعمال نہیں کر سکتے۔ اسی لئے ان کے زیوروں کے ٹوٹنے پھوٹنے کا بھی اندیشہ نہیں ہو سکتا، لہذا مردوں کے لئے مضبوط زیور بنانا، حماقت تھا جتنے کمزور زیور دکھائی دیتے ہیں سب کے سب مردوں کے ہیں۔ اس کے برخلاف وہ زیور بہت مضبوط ہوتے تھے جو زندہ آدمیوں کے کام آتے تھے دونوں کے بہت سے نمونے مصری عجائب گھر میں محفوظ ہیں۔ بعض زیوروں اور مرصع چیزوں کا تذکرہ ہم بیان کرتے ہیں۔

۱۔ فرعون خوردو اور ملکہ [illegible] کے زیوروں کی الماری میں ایک خنجر رکھا ہے، جس کا دستہ کندن کا ہے۔ بنفشہ احمر، عقیق، سونے اور لاجورد کے بہت سے گنٹھے ہیں۔ ہر گنٹھے کا سرا سونے کے دو سروں سے بندھا ہوا ہے اور یہ سر باز کے ہیں۔ گول کوڑیوں اور عقیق کے دانوں کو سونے کے تار میں پرو کر چوڑیاں بنائی گئی ہیں اور دیکھنے کے لائق ہیں۔ چاندی کا ایک مرصع تاج بھی ہے۔ تاج کو سر پر روکنے کے لئے ایک قفل یا کھٹکا بھی ہے۔ یہ بھی چاندی کا ہے اور اس کے بیچ میں مرجان ایک بڑا دانہ جڑا ہوا ہے اس دانے کے اوپر سانپ کا فرعونی نشان ہے جو رنگ برنگ پتھروں سے آراستہ ہے۔

۲- ایک اور الماری میں شاہزادی اُوبیریت کے گنٹھے رکھے ہیں بعض گنٹھے سونے کے دانوں کے ہیں۔ بعض جواہرات کے ہیں اور بعض کوڑیوں کے ہیں ان کے ساتھ ہی دو سرمہ لگانے کی لمبی سلائیاں ہیں، جو سونے کی ہیں پہلی سلائی پر ایک دانا سا رکھا ہوا ہے اور دوسری سلائی پر نیلے اور ہرے پتھروں کی پچیکاری ہے دونوں سلائیاں بہت خوبصورت ہیں دو آئینے بھی ہیں اور دیکھنے کے قابل ہیں ان کے دستے ٹوٹ گئے ہیں مگر انداز سے معلوم ہوتا ہے کہ آبنوس کے ہونگے دستے جس جگہ جڑے تھے۔ وہاں سونے کے جوڑ آج تک موجود ہیں اسی الماری میں خالص سونے کی دو صدریاں بھی ہیں اور بہت خوبصورت ہیں۔ ایک صدری پر فرعون اُوسرتسن سوم کا نام لکھا ہے اور دوسری پر فرعون امن محبت کا نام۔

۳- ایک الماری میں شاہزادی ستیا حور کے زیور رکھے ہیں۔ ان میں قابلِ ذکر سونے کی سوئیاں ہیں۔ ان سوئیوں کے ناکے بہت بڑے ہیں شاید ان سوئیوں کے ذریعے سر پر یا جسم کے دوسرے حصوں پر زیور قائم کئے جاتے تھے

۴- ایک اور الماری میں بہت سے زیور رکھے ہیں ان میں ملکہ خنوم وینت کے دو تاج قابلِ دید ہیں پہلا تاج اس طرح بنایا گیا ہے کہ سونے کے مہین تاروں کا ایک جال ہے اور اس جال پر برابر فاصلے سے سونے کے چھ پھول قائم کئے گئے ہیں ہر پھول کا دل، عقیق کا ہے اور اس کے ساتھ چار سبز پتیاں بھی ہیں اور ایسی معلوم ہوتی ہیں۔ جیسے صلیب ہوتی ہے ان بڑے پھولوں کے بیچ میں بہت سے چھوٹے چھوٹے پھول بھی ہیں ہر پھول کے بیچ میں سرخ پتھر دل کے طور پر لگایا گیا ہے اور پانچ نیلی پتیاں ہیں جو تاروں کے جال پر پھیلی ہوئی ہیں۔ دوسرا تاج گلاب کے پھولوں کو ملا کر بنایا گیا ہے۔ سب پھول خالص سونے کے ہیں تاج کے اوپر بھی آٹھ پھول کھڑے ہیں

ان میں بعض سونے کے ہیں اور بعض لاجورد عقیق یشب احمر، اور زمرد سے بنائے گئے ہیں۔ تاج پر سونے کے دو عقاب بھی ہیں اور قابل دید ہیں۔ عقاب اپنے پر پھیلائے ہیں اور ان کے ہر چنگل میں خنجر ہے ایک ایک انگوٹھی اس شکل کی ہے ۵ انگوٹھیوں پر عقیق کے نگ ہیں۔

۵۔ ایک خنجر بھی قابل ذکر ہے۔ خنجر کا نیام۔ سونے کا ہے اور قبضے پر بھی سونا چڑھا ہوا ہے۔ قبضے پر چار عورتوں کے سر بنے ہوئے ہیں اور سونے، لاجورد، عقیق اور زمرد کی پچی کاری کی ہوئی ہے اور ایک خود سر فرعون اخ اعنس کا نام لکھا ہوا ہے اور ایک درندے کی تصویر ہے جو سانڈ پر جھپٹ رہا ہے۔ اس کے نیچے چار بطخوں کی تصویریں ہیں۔ خنجر کے دوسری طرف بھی اسی فرعون کا نام ہے اور پندرہ پھول اوپر نیچے کھلے ہوئے ہیں۔

اسی قسم کی بے شمار چیزیں ہیں کہاں تک لکھی جائیں۔

قدیم ترین آثار

مصری عجائب گھر کے ایک کمرے میں دو آثار جمع کئے ہیں، جو سب سے زیادہ پرانے ہیں یہ آثار اتنے پرانے ہیں کہ ان کی تاریخ نہیں ملتی۔ لیکن جس زمانے کے یہ آثار ہیں اس زمانے میں بھی مصر کے لوگ لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔ یہ عجیب بات ہے کہ کوئی کتنی ہی پرانی چیز دستیاب ہو مگر اس پر ہیرو گلیفی خط میں کچھ نہ کچھ لکھا ضرور ملتا ہے ان قدیم ترین آثار پر بھی ہیرو گلیفی تحریریں موجود ہیں۔ مگر ان میں خط ناتمکمل ہے۔ اور اس واقعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ آثار اتنے پرانے ہیں کہ ہیرو گلیفی خط بھی ان کے زمانے میں بچہ ہی تھا۔

یہ آثار سب سے پہلے جنوبی مصر کے پرانے مقبروں میں ملے اور خیال کیا گیا کہ شمالی مصر ایسے قدیم آثار سے خالی ہے۔ لیکن بعد میں ایسے ہی آثار شمالی مصر کے مقبروں میں بھی پائے گئے اور مان لیا گیا کہ دونوں مصر جب متحد

ہو کر ایک بادشاہی بن گئے تھے اسی زمانے کے یا اس کے کچھ بعد کے یہ آثار ہیں۔ یعنی بہر حال، فرعون مینا کے بعد کے ہیں جسے ابھی چند سال پہلے تک مصر کا پہلا فرعون یقین کیا جاتا تھا۔ مگر اب یقین کی تردید ہو چکی ہے جیسا کہ ہم پچھلے صفحوں میں بیان کر چکے ہیں۔

اب ہم پرانے آثار میں سے بعض کا حال لکھتے ہیں۔

۱۔ مصریوں کے نزدیک مقدس لکڑی جمیز کا یہ تابوت ہے۔ اس کی بناوٹ اس طرح ہے کہ درخت کا تنہ کاٹ لایا گیا ہے اور اسے اندر سے کھوکھلا کر دیا گیا ہے۔ لیکن اس کے دونوں سرے الگ سے بنا کر جوڑ دیے گئے ہیں۔ تابوت کے اندر ایک لاش بھی ہے۔ مگر ممی کی ہوئی نہیں ہے۔ بلکہ سکھائی ہوئی معلوم ہوتی معلوم ہوتی ہے لاش کا سر لکڑی کے تکیے پر ٹکا ہوا ہے۔ اور لاش صاف ستھرے کپڑے میں لپٹی ہوئی ہے۔

۲۔ یہ فرعون مختم ساووف کی لاش ہے۔ اور اسی فرعون کے ہرم سے نکلی ہے لاش کے سر پر بالوں کا گچھا ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ فرعون ابھی نوجوان ہی تھا کہ مر گیا۔ مصر میں نوجوان لوگ اپنے سروں پر ایسے ہی بال رکھا کرتے تھے سر لاش سے الگ ہے اور نیچے کا جبڑا بھی ٹوٹا ہوا ہے۔ یہ حرکت چوروں کی ہے۔ جو کسی زمانے میں لاش تک پہنچ گئے تھے۔

۳۔ یہ لاش، امانیت کی ہے۔ جو دیوی ہاتور کی کاہنہ تھی۔ کاہنہ پچاس صدی سے ایک ہی حالت سے سو رہی ہے لاش سونے چاندی کے زیور پہنے ہوئے ہے۔ ہاتھ کی انگلیوں میں چاندی کی انگوٹھیاں ہیں۔

۴۔ کسی زمانے میں اخوی نام کا ایک فرعون گزرا ہے۔ اس کے مقبرے سے بہت سی چیزیں نکلی ہیں، جیسے تیروں کی انیاں ٹیڑھی چھریاں، جو پتھر کی ہیں، بلوری برتن ان چیزوں پر تین تین چڑیاں بنی ہوئی ہیں ان نشانوں کا مطلب ابھی تک سمجھا

نہیں جاسکا۔ ہاتھی دانت کی بھی بعض چیزیں اسی فرعون کی قبر سے نکلی ہیں، اور مٹی کی بہت سی مُہریں بھی، مہریں اصل میں گھڑوں پر لگی ہوئی تھیں۔ گھڑے ٹوٹ پھوٹ گئے۔ اور مہریں باقی رہ گئیں۔

۵۔ یہ ہاتھی دانت کی ایک بڑی تختی ہے اور اس پر ان رسموں کے مناظر دکھائے گئے ہیں جو فرعون آخوی کے دفن کے وقت ادا کی گئی تھیں یہ نقوش قابل دید ہیں

۶۔ ان کے علاوہ اور بہت سے قدیم ترین آثار موجود ہیں جن میں برتن اور ہتیار خاص طور پر دیکھنے کی چیزیں ہیں۔

متفرق چیزیں

اب ہم مصری عجائب گھر کی بعض اور نادر چیزیں بغیر کسی ترتیب کے یہاں دکھانا چاہتے ہیں۔

۱۔ عجائب گھر کی سیر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بہت پرانے زمانے میں بھی مصری وزن کرنے کے لئے بٹے استعمال کرتے تھے، ان کا بنیادی بٹہ دبنو تھا۔ جسے اس طرح لکھتے تھے۔ ۲۷ صفحہ ۴۷۲ یہ دبنو، چوراسی گرام سے ستاسی گرام تک ہوتا تھا اور اسی سے دوسرے بٹے بنائے گئے تھے۔ ایک بٹے کا نام کیت تھا اور یہ کیت، دبنو کا دسواں حصہ ہوتا تھا جیش کی بعض دستاویزوں سے ثابت ہوتا ہے کہ ایک بٹہ پاکو کے نام کا بھی تھا اور دبنو کا ایک سو اٹھائیسواں حصہ ہوتا تھا۔ یعنی ۱۱۱ گرام مصری بٹے عام طور پر بیل کی صورت کے ہوتے تھے۔ کسی کی شکل ایسی ہوتی تھی جیسے بیل لیٹا ہوا ہے۔ ۲۸ صفحہ ۴۷۳ کسی کو آدھے بیل کی شکل کا بنایا جاتا تھا۔ ۲۹ صفحہ ۴۷۳ اور کوئی صرف بیل کا سر دکھاتا تھا۔

۲۔ یہ پتھر کا ایک بڑا سانپ ہے اور غیر معمولی اہمیت رکھتا ہے۔ قدرت کو منظور تھا کہ مصری کاہنوں کی شعبدہ بازی اور عیاری سے بعد کی نسلیں بھی واقف

ہو جائیں اسی لئے یہ سانپ ٹوٹ پھوٹ کر بھی باقی رہ گیا ہے اور اب مصری عجائب گھر میں سادہ لوح آدمیوں کو سبق دے رہا ہے جو توہم پرستی کے روگ میں مبتلا ہیں اور آسانی سے دھوکہ کھا جاتے ہیں۔ سانپ اندر سے کھوکھلا ہے اور اس میں دو سوراخ ہیں ایک گردن کے نیچے اور ایک دُم کے پاس۔ یہ سانپ مصر کے جنوبی صوبے، صعید کے مقام ہنشیہ کے مندر میں قائم تھا۔ سانپ جس چبوترے پر کھڑا کیا گیا تھا اس کے نیچے تہہ خانہ تھا۔ تہ خانے کے پنجے کاہن چھپ جاتا تھا۔ اور جب زیارت کرنے والے سانپ سے کوئی سوال کرتے تھے تو اندر سے کاہن جواب دیتا تھا۔ اور لوگ اپنی بے وقوفی سے سمجھتے تھے کہ سانپ جواب دے رہا ہے۔ یہ سانپ پرانے زمانے میں بہت مقدس سمجھا جاتا تھا۔ کیونکہ ہر سوال کا "جواب" دے دیا کرتا تھا۔

۳۔ مصری عجائب گھر میں بہت سے پرانے سکے ایک برتن میں رکھے ہیں۔ ان میں سے جنس سکے، شاہ ویو قلسیان یا دقیانوس کے ہیں۔ جو اصحاب کہف کے ملک کا بادشاہ تھا یعنی یہ سکے اصحاب کہف کے زمانے کے ہیں۔

۴۔ پرانے زمانے کے مصری، برتن میں جب کوئی چیز رکھتے تھے تو اسے ڈھکنے سے بند کر کے گیلی مٹی کی موٹی تہ ڈھکنے پر چڑھا دیتے تھے۔ پھر اس مٹی پر مہر لگا دیتے تھے۔ ایسے ڈھکنے ہوئے بہت سے ڈھکنے مصری عجائب گھر میں موجود ہیں اور بہت ہی پرانے ہیں۔ ہر ڈھکنے پر کسی فرعون یا فرعون کے درباری کی مہر ہے۔ اب تک پندرہ نام پڑھے جا چکے ہیں۔ مثلاً اَحوی، کاؤ، نَرمر، صاؤ، حسا خوی، حتبو سا خموی، رابتو، نوترنی زرا و زار، پرابسو وغیرہ

۵۔ پرانے وقتوں کے ایک مصری نحو تنخی کے مقبرے سے ۱۹۱۰ء میں جو چیزیں نکلی ہیں ان میں کچھ اناج بھی ہے جو ایک برتن میں رکھا ہوا ملا ہے۔ قابل ذکر اور عجیب بات یہ ہے کہ ہزاروں برس گذر جانے پر بھی اناج میں خوشبو باقی ہے۔ اصل

میں اناج کو عطر میں بسایا گیا تھا۔ پھر لاش کے ساتھ مقبرے میں رکھ دیا گیا تھا۔ تاکہ مُردے کے لئے بخور کا کام دے۔ اس اناج میں آج تک عطر کی خوشبو موجود ہے۔ خود عطر کی حالت کیا ہوگی؟

۶۔ مصری عجائب گھر میں ستونوں کے چار سر موجود ہیں۔ یہ سر حرد مجی کے مقبرے سے نکلے ہیں، ان میں قابل ذکر بات یہ ہے کہ حرد مجی نے اپنے سرکاری القاب ان سروں پر کندہ کرا دئے ہیں جس سے ہمیں معلوم ہو سکا کہ مصر میں سرکاری القاب کس قسم کے ہوتے تھے حرد مجی نے اپنے یہ القاب لکھے ہیں۔

"اشرف الشرفاء سردار، کبیر الکباء، امیر الامراء عظیم العظماء، سپہ سالار اعظم۔ فرعونی فوجوں کے تمام سرداروں کا سردار، فرعون کا دائیں ہاتھ۔ شمالی اور جنوبی دونوں مصروں میں!" حرد مجی کے لئے یہ القاب، موزوں بھی تھے۔ کیونکہ وہ راسیس اول کا براہ راست خلیفہ ہوا ہے۔ لیکن فرعون بننے سے پہلے وہ بہت سے عہدوں پر بھی مامور رہا تھا۔ ممفس کے اس بادشاہ نے اپنے لئے شاندار مقبرہ بنایا تھا۔ اور سمجھتا تھا کہ اس مقبرے میں اس کی لاش اور لاش کے ساتھ کی سب چیزیں ہمیشہ محفوظ رہیں گی۔ مگر ہوا یہ کہ اس کے مقبرے کی چیزیں دنیا بھر کے عجائب گھروں میں پھیل گئیں اور خود مقبرے میں کچھ باقی نہ رہا۔ فَاعْتَبِرُوْا يَا أُولِي الْأَبْصَارِ

مصر کے پُرانے فرعون

فرعونوں کے ناموں کے ساتھ ان کے یونانی تلفظ بریکٹوں میں لکھ دئے گئے ہیں

خاندانوں سے پہلے کے بادشاہ	اس زمانے کے صرف چند بادشاہوں کے نام معلوم ہو سکے ہیں۔
پہلے خاندان سے پہلے مصر میں دو بادشاہیاں تھیں ایک جنوبی مصر میں دوسری شمالی مصر میں	(۱) و (جنوب کا)

(۲) ٹیٹیو (شمال کا)
(۳) تھیش (")
(۴) ہسیکیو (")
(۵) یوازنا (")

پہلا خاندان

تقریباً سنہ ۳۴۰۰ سے سنہ ۳۲۰۰ ق م

جنوب والوں نے شمال فتح کر کے مصر کو ایک بادشاہی بنا دیا ممفس کا شہر آباد ہوا۔

۱۔ اپ
۲۔ نارمر
۳۔ آہامین یا میناس
۴۔ زیر اَتوتی خینت
۵۔ زا (زیٹ، اتا)
۶۔ وین سمتی
۷۔ اِن زیب مرپیبا
۸۔ سمر خیت ہیوئی (شمسو)
۹۔ کاسین۔

دوسرا خاندان

تقریباً سنہ ۳۲۰۰ سے سنہ ۲۹۸۰ ق م

شاید یہ خاندان شمالی مصر کا تھا۔

۱۔ ہوٹپ سنجموئی
۲۔ رانب کا کایو
۳۔ نینیتر۔
۴۔ پَرِنمات
۵۔ پرریب سین۔
۶۔ سنیڈی
۷۔ نیفر کا۔ را
۸۔ نیفر کا۔ سوکاری
۹۔ ہوزلیفا۔

تیسرا خاندان

تقریباً سنہ ۲۹۸۰ سے سنہ ۲۹۰۰ ق م

جنوب سے نئے فاتح آئے ممفس پایۂ تخت بنا

۱۔ خاسے خیموئی بیش (بے بی)
۲۔ زیسر (زوسر)
۳۔ سینخت۔
۴۔ زیسر ٹیٹی
۵۔ سیزس
۶۔ نیفر کا ہیولی
۷۔ سینفرو۔

چوتھا خاندان

بڑے اہراموں کے بنانے والے" پرانی بادشاہی اپنی طاقت اور فن میں عروج پر

۱۔ شاریو (؟) تقریباً سنہ ۲۹۰۰ ق م سنہ ۱۸۹۸
۲۔ خوفو (چیونس) " سنہ ۲۸۹۸ سنہ ۲۸۷۵
۳۔ رازیڈف " سنہ ۲۸۷۵ سنہ ۲۸۶۷
۴۔ خفرا (چیفرن) " سنہ ۲۸۶۷ سنہ ۲۸۱۱
۵۔ منقرا (کیرنس) " سنہ ۲۸۱۱ سنہ ۲۷۸۸
۶۔ شپ سیکاف (اور شاید دوسرے) " سنہ ۲۷۸۸ سنہ ۲۷۵۵
۷۔ (کھیمپھنس ؟) " سنہ ۲۷۵۵ سنہ ۲۷۵۰

پانچواں خاندان

اس زمانے میں دیوتا را کی پرستش کو بہت عروج ہوا:۔

۱۔ یوسرکاف تقریباً سنہ ۲۷۵۰ ق م سنہ ۲۷۴۳
۲۔ ساہو۔را " سنہ ۲۷۴۳ سنہ ۲۷۳۱
۳۔ نیفریریکا۔را " سنہ ۲۷۳۱ سنہ ۲۷۳۰
۴۔ شپسکارا " سنہ ۲۷۳۰ سنہ ۲۷۲۳
۵۔ خکیفر۔را " سنہ ۲۷۲۳ سنہ ۲۷۲۲
۶۔ نی یوسر۔را زیوسر۔ان۔را " سنہ ۲۷۲۸ سنہ ۲۶۹۱
۷۔ منکایو۔ہیرو " سنہ ۲۶۹۱ سنہ ۲۶۸۱
۸۔ ڈیڈکا۔را اسیسی " سنہ ۲۶۸۳ سنہ ۲۶۵۵
۹۔ یونیس " سنہ ۲۶۵۵ سنہ ۲۶۲۵

چھٹا خاندان

حکومت کی مرکزی قوت میں کمی آگئی۔

۱۔ ٹیٹی تقریباً سنہ ۲۶۲۵ ق م سنہ ؟
۲۔ یوسرکا۔را اٹی " سنہ سنہ ۲۵۹۵
۳۔ پے پی اول " سنہ ۲۵۹۵ سنہ ۲۵۴۲
۴۔ مرن را اول " سنہ ۲۵۴۲ سنہ ۲۵۳۸
۵۔ پے پی دوم " سنہ ۲۵۳۸ سنہ ۲۴۴۴
۶۔ میران را دوم " سنہ ۲۴۴۴ سنہ ۲۴۴۳
۷۔ نٹرکارا " سنہ ۲۴۴۳ سنہ ؟
۸۔ منکارا " سنہ ؟ سنہ ۲۴۳۱

۷ویں ۸ویں ۹ویں ۱۰ویں خاندان

تقریباً سنہ ۲۴۳۱ سنہ ۲۱۶۰ ق م

مصر میں پہلی مرتبہ انارکی پھیل گئی۔ ایشیائی قبیلوں کا حملہ

گیارہواں خاندان

اب تھیبس پایہ تخت ہے۔ انٹف اول نے فرعون کا لقب اختیار کیا۔ منتوہوتپ سوم نے پورا مصر فتح کر لیا۔

۱۔ انٹف اول تقریباً سنہ ۲۱۶۰ سنہ ؟
۲۔ انٹف دوم " سنہ ؟ سنہ ؟
۳۔ منتوہوتپ اول " سنہ سنہ ؟
۴۔ منتوہوتپ دوم " سنہ ۲۰۷۸ سنہ ۲۰۷۸
۵۔ منتوہوتپ سوم " سنہ ۲۰۷۸ سنہ ۲۰۳۰

۶۔ منتو ہوتپ چہارم سنہ ۲۰۳۰ سنہ ۲۰۰۰

بارھواں خاندان

اس خاندان میں ولی عہد، فرعون کے ساتھ مل کر حکومت کرتے تھے

۱۔ امنمہیت اول تقریباً سنہ ۲۰۰۰ ق م سنہ ۱۹۷۰
۲۔ سینوسرت (یوسرت سن) " سنہ ۱۹۷۰ سنہ ۱۹۳۵
۳۔ امنمہیت دوم " سنہ ۱۹۳۸ سنہ ۱۹۰۳
۴۔ سینوسرت سوم " سنہ ۱۹۰۳ سنہ ۱۸۸
۵۔ سینوسرت سوم " سنہ ۱۸۷۸ سنہ ۱۸۴۹
۶۔ امنمہیت سوم " سنہ ۱۸۴۹ سنہ ۱۸۰۱
۷۔ امنمہیت چہارم " سنہ ۱۸۰۱ سنہ ۱۷۶۳
۸۔ سبکنیفر یو۔ را " سنہ ۱۷۹۲ سنہ ۱۷۸۸

۱۳ واں ۱۴ واں ۱۵ واں ۱۶ واں خاندان

تقریباً سنہ ۱۷۸۸۔ سنہ ۱۵۸۰ ق م

اب پھر طوائف الملوکی پھیل گئی تھی۔ آخر کار اجنبی فاتح ہکسوس نے مصر پر قبضہ کر لیا تھا۔

سترھواں خاندان

ہکسوس حکومت کے آخری زمانے میں تھیبس میں ایک حاکم خاندان کچھ خود مختار تھا۔ اسی خاندان کے "بادشاہ" سکینرا سوم نے ملک کی خود مختاری کا جھنڈا اٹھایا تھا اور ہکسوس سے لڑا تھا۔

۱۔ سکینرا اول تقریباً سنہ ۱۰۳۵ سنہ ۱۶۱۵
۲۔ سکینرا دوم " سنہ ۱۶۱۵ سنہ ۱۶۰۵
۳۔ سکینرا سوم " سنہ ۱۶۰۵ سنہ ۱۵۹۱
۴۔ یواز خیزرا کاموس " سنہ ۱۵۹۱ سنہ ۱۵۸۱
۵۔ سینختن را " سنہ ۱۵۸۱ سنہ ۱۵۸۰

اٹھارواں خاندان

فرعون آہمس نے ہکسوس کو مصر سے نکال دیا تھا اور مصری شہنشاہی قائم کر لی تھی تھیبس راجدھانی بنا۔ دیوتا امن کی پوجا کو عروج ہوا

۱۔ اہمس (ہموس) تقریباً سنہ ۱۵۸۰ سنہ ۱۵۵۷
۲۔ امنہوتپ اول (امنوپھس) " سنہ ۱۵۵۷ سنہ ۱۵۴۱
۳۔ تھوتھمس اول " سنہ ۱۵۴۱ سنہ ۱۵۰۱
۴۔ تھوتھمس دوم اور ملکہ ہٹ شی پسٹ سنہ ۱۵۰۱ سنہ ۱۴۷۹
۵۔ تھوتھمس سوم " سنہ ۱۴۷۹ سنہ ۱۴۴۷
۶۔ امنہوتپ ہرم " سنہ ۱۴۴۷ سنہ ۱۴۲۰
۷۔ تھوتھمس چہارم " سنہ ۱۴۲۰ سنہ ۱۴۱۱
۸۔ امنہوتپ سوم " سنہ ۱۴۱۱ سنہ ۱۳۷۵
۹۔ اخناتون (امنہوتپ چہارم) " سنہ ۱۳۷۵ سنہ ۱۳۵۸
۱۰۔ سمنخکارا " سنہ ۱۳۵۸ سنہ ۹
۱۱۔ توتن خامن " سنہ ۱۳۵۸ سنہ ۱۳۵۳
۱۲۔ آئی سنہ ۱۳۵۳ سنہ ۱۳۵۰

انیسواں خاندان

اختلاتوں کے "الحاد" سے ملک میں جو کمزوری واقع ہوئی تھی، دور ہوگئی۔ بنی اسرائیل اسی زمانے میں مصر سے نکلے۔

۱۔ ہورم ہب (ہرمہاب)	تقریباً ۱۳۵۰ ق م	۱۳۲۱ سنہ
۲۔ رامسس اول	۱۳۲۱ سنہ	۱۳۲۰ سنہ
۳۔ سیتی اول (سیتوس)	۱۳۲۰ سنہ	[illegible]
۴۔ رامسس دوم	۱۳۰۰ سنہ	۱۲۳۹ سنہ
۵۔ میرن پتاح (فتاح)	۱۲۲۵ سنہ	۱۲۱۵ سنہ
۶۔ امن میس	۱۲۱۵ سنہ	۱۲۰۹ سنہ
۷۔ سا۔ پتاح	۱۲۱۵ سنہ	۱۲۰۹ سنہ
۸۔ سیتی دوم	۱۲۰۹ سنہ	۱۲۰۵ سنہ

بیسواں خاندان

کچھ مدت کے لئے پھر ابتری پھیل گئی تھی اور ایک شامی سردار نے مصر پر قبضہ کر لیا تھا۔ یہ تخت کے جو رامسس دوم کی نسل سے تھا۔ پھر سے مصر کو آزاد کرایا۔ شام کا علاقہ مصر کے ہاتھ سے نکل گیا۔

۱۔ سیتخت	تقریباً ۱۲۰۰ ق م	۱۱۹۸ سنہ
۲۔ رامسس سوم	۱۱۹۸ سنہ	۱۱۶۷ سنہ
۳۔ رامسس چہارم	۱۱۶۷ سنہ	۱۱۶۱ سنہ
۴۔ رامسس پنجم	۱۱۶۱ سنہ	۱۱۵۶ سنہ
۵۔ رامسس ششم	تقریباً ۱۱۵۶ سنہ	۱۱۵۴ سنہ
۶۔ رامسس ہفتم	۱۱۵۴ سنہ	۱۱۵۲ سنہ
۷۔ رامسس ہشتم	۱۱۵۲ سنہ	۱۱۵۰ سنہ
۸۔ رامسس نہم	۱۱۵۰ سنہ	۱۱۳۰ سنہ
۹۔ رامسس دہم	۱۱۳۰ سنہ	۱۱۲۴ سنہ
۱۰۔ رامسس یازدہم	۱۱۲۴ سنہ	۱۰۹۴ سنہ

اکیسواں خاندان

۱۰۹۴ سنہ ۔ ۹۴۷ سنہ ق م

بیسویں خاندان کے آخری کمزور فرعون ۱۰ امن دیوتا کے کاہنوں کے ہاتھ میں کٹھ پتلی بنے رہے آخری فرعون کے مرنے پر کاہن "ہری ہر" یا ہر ہیر نے فرعونی لقب اختیار کر لیا تھا اور مذہبی پیشواؤں کی بادشاہی قائم کر دی تھی مگر یہ بادشاہی کمزور رہی اور مصر برابر بد سے بدتر حالت میں ہوتا گیا۔ لیبیا اور حبش کے سرداروں نے بھی یلغاریں کیں اور باری باری راج کرتے رہے، یہاں تک کہ ۶۶۳ سنہ ق م میں پہلے اشوریو نے مصر فتح کر لیا۔ پھر ۵۲۵ سنہ ق م میں ایرانیوں نے قبضہ کیا۔ پھر ۳۰۵ سنہ ق م میں سکندر مقدونی کے ایرانیوں کو مصر سے نکال دیا۔ اور بطلیموسی خاندان کی حکومت قائم ہوگئی۔ بعد کے تاریخی واقعات زیادہ

مشہور ہیں اور آسانی سے تاریخی کتابوں میں پڑھے جا سکتے ہیں۔

خلاصہ اور قیاسہ

تحقیقات جتنی ممکن تھی ان دس بابوں میں ختم ہو گئی۔ اب میں مختصر طور سے کتاب کا خلاصہ اور اپنا قیاسہ درج کرتا ہوں۔ خلاصہ لفظ اردو میں بولا جاتا ہے۔ مگر قیاسہ نہیں بولا جاتا۔ البتہ قیاس بولا جاتا ہے میں نے لفظ قیاس سے قیاسہ بنایا ہے کیونکہ میں مضامین کتاب کے خلاصے پر اپنے قیاسات بھی لکھنے چاہتا ہوں اور وہ قیاسات چونکہ مجھ جیسے کم علم اور ناچیز آدمی کے ہیں اس لئے میں ان کو قیاسات کا بڑا نام نہیں دیتا بلکہ قیاسہ چھوٹا سا لفظ استعمال کرتا ہوں۔

اس کتاب میں دس باب ہیں اور ان سب ابواب میں جو تحقیقات عربی کتابوں سے ترجمہ کر کے درج کی گئی ہے اس میں بظاہر کوئی غلطی نہیں ہے۔ البتہ بعض جگہ ناموں کے تلفظ میں ممکن ہے کہ کوئی غلطی ہوئی ہو۔ کتابوں میں نقل در نقل ہونے سے عموماً تلفظ غلط ہو جایا کرتے ہیں اور یا حسابی غلطیاں ہو سکتی ہیں کیونکہ میں نے جہاں تک انگریزی انسائیکلوپیڈیا اور مصر کی انگریزی تاریخوں اور عربی تاریخوں کو پڑھ کر سُنا۔ اور سنون اور تاریخوں کو ملانے کی کوشش کی تو مجھے زیادہ اختلاف نظر آیا۔ اور ٹھیک سنہ اور زمانے مختلف خاندانوں کی حکومتوں کے مقرر کرنے دشوار ہو گئے۔ آخر مجبور ہو کر مصری عالم احمد کمال پاشا کی کتاب پر بھروسہ کر لیا کیونکہ وہ مصر کے تھے اور اپنے گھر کی بات کو گھر والا ہی خوب جان سکتا ہے۔

اس کتاب کے ہر باب میں ظاہر ہو جائے گا بشرطیکہ انصاف سے غور کیا جائے کہ ساری دنیا

کی تہذیبوں اور رواجوں اور مذہبوں اور حکومت کے قانونوں اور قاعدوں کو مصر سے لیا گیا ہے اور یہ قیاسہ بھی ہو سکتا ہے کہ مذہب اور رسم و رواج اور حکومت کے معاملات میں ساری دنیا کے آدمیوں کے خیالات اور جذبات تھوڑے سے فرق کے ساتھ عموماً ایک ہی جیسے ہوا کرتے ہیں۔

توریت کی یہودیت اور انجیل کی عیسائیت اور قرآن کی اسلامیت اور زنڈ وستا کی مجوسیت آپس میں بہت مشابہ ہیں اور بت پرستی سے بیزار ہونے کا دعویٰ کرتی ہیں۔ مگر حق یہ ہے کہ انسانی خصلت ان سب میں بھی کارفرما نظر آتی ہے اور سب مذاہب میں کسی نہ کسی صورت میں بت پرستی کی جھلک پائی جاتی ہے۔ مثلاً ہندوؤں نے دولت کو بت بنا رکھا ہے۔ عیسائی حضرت مریمؑ اور حضرت عیسیٰ کے بت پوجتے ہیں۔ مجوسی آگ کو پوجتے ہیں۔ مسلمان کعبے کی اتنی عزت کرتے ہیں جو انسانی ہاتھوں کے بنائے ہوئے ایک مکان کی نہ ہونی چاہیئے۔

اس کتاب کے ہر باب سے تاریخ کی ایک بڑی مشکل کا حل ہو جائے گا کہ ہندو کون ہیں کب سے ہیں اور ان کے ویدوں اور منوسمرتی کی تاریخ کب سے شروع ہوتی ہے۔ اب تک یہ کہا جاتا تھا کہ ہندوؤں نے تاریخ نہیں لکھی محض قصے لکھے ہیں۔ جیسے مہابھارت رامائن وغیرہ جن سے تحقیقی اور یقینی باتیں معلوم نہیں ہو سکتیں۔ مگر تاریخ فرعون پر غور کرنے سے سب کچھ روز روشن کی طرح ظاہر ہو جائے گا کہ ہندوؤں کا یہ کہنا کہ ان کی تہذیب اور ان کا کلچر اور ان کا مذہب دنیا کی ہر قوم سے پرانا ہے درست نہیں ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ مصریوں کا مذہب اور تمدن ساری دنیا کی تہذیب تمدن و مذاہب کی جڑ ہے خصوصاً یورپ کی سیاسی عمارتوں کی بنیاد بھی اور اوپر کی تعمیر بھی تمام و کمال مصر کی سیاست پر ہے اور ہندوؤں کا مذہب اور رسم اور رواج بھی سب کے سب مصریوں سے ماخوذ ہیں اور مجوسیوں اور یہودیوں اور عیسائیوں اور مسلمانوں اور بدھوں کے عقائد مذہبی بھی مصری عقائد کے

ردعمل سے بھی نمودار ہوئے ہیں یعنی مصریوں کے مذہب کی خرابیوں سے بیزار ہو کر لوگوں نے اصلاح کا ارادہ کیا اور نئے مذاہب پیدا ہو گئے۔

اگر میں مسلمان نہ ہوتا تب بھی مجھے ماننا پڑتا کہ قرآن ہی ایک ایسی مذہبی کتاب ہے جس میں انسانی مداخلت نہیں پائی جاتی بلکہ انسانی حالات و جذبات و عادات کو ساری دنیا کی قوموں کے جذبات و عادات مدنظر رکھ کر تعلیم دی گئی ہے۔ تاہم ماننا پڑتا ہے کہ قرآن میں جتنا زیادہ ذکر فرعون اور مصری قوم کا ہے اتنا کسی قوم کا نہیں ہے۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ قرآن بھی میرے اس قیاس کا ساتھی ہے کہ مصری قوم ہی ساری دنیا کی تہذیبوں کی دادی اماں ہے کیونکہ قرآن میں حضرت آدمؑ اور حضرت نوحؑ اور حضرت ابراہیمؑ جیسے پرانے پیغمبروں کا حال تو ہے مگر ان کے زمانے کے کسی بادشاہ کا نام نہیں ہے بلکہ دنیا کی کسی قوم کے بادشاہ کا سوائے داؤدؑ اور سلیمانؑ اور طالوت و جالوت کے جو یہودی تھے اور کسی کا نام نہیں ہے۔ مگر فرعون مصر کا نام اتنا زیادہ ہے کہ لوگوں کو حیرت ہوتی ہے مگر آج میرے اس قیاس سے یہ بات حل ہو جائے گی کہ چونکہ قرآن بھی مصر اور اس کی تاریخ و تہذیب کو ساری قوموں کی جڑ مانتا ہے اس لئے اس نے صرف فرعون کا ذکر کافی سمجھا اور داؤدؑ سلیمانؑ وغیرہ یہودی بادشاہوں کا ذکر بھی اس لئے کیا کہ یہ سب بھی مصریوں سے آزاد ہونے کے بعد بادشاہ ہوئے تھے اور ان کی حکمت و حکومت کی بنیاد مصری حکمت و حکومت سے سبق لے کر رکھی گئی تھی۔

اور بدھ مت اور ہندو مذاہب تو سب کے سب سراسر مصری مذہب کی بدلی ہوئی صورتیں ہیں اور یقیناً ان کی قدامت مصریوں کی قدامت سے بعد کی ہے۔

میں نے یہ کتاب ہندوستانی کلچر بیان کرنے کے لئے لکھی ہے۔ جیسا کہ کتاب کے شروع میں بیان کیا ہے اس سے ہندو قوم کی بڑائی کو کم کرنا مقصود نہیں ہے بلکہ مصریوں کی بڑائی قائم ہونے سے ہندوؤں کی بڑائی خود بخود بڑھ جاتی ہے۔ اور ثابت ہو جاتا ہے کہ

کہ جس طرح مصریوں کے جسم ممی کے ذریعے اور مصر کا کلچر بتوں اور تصویروں اور کتبوں کے ذریعے زندہ ہے، اسی طرح ہندوستان اور چین و جاپان کے ہندوؤں اور بدھوں کے ذریعے مصریوں کی تاریخ اور تہذیب بھی زندہ ہے اور ہم مسلمان اور یہودی اور عیسائی اور مجوسی یقیناً قدامت کے اعتبار سے مصریوں اور ان کے قائم مقام بدھوں اور ہندوؤں کا مقابلہ نہیں کر سکتے بسوائے اس کے کہ ہم ان کا مصلح اور ہادی ہونے کا دعوے کر سکتے ہیں۔ ختم شد

موجودہ مصر کی کیا حالت ہے؟

میں ۱۹۱۱ء میں مصر گیا تھا۔ اور اسی وقت سے اس کتاب کی تیاری کا کام شروع کر دیا تھا۔ لیکن اب جب کہ تاریخ فرعون کا دوسرا ایڈیشن ستمبر ۱۹۵۰ء میں شائع کیا جاتا ہے، اسوقت مصر کی کیا حالت ہے اور آئندہ کی نسبت کیا اندیشے ہیں ان کو اس تاریخ کے آخر میں لکھ دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

اس وقت مصر میں محمد فاروق نام کے بادشاہ کی حکومت ہے اور دوسرے مسلمان ملکوں کی طرح مصر اسلامی حکومت بھی کئی اسلامی حکومتِ پاکستان کی بڑی دوست ہے اور مصر کی سعی سے عرب لیگ قائم ہوئی ہے جس میں نجد و حجاز کے بادشاہ ابن سعود اور عراق اور شرق اردن اور شام کی عرب حکومتیں بھی شریک ہیں اور فلسطین میں یہودیوں کی حکومت قائم ہو گئی ہے اور مصر سے یہودیوں کی لڑائی ہو چکی ہے اور پھر لڑائی کی تیاری ہے۔ اور پروفیسر کیرو نے ۱۹۲۵ء میں نجوم اور جفر کے حساب سے پیشینگوئی کی تھی کہ آخر کار مصر پر یہودیوں کی حکومت ہو جائے گی۔

آج کل امریکہ اور یورپ کی متحدہ حکومتیں کوریا میں کمیونسٹ کوریا والوں سے جنگ کر رہی ہیں اور کمیونسٹ کی پشت پر روس ہے اور پورا ملک چین بھی کمیونسٹ ہو چکا ہے مصر کی موجودہ حکومت انگریزی تسلط سے ایک حد تک آزاد ہو چکی ہے اور پرانے مصریوں کی یادگاریں پوری طرح محفوظ ہیں اور مصری حکومت امریکہ کے اتحاد میں کوریا کے خلاف شریک نہیں ہوئی ہے۔

شاہ ایران کی شادی شاہ مصر کی بہن سے ہوئی تھی اور شاہ مصر کی شادی ایران میں ہوئی تھی۔ مگر اب یہ دونوں رشتے ٹوٹ چکے ہیں۔ مصر کی جامع ازہر چل رہی ہے اور مصریوں میں یورپ کا تمدن بہت بڑھ گیا ہے۔ البتہ مصر کا بڑا حصہ سوڈان اب تک انگریزوں کے پنجے سے پوری طرح آزاد نہیں ہوا ہے۔

ہندوستان اور پاکستان کا کشمیر کے لئے آپس میں کئی سال سے جھگڑا ہو رہا ہے اور مصر نے ان دونوں کا فیصلہ کرانے کی کوشش کی تھی۔ مگر اس میں کامیابی نہیں ہوئی۔

چونکہ اس کتاب میں ایسے مضامین بھی ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہندوستان کے برہمن مصر کے فرعون مہنت ہری ہر کی اولاد ہیں اس واسطے یہ کہا جا سکتا ہے کہ نسلی اعتبار سے اس وقت بھارت ہندوستان میں مصری نسل کی حکومت ہے کیونکہ پنڈت جواہر لال نہرو کشمیری برہمن بھارت ہندوستان کے وزیر اعظم ہیں۔

حسن نظامی دہلوی

۱۰ ستمبر ۱۹۵۰ء مقام درگاہ حضرت
خواجہ نظام الدین اولیاؒ دہلی

خواجہ حسن نظامی کی لکھی ہوئی کتابوں کی فہرست

دینی کتابیں

عام فہم تفسیر صفحات ۱۰۲ ہدیہ مجلد ۱۷ روپے ایک پارہ ۸ ر

قرآن شریف کا ترتیلی ترجمہ بڑا سائز موٹے حروف صفحات ۱۲۰۰ قیمت ایک پارہ ۱۰

پندرہ پارے مجلد دس روپے

پورا قرآن بیس روپے

تعلیم القرآن صفحات ۹۶ ہدیہ آٹھ آنے

قرآن و حدیث کے فرمان صفحات ۲۰۰ مجلد ہدیہ عہ ۸ ر

پارہ عم کی سیاسی تفسیر صفحات ۳۴ ہدیہ ۱۲ ر

اسلام کے ضروری عقائد صفحات ۳۰ قیمت ۲ ر

نماز کی ترکیب اور احکام صفحات ۲۴ قیمت ۲ ر

روزے کے احکام صفحات ۱۰۴ قیمت ۸ ر

زکات کے احکام صفحات ۸۰ قیمت ۱۰ ر

چالیس آیت صفحات ۱۶ قیمت ۴ ر

گیارہ سورہ صفحات ۱۶ قیمت ۴ ر

سترہ سورہ صفحات ۱۶ قیمت ۴ ر

قرآنی بول چال اور اسکول کی دعا سمیت پانچ رسالے جلد بندی ہوئی قیمت عہ ۸ ر

تشریح الکافر صفحات ۳۲ قیمت ۴ ر

تہجد کی مناجات صفحات ۲۴ قیمت ۲ ر

اسرار اسم اعظم صفحات ۳۸۴ مجلد قیمت عہ

حدیث کی پیشین گوئیاں صفحات ۶۴ قیمت عہ ر

قرآن مجید کے بارہ موتی صفحات ۶۴ قیمت ۸ ر

قرآن مجید کے معجزات صفحات ۴۸ قیمت ۴ ر

قرآن کے فوجداری قوانین صفحات ۶۴ قیمت ۶ ر

قرآن کے دیوانی قوانین صفحات ۴۲ قیمت ۴ ر

قرآنی بول چال صفحات ۱۶ قیمت ۴ ر

معراج کی نماز صفحات ۳۲ قیمت ۴ ر

مسلمانوں کی دعائیں صفحات ۸۰ قیمت عہ ر

اردو خطبے صفحات ۲۲۴ قیمت عہ ۸ ر

اسلامی توحید صفحات ۲۴ قیمت ۲ ر

اسکول کی دعا صفحات ۱۶ قیمت ۴ ر

تشریح بخاری آٹھ پارے صفحات ۹۹۴

قیمت فی پارہ عہ مجلد نو روپے لعہ ۹ ر

ہندی ترجمہ قرآن صفحات ۹۰۰ ہدیہ عہ ۲۰

تبلیغی کتابیں

داعی اسلام صفحات ۴۰ قیمت ۳ ر

تبلیغ کا پروگرام (صدائے صور) صفحات ۱۰۲ قیمت عہ

عید نامہ صفحات ۳۲ قیمت ۵ ر

منظوم جنگ محمد بن قاسم صفحات ۸۰ قیمت ۸

آواز صفحات ۱۶ قیمت ۱ ر

ایک بات صفحات ۱۶ قیمت ۱ ر

ہندوستانی شاہنامہ حصہ اول و دوم صفحات ۱۰۴ قیمت ۸ر

محمودی حملوں کے اسباب صفحات ۴۰ قیمت ۲ر

تذکرہ بابا نانک صفحات ۹۶ قیمت ۱۰ر

تاریخ سلاطین بہمنی صفحات ۸۰ قیمت ۸ر

تاریخ مسیح صفحات ۲۱۶ قیمت عا

چودہویں صدی کے تین شہید صفحات ۱۶ قیمت ۲ر

تذکرہ غازی بابا میاں صفحات ۱۶ قیمت ۲ر

چار درویشوں کا تذکرہ صفحات ۲۸ قیمت ۳ر

ہندو مسلمانوں کی آخری لڑائی صفحات ۸۰ قیمت عہ

حق پرستوں پر ستم صفحات ۱۶ قیمت ۲ر

حکومت اورنگ زیب کی اصلی تاریخ صفحات ۱۴۰ قیمت ۱۲ر

آپ بیتی صفحات ۱۴۰ قیمت عہ ۴ر

کرشن کتھا صفحات ۱۶۸ قیمت عہ ۱۰ر

زیارت نامہ دہلی صفحات ۸ قیمت ۲ر

مختصر احوال بابا نانک صاحب صفحات ۳۲ قیمت ۲ر

بیگمات کے آنسو صفحات ۱۷۸ قیمت عا

انگریزوں کی بپتا صفحات ۶۴ قیمت ۱۲ر

محاصرہ دہلی کے خطوط صفحات ۳۲ قیمت ۴ر

بہادر شاہ کا مقدمہ صفحات ۲۴۸ قیمت عا ۸ر

غدر کے فرمان صفحات ۱۴۴ قیمت عہ ۸ر

غدر کے اخبار صفحات ۲۴ قیمت ۵ر

روزنامچہ مرزا غالب صفحات ۷۲ قیمت ۱۲ر

دہلی کی جاں کنی صفحات ۱۰۰ قیمت عہ

غدر کی صبح شام صفحات ۲۷۲ قیمت عہ ۸ر

دہلی کی آخری شمع صفحات ۱۱۲ قیمت عہ ۸ر

دہلی کی سزا صفحات ۷۲ قیمت ۸ر

سکھ قوم صفحات ۵۲ قیمت ۶ر

نظامی بنسری صفحات ۴۹۶ قیمت تین روپے

غزنی نامہ صفحات ۸۸ قیمت ۸ر

پیشین گوئیاں

پروفیسر کیرو کی پیشین گوئیاں صفحات ۶۴ قیمت عہ ۴ر

حدیث کی پیشین گوئیاں صفحات ۶۴ قیمت عہ

ظہور امام مہدی صفحات ۹۸ قیمت ۴ر

سفرنامے

سفرنامہ مصر و شام و حجاز باتصویر صفحات ۱۹۲ قیمت عا ۸ر

سفرنامہ ہندوستان صفحات ۹۶ قیمت عہ

سفرنامہ افغانستان باتصویر صفحات ۲۶۴ قیمت عہ ۵ر

سفرنامہ یورپ از مسٹر ولی محمد مومن صفحات ۲۸۴ قیمت عا

ادبی کتابیں

کانا بانی صفحات ۱۷۶ قیمت عہ

ایڈورڈ ڈائری (انگریزی) قیمت عہ

جگ بیتی کہانیاں صفحات ۸۰ قیمت عہ ۸ر

چنکیاں گدگدیاں صفحات ۱۱۲۔ قیمت ۱۲ر

کائنات بیتی صفحات ۱۱۶۔ قیمت ۱۴ر

اردو کیسو صفحات ۱۶۔ قیمت ۲ر

پڑوس کے سقرہ پانچ صفحات ۱۶۔ قیمت ۲ر

پھسکنی دست پناہ صفحات ۵۔ قیمت ۱ر

لڑائی کا گھر صفحات ۵۶۔ قیمت ۶ر

روزنامچہ ۱۹۲۴ء صفحات ۲۰۰۔ قیمت ۵

طمانچہ بر رخسار یزید صفحات ۱۱۴۔ قیمت ۱۴ر

قبروں کے بھیدی شیخ صفحات ۳۰۔ قیمت ۴ر

شیخ چلی کی ڈائری مجلد ۲ حصے قیمت ۸ر

سی پارہ دلی صفحات ۳۸۴۔ قیمت ۴۰

طبی کتابیں

نرسنگ ڈاکٹر سعید احمد صاحب بریلوی

حمل سے وضع حمل تک صفحات ۶۴۔ قیمت ۸ر

دور جوانی صفحات ۶۴۔ قیمت ۸ر

عمر بڑھانے کے طریقے صفحات ۹۶۔ قیمت ۱۲ر

علاج بالخیال صفحات ۸۴۔ قیمت ۱۰ر

روٹی مسالن صفحات ۱۶۔ قیمت ۴ر

موت کا علاج صفحات ۸۰۔ قیمت ۹ر

معیشت کی کتابیں

روپیہ عالم سرکار میں صفحات ۱۶ قیمت ۱ر

روزی صفحات ۱۱۲۔ قیمت ۶ر

نوکری صفحات ۶۴۔ قیمت ۴ر

تاریخ انقلاب دہلی کا تیرھواں ایڈیشن کی ڈائری

صفحات قیمت

نادر شاہی قتل عام کا دہلی نامہ صفحات

قیمت آٹھ آنے ۸ر

۱۹۱۷ء کا دہلی نامہ از خواجہ حسن نظامی

صفحات قیمت تین روپے

حسن بیون خود نوشت سوانح عمری

خواجہ حسن نظامی زیر طبع ہے۔

این بطوطہ کا دہلی نامہ زیر طبع ہے۔

درگاہوں کا قوالی نامہ زیر طبع ہے۔

تاریخ طب یونانی از خواجہ حسن نظامی

زیر طبع ہے۔

بیٹی کی کہانی باپ کی زبانی از خواجہ

حسن نظامی زیر طبع ہے۔

کمالات حکیم تاجیا تباہی اور سینہ بسینہ

عجیب و غریب نسخے از حکیم تاجیا صاحب مرحوم

صفحات ۳۰۴ قیمت تین روپے

مکے مدینے کا سفر نامہ بالتصویر باتصویر از

حکیم خسرو شاہ نظامی صفحات ۲۰۰ قیمت ۲

اردو سکھانے کے قاعدین صفحات ۲۰ قیمت ۶ر
اسلامی اکھاڑہ صفحات ۳۲ - قیمت ۲ر
ترتیب حساب صفحات ۳۲ - قیمت ۴ر
تعلیم خدمتگاری صفحات ۴۸ قیمت ۳ر
حلوائی کی تعلیم صفحات ۵۶ قیمت ۸ر
گھریلو ہوئی گھاٹ صفحات ۶۴ - قیمت ۴ر
آسمانی کہانی صفحات ۱۶ - قیمت ۲ر
تاریخ خطوط نویسی صفحات ۵۲ قیمت عہ ۴ر
بیوی کی تعلیم صفحات ۱۸۸ قیمت عہ ۸ر

عملیات کی کتابیں

اعمال حزب البحر صفحات ۱۰۴ - قیمت عہ ۸ر
اعمال حزب البحر کا دوسرا حصہ "فتلی" صفحات ۱۲۰ قیمت عہ ۸ر
غلسی کا مجرب علاج صفحات ۳۲ قیمت ۴ر
عملیات کی نئی کتابیں چھپ رہی ہیں۔

علمی تحقیقات

مرشد کو سجدۂ تعظیم صفحات ۵۲ قیمت ۸ر
جواز عکسی تصاویر صفحات ۳۲ - قیمت ۴ر
پکی قبروں اور قبوں کا جواز صفحات ۴۸ قیمت ۴ر
نادان وہابی - صفحات ۱۶ قیمت ۱ر
گستاخی صفحات ۱۶ - قیمت ۱ر

اصلاحی کتابیں

مراسم کی حد بندی صفحات ۵۶ قیمت ۶ر
بوتل کا کاک صفحات ۱۶ قیمت ۱ر
انسداد گداگری صفحات ۳۲ - قیمت ۳ر
شراب اور جوئے کی خرابیاں صفحات ۴۸ قیمت ۴ر
شیطان کا طوطا صفحات ۱۶ - قیمت ۲ر
تمباکو نامہ صفحات ۱۶ - قیمت ۳ر
خوشدلی اور سرکش صفحات ۳۲ قیمت ۲ر
دل کی عیدیاں صفحات ۳۶ - قیمت ۵ر
مجالس حسنہ صفحات ۸۸ - قیمت ۱۰ر
خوشی کی زندگی صفحات ۱۰۴ قیمت ۸ر
سورج چاند کی کہانی صفحات ۲۸ قیمت ۳ر
طریقت کی پہلی صفحات ۶۴ - قیمت ۲ر
طریقت کی دوسری صفحات ۶۴ قیمت ۲ر
سکھوں اور مسلمانوں کا راستہ صفحات ۲۴ قیمت ۱ر

تاریخ اور تذکرے

میلاد نامہ - صفحات ۱۱۶ - قیمت عہ ۴ر
محرم نامہ زیر طبع صفحات ۱۲ - قیمت عہ ۴ر
کربلا کا تاریخی حال بالتصویر صفحات ۶۴ قیمت ۸ر
سیرت امام حسینؓ صفحات ۳۲ - قیمت ۴ر
ذکر غوث پاکؒ صفحات ۸۰ - قیمت ۱۲ر
غزنوی جہاد صفحات ۶۴ - قیمت ۸ر
تاریخ سلاطین عباسیہ حصہ اول صفحات ۱۹۲ قیمت عہ ۸ر
تاریخ سلاطین عباسیہ حصہ دوم صفحات ۱۶۸ قیمت عہ